بابا نانک

مجسّمۂ آدمیّت و سرچشمۂ حقیقت

بابا نانک

(حیات و جپ جی)

از

ڈاکٹر کالا سنگھ بیدی۔ ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی

بھاشا وبھاگ پنجاب

1971

Printed & Published for the Director Languages Department.
Punjab by the Deputy Controller,
Printing & Stationery Department, Punjab.

LIFE OF GURU NANAK

(IN URDU)

By

DR. KALA SINGH BEDI

تعداد تین ہزار

قیمت Rs.24/75

Printed at
Punjab National Press. Delhi.

انتساب

میں اپنی یہ کتاب "بابا نانک"
والد محترم
سردار بوٹا سنگھ صاحب بیدی
مرحوم کے نام معنون کرتا ہوں
جن کی صحبت اور پند و نصائح
سے مجھے سری گورو نانک دیو
اور اُن کے کلام پاک
کا شوق پیدا ہوا۔
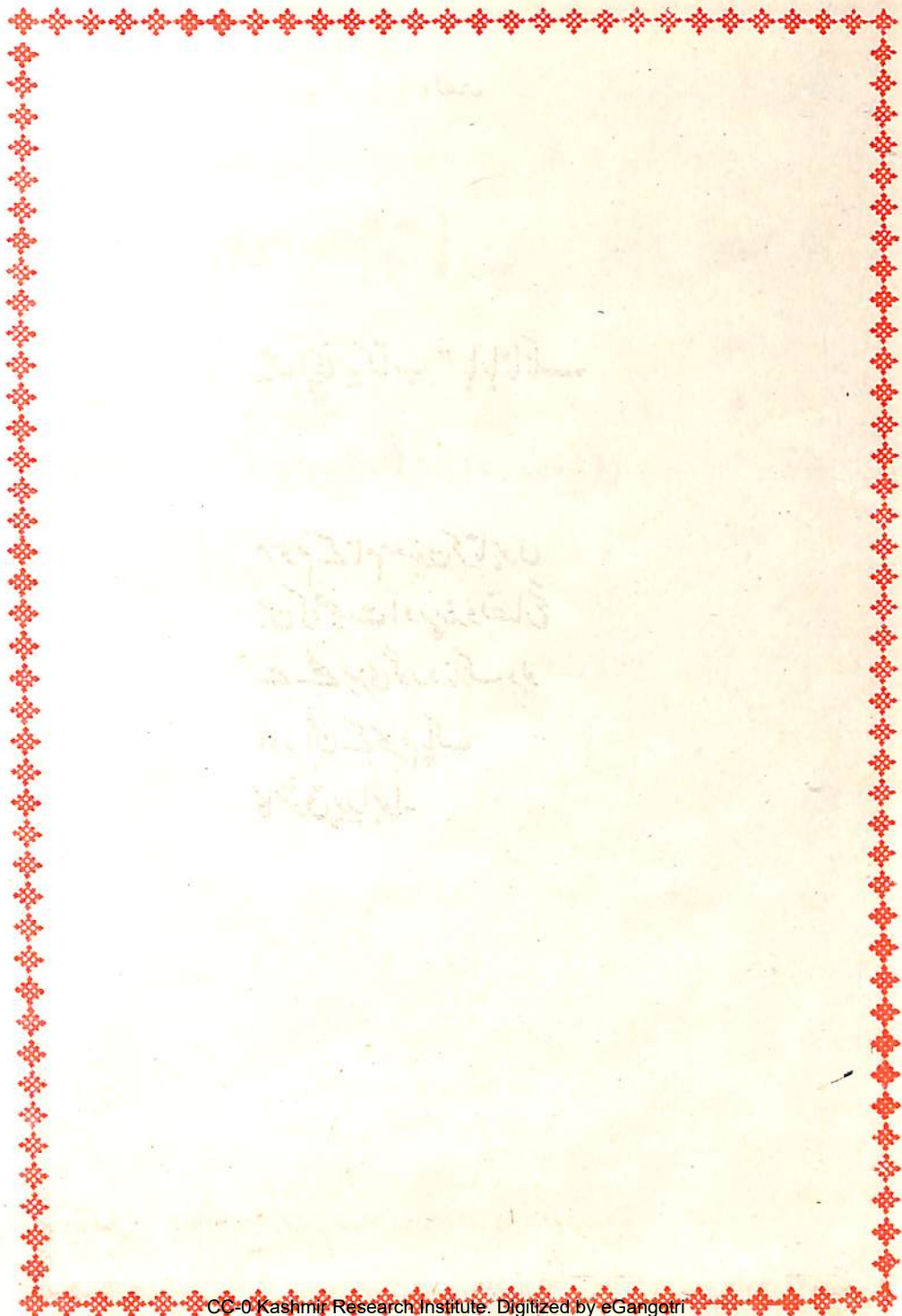
پیش لفظ

۱۹۶۹ء میں سری گورو نانک دیو خورشید عالم کا پانچ سو سالہ جشنِ پیدائش منایا گیا۔ دُنیا بھر کے عُلما، فُضلا و مصنّفین وغیرہ نے گورو دیو کو شردھانجلی پیش کرنے کے لئے ہندی، پنجابی، انگریزی وغیرہ زبانوں میں اُن کی حیاتِ مقدس اور ملفوظات پر بُلند پایہ کتب لکھیں اور یہ ثابت کیا کہ بابا نانک نے اپنے وقت میں انسانیت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو اپنے عملی جیون کے سہارے بچایا۔ امنِ عالم کی تلقین کی۔ مذہب انسانیت کا سبق سکھایا۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ اُردو زبان میں مردِ کامل بابا نانک کے بارے میں بہت ہی کم لکھا گیا۔ محکمہ زبان پنجاب (پٹیالہ) نے اس کمی کو مدِنظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر کالا سنگھ بیدی سے حیاتِ بابا نانک پر اُردو میں کتاب لکھوائی۔ اس کتاب میں اُردو دان طبقہ کے لئے بابا نانک کی مختصر زندگی کا نقشہ پیش کیا گیا ہے اور اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ سری گورو نانک دیو کے جو دل میں تھا وہی زبان پر تھا اور جو زبان پر تھا وہی دل میں تھا یعنی گورو جی کی زندگی ایک خاص سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ اس کتاب کے مطالعے سے پتہ چلے گا کہ مردِ کامل بابا نانک کی اصلی زندگی اُن کے کلامِ مقدس سے اُبھرتی ہے۔ یعنی اگر گورو دیو کی اصلی زندگی کا دیدار کرنا مقصود ہو تو وہ تصویر آپ کے کلام (گوربانی) میں نظر آئیگی۔ آپ کا مذہب "آدمیت" پر مبنی ہے۔ اُن کی نظروں میں پرماتما ایک ہے اور یہ دُنیا اُسی ایک کی پیدا کی ہوئی ہے۔ ذات پات کا مسئلہ

انسان کے دماغ کی پیداوار ہے۔ ذی روحوں کی قدر کرنا خُدا کی بندگی ہے۔ محتاجوں کی ضرورِیات کو پورا کرنا خدمتِ خُدا ہے۔ دوسروں کے جذبات کا احترام کرنا فرضِ اوّلین ہے۔ سیاست و مذہب کے پردے میں انسانیت کا خون کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔ دُنیا کے کل مذاہب ایک ہی خُدا کے پیروکار ہیں۔ اگر کوئی مذہب اس کے خلاف تلقین کرتا ہے، نفرت کا مادہ پیدا کرتا ہے وہ کوئی مذہب نہیں ڈھکوسلا، فریب اور ایک مکر ہے۔

توحید پرستوں کی دماغی غذا کے لئے کتاب کے آخر میں "جپ جی" نام کا کلام مقدّس دیا گیا ہے تاکہ باباجی کی اصلی زندگی کا دیدار ہو جائے اور اِس امرت بانی کو پڑھ کر لوگ اُس ذاتِ کریم میں کامل یقین کرنا سیکھیں۔ آپس میں پیار کریں۔ سیاست کے پردے کو پھاڑ کر قتلِ انسانیت سے دُور رہوں۔ خدمتِ خلقت میں مصروف ہوں۔

محکمۂ السنۂ (پٹیالہ) ڈاکٹر کالا سنگھ بیدی کا شکر گذار ہے کیوں کہ انھوں نے اپنے مطالعہ کی بنا پر گورو نانک دیو کی حیاتِ مقدّس کو گوربانی کے آدھار پر پیش کرنے کی پوری پوری کوشش کی ہے۔ امیدِ واثق ہے کہ اردو داں طبقہ اس کتاب کے مطالعہ سے متاثر ہو کر دنیا میں راستی، ہمدردی، رواداری و پیار کے جذبہ کی تلقین کے لئے کمربستہ ہوگا اور دنیا میں امن کی حکومت قائم ہوگی۔

لال سنگھ
ڈائرکیٹر محکمۂ السنۂ پنجاب۔ پٹیالہ

دیباچہ

مُدت مدید سے یہ خیال میرے دِل و دماغ میں گونج رہا تھا کہ میں بسری گورو نانک دیو جی کو گلہائے عقیدت پیش کروں۔ اُن کی زندگی کے متعلق اپنے جذبات و خیالات کا اظہار کروں۔ اس خیال کو میں نے جناب ڈاکٹر سدھیشور ورما صاحب اور جناب ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی صاحب صدر شعبۂ اُردو دہلی یونیورسٹی کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ دونوں اصحاب نے میری حوصلہ افزائی کی۔ تقریباً ایک سال میں اس اپنے حقیر کام کو میں ختم کر سکا ہوں اس میں میرے ذاتی جذبات بھی شامل ہیں۔ جناب ڈاکٹر سدھیشور ورما اور جناب ڈاکٹر خواجہ فاروقی صاحب کا میں تہ دل سے شکر گذار ہوں جو ہمیشہ خندہ پیشانی سے میری رہنمائی کرتے رہے ہیں۔

آخر میں میں اُن سب اصحاب کا شکر گذار ہوں جن کی کُتب سے میں نے افادہ کیا ہے۔ میری ذاتی کوشش یہی رہی ہے کہ میں تاریخی حقیقت کو پیش کروں۔ باوجود میری کوششوں کے بے شمار غلطیاں اس میں موجود ہیں۔ لیکن یہ فقیر معافی کا خواستگار ہے۔ اُمید ہے کہ صوفیائے کرام میری داد دیں گے گو یہ کام حقیر ہی ہے مگر اس کو بابا نانک سے نسبت ہے۔

کالا سنگھ بیدی

ع

فہرست مضامین

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ
۲۹	اعمال وافعال	۱۴۵
۳۰	مسئلہ تناسخ	۱۵۱
۳۱	کشف وکرامات	۱۵۵
۳۲	معاشرہ	۱۵۷
۳۳	اسمِ اعظم	۱۶۲
۳۴	راستی	۱۶۷
۳۵	ذات پات	۱۶۹
۳۶	عدل	۱۷۰
۳۷	صبر	۱۷۱
۳۸	عبادت وریاضت	۱۷۲
۳۹	بے ثباتیٔ عالم	۱۷۴
۴۰	انکساری	۱۷۶
۴۱	رحم وکرم	۱۷۷
۴۲	باب چہارم : تبصرہ	۱۷۹
۴۳	طبعی وفطرتی رُجحانات	۱۸۳
۴۴	عِلم دوستی	۱۸۵
۴۵	خانہ داری	۱۸۸
۴۶	اوصافِ حمیدہ کا پُتلا نانک	۱۹۱

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

(اقبالؔ)

باب اوّل

حیاتِ بابا نانک

عہدِ طفولیت اور شباب

پیش لفظ

گورو نانک دیو کی پیدائش سے پیشتر ہندوستان ایک نازک دور سے گذر رہا تھا۔ ہندوؤں کی سیاسی۔ معاشی اور مذہبی آزادی ڈانواڈول تھی اور اُن کی حالت قابلِ رحم تھی۔ صدیوں کی غلامی نے اُن کی خودداری کے پرخچے اُڑا دیئے تھے۔ ویدک تہذیب اور قدیم رسم و رواج سے دُور ہوتے جا رہے تھے۔ حکمران طبقہ شخصی حکومت کے زیرِ سایہ ظلم و تشدّد اور جور و ستم پر اُترا ہوا تھا۔ لُوٹ کھسوٹ و غارت گری کا بازار گرم تھا۔ ہندو عورتوں کو اپنی عزّت بچانا مشکل ہو رہا تھا۔ متعصّب مسلمان علما مندروں کو مسمار کروا رہے تھے۔ بہت سے ہندو زبردستی اسلام میں داخل کئے جا رہے تھے۔ آئے دن ہندوؤں کو متعدّد مصایب و آلام کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ آئے دن کی ذِلّت و خواری سے ان کی رُوح مردہ ہو چکی تھی۔ اُن کے دل و دماغ پر افسردگی و بزدلی چھا گئی۔ راجپوت ریاستیں مرکزی حکومت کے زیر آ چکی تھیں۔ شمشیر زنی کے گیت و

خیالات مفقود ہو چکے تھے۔ سلطنت کے خلاف متحدہ محاذ قائم کرنا تو درکنار اہلِ ہنود انصاف کے لئے آواز بھی بلند نہ کر سکتے تھے۔ اور جو ہندو اسلام قبول کرنے سے انکاری تھے اُن کا مذہب وہم، ریا اور فریب و جعل سازی کی شکل اختیار کر رہا تھا۔ اصلیت و حقیقت گُم ہو رہی تھی۔

ذات پات کا مسئلہ دن بہ دن پیچیدہ ہوتا جا رہا تھا۔ اعلیٰ طبقہ کے ہندو ادنیٰ حلقہ کے ہندوؤں پر اُسی طرح اُن پر ظلم کرتے تھے جس طرح حکمران انھیں غلامی کی زنجیروں میں باندھتے تھے۔ ایک برہمن خواہ بدترین اعمال کا مرتکب ہو کر بھی برہمن تھا۔ ایک ادنیٰ ذات کا نیک عمل ہوتے ہوئے بھی نیچ و اچھوت تھا بنابریں اچھوت آئے دن اعلیٰ طبقہ کے ہندوؤں کے تعصّب کا شکار بن جاتے تھے۔ مُسلمان حُکّام کے خوف سے ذات پات کی شرائط و اصول کڑے، سخت و پیچیدہ ہوتے جا رہے تھے۔ تاکہ نسل کو پاک و ہر آمیزش سے صاف رکھا جائے۔ حالاں کہ اس عہد سے بہت عرصہ پیشتر ہندوؤں کی شانِ قدیم اور خونی پاکیزگی و تقدس اُڑ چکا تھا۔ خلوص و محبّت کی رسّیں ڈھیلی ہو چکی تھیں۔ نفرت و حقارت نے ہندوؤں کو سخت زنجیروں میں جکڑ لیا تھا۔ برہمنی تہذیب کی مصنوعی و بدترین شکل میں سادہ لوگ پھنسے ہوئے تھے۔ شودروں کو برہمنوں، کشتریوں اور ویشوں کی غلامی میں زندگی بسر کرنی پڑتی تھی اُن کے لئے دونوں دُنیا کی نجات اُن کی (اعلیٰ پایہ کے ہندوؤں) خدمت میں مُضمر تھی۔

برہمنوں کا دعویٰ تھا کہ حمدِ الٰہی کا حق صِرف اُنھیں ہی تھا۔ شودر وید نہیں پڑھ سکتے تھے۔ دیوتا لوگ برہمنوں کے صلاح اور مشورہ بغیر کسی انسان پر رحم کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ برہمن یہ بھی دعویٰ کرتے تھے کہ صِرف برہمنوں کے ذریعہ دوسری دنیا میں کوئی شے پہنچائی جا سکتی ہے۔ برہمن ذاتِ الٰہی کا دہن مبارک ہیں جو کچھ ان کو کھلایا جائے گا وہ کھلانے والے بزرگوں کو پہنچ جائے گا۔ برہمن ہی صِرف سالک کو منزلِ الٰہی تک پہنچانے کا واحد ذریعہ تھے۔

ویدک تہذیب و معتقدات انحطاط پذیر ہو چکے تھے۔ ہندوؤں کی سیاسی زندگی و شخصی آزادی نفرت و حقارت کے سہارے بسر ہو رہی تھی۔ فرقہ پرستی کا دور دورہ تھا۔ اِتفّاق و اتحاد پر لگا کر اُڑ گئے تھے۔ کسی حصّہ میں بھی متحدہ محاذ کا نقشہ قائم نہ ہوا۔ ہر سمت انتشار تھا۔ بنا برایں اُنھوں نے غلامی کی زندگی کو صبر و قناعت سے بسر کرنا قبول کر لیا اور یہ اُن کی ناگفتہ بہ حالت صدیوں کی اسلامی حکومت کا نتیجہ تھی۔

مسلمانوں نے ہندوؤں کی ریاستوں کو فتح کر کے مرکزی حکومت میں شامل کر لیا۔ اِنفرادی طور پر ہر راجپوت ریاست نے جوہر مردانگی کا ثبوت دیا۔ مگر متفقہ و متحدہ محاذ قائم کر کے راجپوت کِسی جگہ بھی جنگ آزما نہ ہوئے۔ آہستہ آہستہ تمام ریاستیں مرکزی اسلامی حکومت کے زیر سایہ آ گئیں۔ صرف پہاڑی علاقوں میں کچھ چھوٹی چھوٹی ریاستیں خود مختاری کا دم بھر سکتی تھیں۔ مگر یہ اُن کی آزادی صرف نام کی ہی تھی۔ کبھی کبھی انھیں خراج بھی ادا کرنا پڑتا تھا۔ کسی راجہ کو بھی وُسعتِ سلطنت کا شوق نہیں تھا۔ صرف ذاتی و شخصی عیش و عشرت کو محفوظ رکھنے کے پہاڑی راجے خواہاں تھے۔

عُلمانے اسلام کو تعصب کے آئینہ میں کچھ اس طرح ظاہر کیا تھا کہ حکّام مذہبی جوش کے تحت رعایا کا خون چوس رہے تھے۔ وہ لوگ قرآن اور رسول اللہؐ کی شریعت کے مقابل کسی دوسری قوم کے مذہبی اُصولوں کو سُننے کے لئے مستعد نہ تھے۔ حکمران طبقہ جھوٹی نمائش کا بندہ بن گیا تھا۔ حُکّام و عمّال رعایا پروری اور عدل و انصاف سے کوسوں دور تھے۔ قصّہ مختصر، بہادری و شجاعت کا جذبہ مفقود ہوا۔ اہلِ مُلک مادری زبان کی بجائے شاہی زبان کے راغب تھے۔ وطن پرستی و حُبِ وطن کا جذبہ دُھندلا پڑ گیا۔ صرف اگر لوگوں کو پناہ ملتی تھی تو وہ دیوی دیوتاؤں کی عبادت میں یا یادِ الٰہی میں۔

بھگتی تحریک اس عہد کی یادگار ہے۔ جس نے پھر مُردہ دلوں میں نئی زندگی کی رُوح پھُونکی۔ جھوٹی نمایش کا بھانڈا پھوڑا۔ اصلیت اور حقیقت سے لوگوں کو آگاہ کرنا شروع کیا۔ عوام کو جگایا۔ غفلت و جہالت کی تاریکی دُور ہونا شروع ہوئی۔ اہلِ ہند نے احساس کیا کہ غلامی کی زنجیروں میں بندھے رہنے سے بہتر موت ہے۔ اس ماحول میں گورونانک دیوجی کی پیدایش ہوئی۔

بیدی خاندان

بیدی خاندان کھتری قوم کا ایک اہم و مشہور جزو ہے اور انگرس گوتر سے تعلق رکھتا ہے۔ بیدی اور سوڈھی خاندانوں کا منبع و مبدا مشترک ہے مگر ان دو جُدا جُدا ناموں کی وجہ تسمیہ یوں ہے: شری رام چندر کے دونوں نونہال فرزندانِ ماہ رُونے لاہور اور قصور کا سنگِ بنیاد رکھا۔ لَو (लव) نے لاہور اور کُش (कुश) نے قصور کو آباد کیا۔ متعدد نسلوں کے بعد لَو کے کالارائے اور کُش کے خاندان میں کال کیتو پیدا ہوئے۔ دونوں بھائیوں میں باہمی نزع پیدا ہوا کال کیتو نے بزورِ شمشیر کالارائے کو پنجاب سے مُلک بدر کر دیا۔ وہ پنجاب سے چل کر علاقہ سنوڈھ میں سکونت پذیر ہوا۔ اِس ہونہار نوجوان نے اپنے علوم و فنون۔ اوصاف و کمالات۔ آداب و اخلاق۔ عادات و اطوار۔ متانت و سخاوت سے وہاں کے راجہ کے دل پر وہ عمدہ نقش بٹھائے کہ راجہ نے خوش ہو کر اپنی بیٹی کی شادی کالارائے کے ساتھ کر دی۔ علاقہ سنوڈھ کی نسبت سے اُس کی اولاد سوڈھی نام سے موسوم ہوئی۔ علاقہ سنوڈھ اُس خطّہ کا نام تھا جو متھرا و آگرہ سے لے کر امرکوٹ تک پھیلا ہوا

تھا۔ درحقیقت امرکوٹ کے راجہ نے ہی اپنی دخترِ نیک اختر کی شادی کالا رائے سے کی تھی۔

سوڈھی راؤ کی پانچویں نسل میں وجے راؤ ہوئے۔ اس بہادر نوجوان نے اپنے بزرگوں پر ہوئی سختی کا احساس کیا اور بدلہ لینے کا عزم مصمم کیا۔ اور اپنی حکومت کو واپس حاصل کرنے کے لئے قصور پر چڑھائی کر دی۔ اُس وقت قصور کا حکمران کال کیتو کی نسل میں سے دھیر رائے تھا۔ وِجے رائے نے اُسے شکست دے کر قصور پر قبضہ کیا۔ دھیر رائے اپنے وطنِ مالوف کو خیرباد کہہ کر علاقہ اودھ میں آباد ہو گیا۔ آہستہ آہستہ اپنی ذاتی خوبیوں واوصافِ حمیدہ کی بنا پر ایک زمینداری قائم کی اور مدّتِ قلیل میں ایک امیر جاگیردار کا درجہ حاصل کرلیا۔ آپ کی اولاد وہاں ٹھاکر نام سے مشہور ہوئی۔ دھیر رائے کے خاندان میں ایک خدارسیدہ بزرگ ہوتے جو امرت رائے نام سے مشہور ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ امرت رائے سنسکرت کی تحصیل کے بہت شائق تھے۔ بنابرایں اِس علمی پیاس کو بجھانے کے لئے آپ بنارس (کاشی) پہنچے کیوں کہ یہ شہر عہدِ قدیم سے سنسکرت کا دارالعلوم چلا آرہا ہے۔ آپ نے سنسکرت زبان کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کی اور چاروں ویدوں کو بالتشریح پڑھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس لوخاندانی امرت رائے کی اولاد ویدی (بیدی) کہلانے لگی۔

ویدوں کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد امرت رائے ویدی (بیدی) نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کو علمی وادبی مباحثہ کا حد سے زیادہ شوق تھا۔ اس لئے بنارس کو چھوڑ کر آپ دیگر شہروں میں گھومتے رہے اور سنسکرت کے علما (پنڈتوں) کو علمی و مذہبی مناظروں میں شکست دیتے ہوئے پنجاب میں پہنچے۔ اس وقت پنجاب کی حکومت ملک رائے کے قبضہ میں تھی جو وجے راؤ کی چودھویں نسل میں سے تھا۔ اس نے بیدی رائے (امرت رائے)

سے ویدوں کا اُپدیش سُنا۔ اور اس قدر متاثر ہوا کہ اپنی سلطنت بیدی رائے کو دے کر خود گنگا کے کنارے بیٹھ کر ریاضت و عبادت میں منہمک ہوا۔

بیدی رائے کے ہاں، ابھوج، سلو (सल्व) اور نروتم تین فرزند متولّد ہوئے۔ سلو سب سے بڑے تھے۔ اس لئے حکومت کے وارث مقرر ہوئے۔ انقلابِ زمانہ نے اپنی دستبرد سے اِس حکومت کے پرخچے اُڑا دیئے اور سلو کے پاس صرف ۲۰ گاؤں جاگیر کے طور پر رہ گئے۔

ابھوج کی اولاد میں ناتھ جی۔ سمبھوجی، پرجاپتی۔ نارائن اور سنپات (सन्न पात) تھے۔ نارائن شروع میں ہی کاشت کاری اور تجارت میں مصروف ہوگیا اور اس طرح ایک اچھّے تاجر کی حیثیت سے زندگی بسر کرتا تھا۔ اُس عہد میں ایک طرف تو صوفیۂ کرام کی تبلیغ سے اور دوسری طرف سیاسی دباؤ سے اور جلیل مناصب حاصل کرنے کے لالچ سے ہندو لوگ اسلام کے حلقہ میں داخل ہو رہے تھے۔

سمت ۱۴۷۱ میں پنڈی بھٹیاں کے بھٹی نسل کے راجپوتوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اس خوشی میں حکومت کی طرف سے ان راجپوتوں کو دس گاؤں بطور جاگیر عطا کئے گئے۔ اور رلئے کا شاہی لقب بھی دیا گیا۔ سمت ۱۴۸۶ میں بھٹی راجپوتوں نے تلونڈی گاؤں کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اُن دنوں نارائن کا فرزند شیو رام کوڈے پنڈ (گاؤں) میں آباد تھا اور تجارت و کاشت کاری میں مصروف تھا۔ اُن راجپوتوں نے تجارتی مقاصد کو مدِّنظر رکھتے ہوئے شیو رام کو تلونڈی میں بلا لیا۔ اسی شیو رام بیدی کے سمت ۱۴۹۷ میں کالو اور بعد میں لالو دو بیٹے ہوئے۔

اُس وقت تلونڈی کا سردار رائے بھوئے تھا جو اس گاؤں کا بانی کہا جاتا ہے اُس کے نام کی نسبت سے ہی یہ گاؤں رائے بھوئے کی تلونڈی پکارا جاتا تھا سمت ۱۵۱۸ بکرمی میں رائے بھوئے مر گیا تو اُس کا بیٹا رائے بُلار اس جاگیر کا صاحب وارث ہوا۔ اُس نے کالو یا کلیان چند یا کلیان رائے بیدی کو اپنی جاگیر کا پٹواری مقرر کیا۔ وہی کالو پٹواری گورو نانک دیو کے والد ماجد تھے۔

ولادتِ گورو نانک

تواریخ اور مقدس کُتب کے مطالعہ سے ہمیں گورو نانک دو مختلف شکلوں میں نظر آتے ہیں۔ ایک نانک تو تاریخ سے متعلق ہیں اور دوسرے نانک[1] وِتار یا نرنکاری نام سے موسوم ہیں۔ خواہ کچھ بھی ہو اس . . . . مقدّس ہستی کی دونوں ہی حیثیتوں کے روبرو ہمیں سرِ تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ آپ کی پیدائش کے متعلق مورخّین مختلف رائے رکھتے ہیں۔ کچھ مورخین کا قیاس ہے کہ آپ کی پیدائش[2] ماہ بساکھ (اپریل۔ مئی) سنہ ۱۴۶۹ء میں ہوئی۔ دیگر علما کا خیال ہے کہ گورو نانک دیو کا جنم کارتک کی پورنماشی سنہ ۱۴۶۹ء میں ہوا۔ دورِ حاضر میں آپ کا جشن ولادت کارتک کی پورنماشی کو ہی منعقد

عله دیکھئے "دی سِکھ ریلجن" مصنّفہ مکالف جلد اوّل صفحہ ۱

GURU NANAK, THE FOUNDER OF THE SIKH RELIGION, WAS BORN, ACCORDING TO ALL ANCIENT SIKH RECORDS, IN THE EARLY MORNING

(باقی اگلے صفحہ پر)

کیا جاتا ہے اور ہم اسی تاریخ ولادت سے متفق ہیں۔ اور یہ اختلاف در اصل دو سوانح عمریوں کی بنا پر ہے۔ "پراتن جنم ساکھی" میں بساکھ کا ذکر ملتا ہے اور "بالا والی جنم ساکھی" کارتک کی پورنماشی کو صحیح مانتی ہے۔ آپ کی ولادت رائے بھوئے کی تلونڈی میں ہوئی جو لاہور کے جنوب مغرب میں تقریباً ۳۰ یا ۴۰ میل کے فاصلہ پر ایک ایسی جگہ پر واقع ہے جو گوجرانوالہ اور منٹگمری اضلاع کی سرحد کے قریب ہے۔ عہد قدیم میں اس علاقہ کے قرب وجوار میں ایک گھنا جنگل تھا جو پنجاب کے وسطیٰ علاقہ کے جنگلات کا ایک حصہ تھا۔ تلونڈی جنگلی آبادی کی بنا پر ایک سنسان سا گاؤں تھا۔

(بقیہ صـــ)

OF THE THIRD DAY OF THE LIGHT HALF OF THE MONTH OF BAISAKH (APRIL - MAY) IN THE YEAR A.D. 1469.

(۲) دیکھئے مہان کوش مصنفہ بھائی کاہن سنگھ جلد ۳ صفحہ ۲۰۷۳:

جگت گورو نانک دا جنم ویساکھ سُدی ۳ (۲۰ ویساکھ) سمت ۱۵۲۶ - (۱۵-اپریل ۱۴۶۹ء) نوں بیدی کالو چند دے گھر ماتا ترپتا جی دے اُدر توں رائے بھوئے دی تلونڈی وِچ ہویا۔

(۳) دیکھئے "اُتری بھارت کی سنت پرمپرا"، مصنفہ پرشورام چترویدی پہلی ایڈیشن صفحہ ۲۸۹:

سکھوں کے پُرانے دھارمک ساہتیہ سنگرہوں کے انوسار گورو نانک دیو کا جنم وکرمی سمت ۱۵۲۶ کے ویشاکھ ماس شکل پکھش کی ترتیا، تدانوسار (باقی صـ پر)

گورونانک دیوجی کے والد ماجد کالوچند بیدی اُسی گاؤں کے پٹواری تھے
اور کاشتکاری[1] وتجارت میں بھی کافی دست گاہ رکھتے تھے۔ گوروصاحب کی ماتا

عا۔ دیکھیئے "ہسٹری آف دی سکھز" مصنفہ کنگھم صفحہ ۳۵:

HIS FATHER, KALU WAS .... A PETTY TRADER IN HIS NATIVE

VILLAGE.

(بقیہ صـ) ۱۵۔ اپریل ۱۴۶۹ء کو رائے بھوئے کی تلونڈی نانک گاؤں میں ہوا تھا۔
(۴) دیکھیئے "ہندی ساہتیہ کا اتہاس" مصنفہ رام چندر شُکل صفحہ ۸۳:
گورونانک کا جنم سمت ۱۵۲۶ کارتک کی پورنما کے دن تلونڈی گرام ضلع

لاہور میں ہوا۔
(۵) دیکھیئے "سکھ اتہاس" مصنفہ ٹھاکر دیش راج صفحہ ۳۵:
شری نانک دیوجی مہاراج کا جنم سمت ۱۵۲۶ وکرمی کارتک شدی ۱۵ کو

ہوا تھا۔
(۶) دیکھیئے "ہندی ساہتیہ کا آلوچناتمک اتہاس" مصنفہ ڈاکٹر رام کمار ورما صفحہ ۲۷۰:
شری نانک کا جنم ویساکھ کارتک سمت ۱۵۲۶ ۔۔۔ میں ہوا۔

کا نام ترپتا تھا جو ایک نیک و پارسا خاتون تھی۔ گورو نانک دیو جی کے روحانی رُجحانات میں آپ کی والدہ[1] کا بہت حصہ شامل ہے۔ ماتا ترپتا باری دواب کے ساکن رام نامی کھتری کی دُختر نیک اختر تھی۔ نانک دیو جی کی پیدایش کے وقت کالو چند کا گھر خوشی و مسرت سے پُر ہو گیا۔ خاندانی رسم و رواج کے مطابق کُل پروہت ہردیال پنڈت کو بلایا گیا۔ پنڈت جی نے جنم پتر (زائچہ) تیار کرنے کا سامان کیا۔ پنڈت جی کی پوچھ تاچھ پر دولت دایہ نے بتایا کہ لڑکا پیدا ہوتے وقت مُسکرا رہا تھا۔ گھر قدرتی خوشبویات سے پُر ہو گیا تھا۔ دایہ نے بچّہ کو ہردیال جی کو دکھایا۔ پنڈت جی اس غیر معمولی بچے کو دیکھ کر باطنی خوشی سے لبریز ہو گئے اور آپ نے نجوم کے مطابق ایک صحیح و دُرست زائچہ تیار کر کے کالو کو دیا اور مبارک باد دی اور کہا کہ کالو تیرا بیٹا ایک عظیم ہستی ہے جو تیرے نام کو روشن کرے گا زائچہ کی نقل آیندہ صفحہ پر ہم دے رہے ہیں۔ پنڈت جی نے بچّہ کا نام نانک رکھا اور اسی نام سے آپ مشہور بھی ہوئے:

عا۔ دیکھئے "دی سکھ ریلجن" مصنفہ مکالف صفحہ ا:

HIS MOTHER WAS TRIPTA, MEMORABLE ... FOR HER DEVOTION TO HER SON

جنم پتر

(۱) ماخوذ از اتہاس گورو خالصہ

(۲) ماخوذ از پران سنگلی

نانک نام کی وجہ تسمیہ

کچھ علما و مورّخین کا خیال ہے کہ پنجاب میں اس عہد کے رسم و رواج کے مطابق ایک حاملہ خاتون کو زچہ گری کے وقت اپنے والدین کے ہاں جانا پڑتا تھا۔ بنا بریں ترپتا جی کو اپنے پہلے بچّہ کی پیدایش کے وقت ماں باپ کے ہاں جانا پڑا۔ آپ کی پہلی اولاد دختر نیک اختر کا جنم ننہال میں ہوا۔ اس لئے آپ کو نانکی نام دیا گیا اور نانک جی کا نام اپنی بڑی ہمشیرہ کی نسبت سے ہی رکھا گیا اور اسی نام سے آپ شہرت پذیر ہوئے۔ بھائی کاہن سنگھ صاحب اسی رائے سے متفق ہیں۔ مگر کچھ دیگر علماء کا قیاس ہے کہ آپ کی جنم کنڈلی کے زیر اثر پہلا حرف "ن" یعنی " न " نکلتا ہے۔ چوں کہ نارائن آپ کے بزرگ کا نام تھا بنا بریں پنڈت جی نے "ن" کی نسبت سے نانک نام جو ہندوؤں اور مسلمانوں کا مشترک نام ہے رکھا۔ والدین کو یہ نام اچھا بھی

معلوم ہوا ہو گا کیوں کہ اُن کی بیٹی کا نام بھی تو نانکی تھا جو گورو صاحب سے بے حد محبّت کرتی تھی۔

تلونڈی

گورو صاحب کی جائے پیدائش کو رائے بھوئے کی تلونڈی کا نام دینے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس گاؤں کا بانی رائے بھوئے نامی زمیندار تھا جو بھٹی ذات کا راجپوت تھا جو اسلامی حملہ کے دوران مغلوب ہو کر دائرہ اسلام میں شامل ہو گیا۔ حکومت کی طرف سے یہ علاقہ اُسے جاگیر میں عطا کیا گیا۔ اپنے نام پر اُس نے اس گاؤں کو رائے بھوئے کی تلونڈی سے موسوم کیا۔ رائے شاہی خطاب تھا۔ اس وقت لودھی خاندان کا سکّہ ہندوستان میں جاری تھا۔ بہلول لودھی برسرِ حکومت تھا۔ دولت خاں لودھی اس علاقہ کا صوبہ دار تھا۔ گورو نانک دیو کی پیدائش کے وقت رائے بھوئے کی نسل میں سے رائے بُلار اس گاؤں کا حاکم تھا۔ اُس نے اپنی جاگیر کی حفاظت کے لئے ایک سرحدی قلعہ بھی تعمیر کیا۔ رائے بُلار گو مسلمان تھا مگر تعصّب سے بالاتر تھا شریف جذبات کا مجسمہ، اہلِ دل اور وسیع نظر تھا۔ ہندو مذہب کا احترام کرتا تھا اور گورو نانک دیو میں بھی خاص عقیدت رکھتا تھا۔ اس شریف ہستی کی وجہ سے اہلِ گاؤں میں پیار و محبّت کا دور دورہ تھا۔ اتفاق اور اتحاد نے اہلِ گاؤں کو ترقی کی راہوں پر چلنے کی حوصلہ افزائی کی۔ سب لوگ بھائیوں کی طرح امن و امان کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس پُرامن فضا نے گورو صاحب کے نازک دل پر کافی اثر کیا۔ اور آپ نے کافی کچھ اس ماحول سے حاصل کیا۔

کہا جاتا ہے کہ تلونڈی کو بعد ازاں رام پور کے نام سے موسوم کیا۔ مگر یہ نام زیادہ دیر تک زبان زد نہ رہ سکا۔ گورونانک دیو کی جائے پیدائش ہونے کے باعث ننکانہ صاحب کے اسم گرامی سے مشہور ہوا اور آج تک اسی نام سے مشہورِ عالم ہے۔ لاہور سے یہ جگہ تقریباً ۳۰ یا ۴۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ دورِ حاضر میں یہ جگہ پاکستان کی حکومت کے زیر ہے۔ اب وہاں جنگلی حالت نہیں علاقہ بہت ہی زرخیز اور گنجان آباد ہے۔ گورونانک دیو کی پیدائش گاہ پر ایک مندر "گوردوارہ" تعمیر کروایا گیا تھا۔ بعد ازاں راجہ تیج سنگھ نے اس مندر کی عمارت کو کافی وسیع و کشادہ کر دیا۔ اس میں گرنتھ صاحب کا پاٹھ روزانہ ہوتا ہے اور باقاعدہ کیرتن بھی کیا جاتا ہے۔ ہر سال جشنِ ولادت پر اہلِ ہند اس متبرک مقام کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ حکومتِ پاکستان زائرین کو کافی سہولیات عطا کرتی ہے۔

عہدِ طفلی و تعلیم

گورونانک دیوجی کی تعلیم کے متعلق بھی مصنفین و مورخین میں اختلاف رائے ہے اور یہ اختلاف دراصل آپ کی سوانح عمری (جنم ساکھی) کی بنا پر معلوم ہوتا ہے۔ جنم ساکھی کے مطالعہ سے تو صرف اسی قدر پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک دن پنڈت جی کے پاس اور ایک دن مولوی کے پاس ہندی اور فارسی کی تحصیل کے لئے گئے اور اپنے اُستاد صاحبان کو اپنے روحانی کمال سے قایل کر دیا۔ اساتذہ نے گورونانک کو کامل پایا اور تعلیم و تربیت کی کوئی ضرورت محسوس نہ کی۔ ہمارا قیاس ہے کہ یہ خیال واقعیت و اصلیت سے معرا ہے اور مذہبی عقیدہ کی پیداوار ہے۔ کیوں کہ اس دور میں اسلام اور اسلامی معتقدات کا دور دورہ تھا۔

چوں کہ حضرت محمد صاحب رسول اللہ کو امی[ع] کہا جاتا تھا ہو سکتا ہے کہ جنم ساکھی کا مصنّف اس خیال سے متاثر ہوا اور مذہبی عقیدت کی بنا پر اُس نے گورو صاحب کو اُمی ظاہر کرنے کی کوشش کی ہو تا کہ آپ بھی رسول اللہ سے کم نہ خیال کئے جائیں۔ ہم مودبانہ اس قسم کے مذہبی اعتقادات کے مقلدین سے عرض کرتے ہیں کہ رام چندر جی گورو وشسٹ سے اور سری کرشن چندر سندیپن سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد بزرگ ترین اوتار تسلیم کئے جاتے ہیں۔ بعینہٖ گورو نانک دیو تحصیل علم کے بعد بھی ہادی اعظم اور مرشد اکمل یعنی کامل گورو ہیں۔

تاریخی شواہد اور آپ کے کلام کی بنا پر مذکورہ بالا بیانات غلط ثابت ہوتے ہیں۔ آپ کی قدیم اور موجودہ سوانح عمریوں میں آپ کی تعلیم کے متعلق اشارات مل جاتے ہیں۔ دورِ حاضر کی تحقیق و تدقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ گورو نانک دیو جی اُس عہد کے رسم و رواج کے زیر اثر چھ سال کی عمر کے ابتدائی دور میں یعنی سمت ۱۵۳۲ بکرمی میں گوپال پنڈت جی سے ہندی کی تحصیل کے لئے بھیجے گئے اور وہاں تقریباً تین سال تک ہندی (برج بھاشا۔ اپ بھرنش مروجہ بھی کھاتہ وغیرہ) میں آپ نے قابلیت حاصل کی۔ سمت ۱۵۳۵ بکرمی میں ہندی کی تحصیل کے بعد سنسکرت پڑھنے کے لئے آپ برج لال پنڈت کے پاس گئے۔ چوں کہ آپ کا حافظہ غیر معمولی تھا اور دل و دماغ ضوءِ الٰہی سے مہرِ مبین کی مانند منور تھے بنا بر ایں چار سال میں سنسکرت میں کافی

ع[۱]

مولانا روم ~ باز آمد کائے محمدؐ عفو کن ~ اے ترا الطاف علم من لدن

نظامی گنجوی ~ پس انگہ قلم برعطارد شکست ~ کہ اُمی قلم را نگیرد بدست

مہارت حاصل کر لی۔ سمت ۱۵۳۹ بکرمی میں مولوی قطب الدین صاحب سے فارسی کی تحصیل شروع کی۔ اور اس طرح ایک عالم متبحر کا امتیازی درجہ حاصل کر گئے۔ آپ کے کلام میں متعدد فارسی و عربی الفاظ مستعمل ہیں۔ جو آپ کے کلام کو گلزارِ فصاحت و بلاغت کی شکل میں پیش کر رہے ہیں۔

یہ مسلمہ ہے کہ آپ سُلطان پور میں دولت خان لودھی کے مودی خانہ کے منتظم تھے۔ اُس عہد میں کسی سرکاری اسامی پر وہی شخص مقرر کیا جاتا تھا جو ایک خاص میعار تک فارسی زبان پر عبور حاصل رکھتا ہو۔ ایک لاعلم شخص کو مودی خانہ کی ذمہ داری نہیں دی جا سکتی تھی۔ جب آپ کے بہنوئی جے رام نے دولت خان سے گورونانک دیو کا تعارف کرایا تو وہ آپ کی علمی واقفیت سے بہت متاثر ہوا۔ اور گورونانک دیو جی کو خلعت فاخرہ عنایت کر کے سرفراز فرمایا۔ یہ واقعہ آپ کی علمی قابلیت کی صحیح شہادت ہے۔

گورو گرنتھ صاحب میں آپ کے کچھ شلوک سنسکرت میں لکھے ملتے ہیں جو آپ کو اپنے

دیکھئے "دی سکھ ریلیجن" مصنفہ مکالف جلد اول صفحہ ۳۳:

JAI RAM INTRODUCED NANAK AS AN EDUCATED MAN TO THE GOVERNOR, DAULAT KHAN, WHO APPOINTED HIM STORE KEEPER AND GAVE HIM ADDRESS OF HONOUR AS A PRELIMINARY OF SERVICE,

عہد کا ایک سنسکرت کا عالم ثابت کرتے ہیں اور جو اس امر کی دلیل ہے کہ آپ نے باقاعدہ سنسکرت زبان کا مطالعہ کیا تھا ؎

پڑھ پُستک سندھیا بادنگ   سِل پوجس بقل سمادھنگ
مکھ جھوٹ بھوکھن سارنگ   ترپیہال نہال بچار نگ
گل مالا تلک للاٹنگ   دوے دھوتی بستر کپاٹنگ

پران سنگلی کے مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ آپ جہاں جوگیوں کے علوم سے گہری واقفیت رکھتے تھے وہاں برج بھاشا اور رکھڑی بولی ہندی سے بھی واقف کار تھے۔ [۱]

مذکورہ بالا سطور سے اس غلط فہمی کا ازالہ ہوتا ہے کہ گورونانک دیو کم تعلیم یافتہ تھے جب کہ اس کے برعکس آپ ایک عالم متبحر تھے۔ آپ باقاعدہ طور پر پاٹھ شالہ اور مدرسہ میں تعلیم کے لئے بھیجے گئے جہاں آپ نے خداداد لیاقت وحُسن اخلاق کی بنا پر چند ہی سالوں میں ہندی۔ پنجابی۔ فارسی اور سنسکرت میں ایک خاص معیار تک تعلیم حاصل کی۔ آپ ویدک تہذیب کے حامی تھے۔ مگر برہمنی تہذیب کے بعض پہلوؤں کے آپ مخالف تھے۔ مذہبی تعصّب اور خود غرضانہ تنگ نظری کی آپ نے شدید مخالفت کی۔ آپ اُپ نشدوں سے گہری واقفیت رکھتے تھے کیوں کہ آپ کے کلام میں اُپ نشدوں کی تعلیم کی جھلک

ع[۱] دیکھئے "پران سنگلی" مصنفہ گورونانک دیو صفحہ ۵۰ (ذاتی مخطوطہ)

دسویں دُوار جب ایہہ من گیا   نانک جنم مرن تے استھر بھیا
اُن من ہاٹ جب ایہہ من گیا   ہرجن ہرجی ایکو بھیا
جیسے سلّے سلّ سمانا   اٹھی ترنگ جل ماہیں سمانا

صاف دکھائی دیتی ہے۔

رسمِ زنّار (یگیوپویت)

تاریخی، سیاسی، مذہبی اور معاشی شواہد سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ چودھویں صدی تک اسلامی حکومت کی جڑیں مضبوط ہو چکی تھیں۔ پنجاب میں صوفیائے کرام کی تعلیم کا بہت اثر تھا۔ برہمنی تہذیب کی اصلی حالت پیچیدہ ہو چکی تھی ہندو دھرم نازک دور سے گذر رہا تھا۔ بیرونی وخارجی علامات ہی دھرم کی نشانی خیال کی جاتی تھیں۔ ویدک دور میں جو آریائی رسوم کسی قاعدہ واصول کی پابندی کے لئے قائم کی تھیں اس دور میں صرف اُن کی پابندی لازمی رہ گئی تھی مگر اُن کے اختیار کرنے کے بعد جن فرائض کی انجام دہی کی تلقین کی گئی تھی اُس کا کوئی خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ اُن رسوم میں سے ایک رسمِ زنّار بھی تھی۔ بیدی خاندان میں بڑی دھوم دھام سے اس رسم کو ادا کیا جاتا تھا۔ مگر ویدک اصول کی پابندی لازمی نہ تھی۔ صرف رسم کا ادا کرنا ہی فرضِ اوّلین سمجھا جاتا تھا۔

جب گورونانک جنجو پہننے کے قابل ہوئے تو آپ کے والد کلیان چند جی نے خاندانی رسم کے مطابق اپنے رشتہ داروں کو بُلایا۔ اور اس جشن کے لئے کافی خرچ کیا۔ ہردیال پنڈت (کُل پروہت) اس رسم کی تکمیل کے لئے بُلائے گئے۔ گورونانک دیو بچپن سے ہی ظاہرداری اور جھوٹی نمایش کے خلاف تھے۔ اب اُن کا دل ودماغ تعلیم سے بھی روشن ہو چکا تھا۔ رسم کی ادائیگی کے وقت گوروصاحب نے ہردیال پنڈت سے مودّبانہ عرض کیا کہ پنڈت جی! سُننے۔ براہمن یا کھتری ہو کر جنجو پہن لیا اور بدی کرتا رہا تو

اس سے کیا فائدہ: جنجو تو روحانی ہونا چاہیئے جس کی بدولت انسان اصلی معنوں میں انسانیت حاصل کر سکے۔ پنڈت جی نے پیار سے گورو جی سے پوچھا کہ اے نانک وہ کس قسم کا جنجو ہے جس کے پہننے سے انسان نجات حاصل کر سکتا ہے تب گورو صاحب نے فرمایا۔

دیا کپاہ سنتوکھ سوت جت گنڈھی ست وٹ

ایہہ جنیو جیہ کا ہئی تاں پانڈے گھت

نہ ایہہ ٹٹے نہ مل لگے نہ ایہہ جلے نہ جائے

دھن سو مانس نانکا جو گل چلے پائے

پنڈت جی سے نانک دیو جی نے کہا کہ یہ جنجو تو جسم کے ساتھ یہیں رہ جائے گا۔ پھر اس سے کیا فائدہ جو دربارِ الٰہی تک نہ جا سکے۔ پنڈت جی نے حیران ہو کر کہا کہ ' اے نانک! جنجو کو تو آریہ لوگ شروع سے ہی پہنتے چلے آ رہے ہیں آپ انکار کیوں کرتے ہیں۔ گورو جی نے جواب دیا کہ میں درج ذیل بُرائیوں کو دیکھ کر اس ویدک رسم سے گریز کرنا چاہتا ہوں ۔

چوکڑ ٹل انائیا بہہ چوکے پایا   سکھا کن چڑھائیاں گور برہمن تھیا

اوہ موا اوہ جھڑ گیا وے تگا گیا

لکھ چوریاں لکھ جاریاں لکھ کوڑیاں لکھ گال

لکھ ٹھگیاں پہنا میاں رات دِنس جیہ نال

گورو صاحب نے کہا کہ اے پنڈت جی! یہ سب بناوٹی اشیا ذات الٰہی کے رُوبرو کوئی قیمت نہیں رکھتیں۔ انسان کو باطنی صفائی کی ضرورت ہے۔ تزکیۂ نفس کی ضرورت ہے۔ پنڈت جی نے کہا کہ اے نانک میں ان دلایل کا قایل ہوں مگر آپ کے والد کالو جی نے کافی دولت خرچ کی ہے اور اس طرح آپ کے انکار کرنے سے اس سب کئے کرائے

پر پانی پھر جائے گا۔ اب آپ جیسا چاہیں ویسا کیجئے۔ گورو صاحب نے پھر کہا ؎

تنگ کپاہے کتنے بامن وٹے آئے   کوہ بکرا رِنھکھایاسب کوآکھے پائے

ہوئے پرانا سُٹئے بھی پھر پاہیئے ہور   نانک تنگ نہ ٹٹئی جے تنگ ہووے جور

جو رِشتے دار وہاں جمع ہوئے تھے وہ گورو صاحب کی دلایل سے لاجواب ہو گئے اور سب حیران تھے کہ اب کیا کیا جائے۔ اس نازک حالت و پریشانی کو دیکھ کر کالو جی نے گورو صاحب سے کہا کہ اے بچّہ نانک بزرگوں کا کہنا ہے کہ عارف بھی مذہبی رسم و رواج اور کرم و کانڈ کو ترک نہیں کرتا کیوں کہ بچّے ہمیشہ بزرگوں کے نقش قدم پر چلا کرتے ہیں۔ گورو صاحب والد کے فرماں بردار بیٹے تھے اور گیتا کے پیغام سے بھی بخوبی آشنا تھے۔[علے] آپ نے فوراً سرِ تسلیم خم کیا اور جنیو پہن لیا۔ مگر بعد میں اُتار دیا۔

مذکورہ بالا اسطور سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ گورو صاحب وسیع دل اور وسیع نظر تھے۔ آپ کو ہندو دھرم سے کسی قسم کی نفرت نہیں تھی آپ تو ہندو دھرم کو پاک و

علے دیکھئے "شریمد بھاگوت گیتا" دھیائے اٹھارہ شلوک ۶ :

एतान्यपि तु कर्माणिसङ्‌ त्यक्त्वा फलानि च ।
कर्तव्यानीति मे पार्थ निश्चितं मतमुत्तमम् ।।

(ترجمہ۔ اس لئے اے پارتھ یہ یگیہ دان اور تپ روپ کرم اور دیگر نیک کرم خواہش کو چھوڑ کر فیصلہ کرنے چاہئیں ایسا میرا یقین کیا ہوا فرمان ہے۔

دیکھئے "بالے والی جنم ساکھی" اُردو مترجم گیانی سوہن سنگھ صـ ۳۷ :

تب بابا جی نے جنیو پہن لیا۔

صاف کرنا چاہتے تھے۔ آپ ویدک تہذیب سے متفق تھے مگر فریب مکاری اور یگیو پویت خارجی علامات جو خود غرضی پر مبنی تھیں کے خلاف تھے۔ بنابرایں آپ نے اس رسم کے خلاف آواز بلند کی اور اہلِ ہنود کو بتایا کہ یہ بیرونی علامات دھرم نہیں بلکہ ان کے پردہ میں جو اصول و قواعد مرتب کئے گئے ہیں ان کی پیروی کرنا ہی دھرم ہے۔ یہ علامات تبھی مفید ہو سکتی ہیں جب ان کا احترام کیا جائے۔ اگر جنجو پہننے کے بعد بھی انسان باطن کو صاف نہیں کرتا اور دنیوی لالچ و عیش و عشرت میں مبتلا ہو کر حرص، غلبہ، شہوت اور دنیوی محبّت کے زیرِ اثر گمراہ ہو جاتا ہے تو پھر ان علامات کا کوئی فائدہ نہیں اور آپ کا یہ جہاد دراصل ہندو دھرم کو مضبوط بنانے کے لئے تھا۔ مگر اس عہد میں اس قسم کی زبردست آواز بلند کرنا قابلِ تعریف ہے اور یہ کام صرف ایک کامل مرد اور روحانی مرشد ہی کر سکتا تھا۔ اگر نظرِ غایر سے دیکھا جائے تو گورو صاحب کے اس انکار سے ہندو دھرم میں اصلاح نمایاں ہوئی اور لوگوں نے عملی زندگی کو اپنانا شروع کر دیا۔

تقریباً چالیس سال پیشتر ازیں بیدی گھرانوں میں یہ رسم جاری تھی۔ مگر موجودہ دور میں اب یہ کسی کسی گھر میں رسم اپنائی جاتی ہے۔ اور یہ تبدیلی موجودہ سیاسی رُجحانات کے زیرِ اثر پیدا ہوئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ گورو صاحب کی پیدائش کے وقت اسلام اور ہندو دھرم کے تصادم اور اتصال سے کچھ اس قسم کی پیچیدگی پیدا ہو گئی تھی کہ نہ تو ہندو دھرم ہی اور نہ اسلام ہی خالص رہ گیا تھا۔ اسلام میں مذہبی تعصّب شامل ہو گیا تھا اور ہندو دھرم رسم و رواج کا دام فریب کی شکل اختیار کر رہا تھا اور گورو صاحب اصلیت کے حامی تھے۔ مگر اپنے والد بزرگوار کے حکم پدری کے روبرو گورو صاحب نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ اس رسم کے مطابق جنجو پہن لیا اور شری رام چندر کی مثال فرمانبرداری

وطاعت گذاری کا حق ادا کیا اور گیتا[1] کے پیغام عمل کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ کیوں کہ آپ کو معلوم تھا کہ عارف کے لئے اس قسم کی مذہبی رسوم کوئی خاص وقعت نہیں رکھتیں مگر خوف اس امر کا ہے کہ جُہلا اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے بزرگوں کی مثال دے کر اپنا اُلو سیدھا کرنے کی تلاش و جُستجو کے متمنّی ہوتے ہیں اور گمراہ ہو جاتے ہیں۔

مشاغل و مصروفیات

سری گورو نانک دیو جی کی سوانح عمری کے مطالعہ سے یہ حقیقت نمایاں ہوتی ہے کہ آپ کا شغل اوایل عمر میں ہی معرفت الٰہی تھا ہمیشہ آپ یادِ الٰہی و ذکر اللہ میں مشغول و مصروف رہتے تھے۔ آپ علم و عرفان کے خزینہ دار تھے۔ اور نقاشِ نگارستانِ قدرت

ع[1] دیکھئے "شری مدبھاگوت گیتا" مصنفہ سری کرشن چندر ادھیائے تیسرا شلوک ۲۰ اور ۲۱

कर्मणैव हि संसिद्धिमास्थिता जनकादय: ।
लोकसंग्रहमेवापि संपश्यन्कर्तुमर्हसि ।।२०।।
यद्यदाचरति श्रेष्ठस्ततदेवेत्तरो जन: ।
स यत्प्रमाणं कुरुते लोकस्तदनुवर्तते ।।२१।।

ترجمہ: اس طرح جنک وغیرہ عارف بغیر حرص کرم کی بدولت اختیاری منزل کو پہنچے ہیں۔ اس لئے اور لوک سنگرہ کو دیکھتا ہوا تو کرم کرنے کے ہی لائق ہے۔ کیوں کہ عارف و سالک جو جو عمل کرتا ہے عوام اس کی تقلید کرتے ہیں وہ انسان جو نقوش چھوڑتا ہے۔ عوام اُس کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔

وصورت گر مرقع اوصافِ الٰہی تھے۔ سخن فہمی میں لاثانی، گرہ کشائے عقدہ، معانی۔ واقفِ اسرارِ نہانی، قدرت وقادر کے حقیقت شناس، وید و شاستر کے عالم متبحر، کرم کانڈ سے باخبر تھے۔ استغراق اور تفکر میں ہمیشہ غوطہ زن رہتے تھے۔ معرفت وحقیقت کی جستجو میں محو، ہمدردی و رواداری کے پیکر تھے۔ درویشوں اور فقیروں کی حاجت روائی میں ہمیشہ مشغول ومصروف تھے۔ والد کلیان چندجی کو جو دنیوی دولت کے متمنّی تھے اپنے عارف صادق فرزند کی یہ عادات پسند نہ تھیں۔ انھیں مہاتما بدھ کے باپ کی مانند خوف تھا کہ نانک بُدھ کی طرح دنیوی دولت کو ٹھوکر مار کر گوشہ نشین نہ ہوجائے۔ اس لئے آپ نے گورو صاحب کو کسی کام میں مصروف کرنے کی کوشش شروع کی۔

تقریباً سمت ۱۵۳۵ میں گورو صاحب کو مویشی چرانے کے لئے بھیجا۔ گورو صاحب کرشن چندرجی کی مانند بہ خوشی اس کام میں جُٹ گئے۔ مگر کھیتوں میں جاکر آپ ذکرِ الٰہی میں مصروف ہوجاتے۔ مراقبہ میں بیٹھ جاتے۔ یادِ الٰہی میں ایسے محو ہوتے کہ مویشی زمینداروں کے کھیتوں کو برباد کر دیتے۔ کالو چندجی کے پاس شکایت آتی۔ وہ بہت غصہ ہوتے۔ مگر رائے بُلار کو جب معلوم ہوا تو اُس نے کالو چند کو تلقین کی کہ تیرا بیٹا نانک ایک عارف ہے اِسے غُصّہ سے تحدیدمت کیا کرو۔ میں خود نقصان کی تلافی کردوں گا۔ دراصل رائے بُلار کو ایک دن یہ کرشمہ دیکھ کر کہ نانک دیوجی پر ایک افعی سایہ کئے ہوئے تھا۔ کامل یقین ہوگیا تھا کہ نانک یاتو کوئی فرشتہ خصلت انسان ہے یا خدا کا بھیجا ہوا رسول ہے۔ اب کلیان چندجی نے گورو صاحب کے لئے تجارت پیشہ اختیار کرنے کے لئے سوچا۔ کیونکہ کالو چندجی نے یہ بھی کوشش کردیکھی تھی کہ شاید نانک کا دل کاشت کاری میں بندھ جائے مگر وہاں بھی ناکامیابی کا مُنہ دیکھنا پڑا۔ ایک دن گورو نانک دیوجی پر جد

طاری ہوا۔ والدین نے نانک کو کسی بیماری میں مبتلا خیال کر کے ایک طبیب کو بلایا۔ جب طبیب نے نبض دیکھ کر شفا کے لئے کسی نسخہ کی تجویز کی تو آپ نے فرمایا ؎

وید بلایا وید گی پکڑ ڈھنڈولے بانہہ   بھولا وید نہ جانئی کرک کلیجے ماہہ

اس طرح گوروجی کو مستانہ وار دیکھ کر کالوجی کے دل میں ہوک اُٹھتی تھی۔ وہ اپنے بیٹے کو ایک مست قلندر دیکھنے کی بجائے دولت مند اور متمول نانک دیکھنا چاہتے تھے۔ بنا برایں اُنھوں نے گورو صاحب کو بیس روپے دیئے اور کہا کہ کوئی فائدہ مند سودا کر کے دولت کماؤ۔ گورو صاحب جب جنگل میں پہنچے تو انھوں نے چند دن کے بھوکے سادھوؤں یعنی درویشوں کو دیکھا۔ آپ نے خیال کیا کہ اس سے بڑھ کر اور کون سا فائدہ مند سودا ہو سکتا ہے۔ پس پھر کیا تھا فوراً شہر سے رسد خرید کر سادھوؤں کو دعوت دی گئی۔ جب واپس گھر آئے تو والد نے غصّہ میں آ کر ایک چانٹا مُنہ پر لگایا۔ ہمشیرہ نے فوراً باپ کو روکا اور سمجھایا کہ نانک کو آپ ایک معمولی بیٹا نہ خیال کیجئے یہ تو کوئی کامل درویش خدا رسیدہ ہے۔ باپ اب تنگ آچکا تھا۔ نانکی کی شادی سُلطان پور رلودھیاں میں ہوئی۔ گورو نانک دیوجی کے بہنوئی جے رام شاہی کارندے تھے آپ کی سفارش سے دولت خاں لودھی نے گوروجی کو اپنا مودی مقرر کیا۔ کہا جاتا ہے کہ مودی خانہ میں جب آپ وزن کرتے وقت تیرہ کے عدد کو شمار کرتے تو آپ کو تیرہ سے خدا کی یاد آجاتی اور ایک قسم کا وجد طاری ہو جاتا اور کافی دیر تک تیرہ ہی تیرہ کہہ کر وزن کرتے رہتے اور درویشوں اور فقیروں کو خوب جھولی بھر بھر کر آٹا وغیرہ دیتے۔ نواب صاحب کے پاس شکایت پہنچی۔ حساب کیا گیا مگر عارفوں کی فتح رہی۔ کالوچند جی بھی ان روحانی اعمال کو سُن کر پند و نصائح کے لئے

سُلطان پور آئے اور خوب سمجھایا بجھایا۔ آخر سب نے مل کر تجویز کیا کہ اب نانک کو شادی کی سُنہری ورو پہلی زنجیروں میں جکڑنا چاہیئے۔ شاید اس طرح خانہ داری کے چکر میں پھنس کر نانک رہِ راست پر آجائے گا۔

شادی خانہ آبادی

والدین کا قیاس تھا کہ گورو نانک دام دولت میں بھولے پنچھی کی طرح پھنس کر دنیوی مصروفیات و مشغولیات میں مستغرق ہو کر ذکر الٰہی تو کیا اپنی ذات کو بھی بھول جائے گا اور شب و روز عیش و آرام کے خواب لیتا رہے گا اور ایک دن رئیس اعظم کی شکل اختیار کر جائے گا۔ مگر سری گورو نانک، منزلِ معرفت کے سالک، محبوبِ حقیقی کے عاشقِ صادق بھلا دولت کے چکر میں کیسے گرفتار ہو سکتے تھے۔ ہر لمحہ عبادت و ریاضت میں مشغول، عیاں و نہاں ذکر الٰہی میں مصروف، اسرارِ سرمدی میں ہر گھڑی غوطہ زن، مراقبہ میں محو۔ ذاتِ الٰہی میں فنا، ہر وقت نغمۂ الٰہی کے شائق، اپنی مستی میں مست رہتے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار نے اس حالت کو دیکھ کر دنیا کے نشیب و فراز کے نقشے کھینچے۔ پند و نصائح سے روکنا چاہا۔ مگر آپ کی ہر کوشش بے کار ثابت ہوئی۔ آخر آسمانِ معارف کے اس شہباز کو ازدواجی طلائی دام میں پھانسنا چاہا۔ کیوں کہ مہاتما بدھ کے والدین کی مثل آپ کا خیال تھا کہ اگر نانک کو سلسلۂ عقد میں جکڑ لیا گیا تو ان سُنہری زنجیروں سے رہائی مشکل ہوگی۔

گورو نانک دیو اس قید سے آزاد رہنا چاہتے تھے۔ ازدواجی خلوص کی رسیوں کو آپ ایک آہنی زنجیر خیال کرتے تھے مگر ہمشیرہ اور والدین کے اصرار سے آپ

کی شادی بٹالہ، ضلع گورداسپور کے ساکن مُولا چونا کھتری کی دختر نیک اختر سُلکھنی جی سے ہوئی۔ یہ رسم ویدک تہذیب[1] کے زیر اثر ادا کی گئی۔ پنڈت ہردیال نے اس شادی کی رسم کو پورا کیا۔ زبردست شان وشوکت سے بیاہ ہوا۔ گورو صاحب کی سوانح عُمری کے مطالعہ سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ یہ خلوص کی کشش بھی بے کار ثابت ہوئی۔ ماتا سُلکھنی عموماً اپنے میکے ہی رہتی تھی۔ گورو صاحب کے گرہست آشرم کے متعلق صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے کوئی دلچسپی اس میں نہیں لی کیوں کہ ماتا سلکھنی ہمیشہ آپ کے خلاف والدین سے شکایت کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ آپ ازدواجی بحر میں

---

[1] دیکھئے "سری گور پرتاپ سورج" جلد ۳ مولفہ بھائی ویر سنگھ صفحہ ۳۱۱، ۳۱۲

بیدی جے برند او بیدی سرزومنی بیدی رچی جنہہ گے تہہ بھائیں

نیچ جہاں وِج راج بزاحت ہیر سماج اُٹھے ہر کھائی

دے مکھ آشکھ کو سُکھ پائے گئے سبھ بیں تہاں جیوں گھائی

بید کے منتر اُچار تبھے ریت کری جو بید نے گائی

اِت پرودھا ہردیال بہر مولے کے پرودھا

پڑھے ساکھو چار کو ترا پدرک کری سودھا

اُت کہہ چونا گوت ویت جیوں نیک سہائی

سُن کر نرتہہ کالی رہے ہردے ہر کھائی

سبھ لوک وید کے دِدھ کری جیوں جیوں دِحن رجائے دیئے

الیو یان گرہن کئے دان دیئے سوستی بول ور بپر لیئے

کنول کی مانند رہتے ہوئے ذکر الٰہی میں مصروف و منہمک رہتے تھے۔ آپ کی زوجہ مطہرہ زیادہ دیر تک آپ کے پاس نہیں رہی۔ آپ کی ہمشیرہ نانکی نے کافی کوشش کی کہ پیارا بھائی ازدواجی خلوص میں بندھا رہے۔ گورو صاحب کے ہاں دو بیٹے متولّد ہوئے۔ بڑے کا نام شری چند تھا جو یال یرم چاری کہے جاتے ہیں جنھوں نے بچپن میں ہی گورو صاحب سے درس معرفت حاصل کیا اور آیندہ زمانہ میں "اُداسی فرقہ" کے بانی ہوئے اور اُداسی درویش "سادھو" کے نام سے مشہور رہیں۔ دوسرے فرزند کا نام لکشمی چند تھا جنھوں نے شادی کر کے دنیوی کاروبار کو ترجیح دی۔ آپ کی اولاد بیدی باوے کہلاتی ہے جب کہ دیگر بیدی صرف بیدی نام سے مشہور رہیں۔ چوں کہ گورو صاحب ہمیشہ مراقبے میں بیٹھے رہتے۔ عیش و آرام آپ کو ہلاہل دکھائی دیتے۔ خلوص ازدواجی روحانی ترقی کی رُکاوٹ معلوم ہوتا بنا بریں وہ جلدی ہی اِن سُنہری زنجیروں کو توڑ کر علیحدگی اختیار کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے فوراً اپنے دلی مقصد کو پورا کرنے کے لئے مال و متاع کو فقیروں اور درویشوں میں بانٹ دیا۔ مظلوموں کی فریاد و دُکھوں کو سُننے اور انھیں دور کرنے کے لئے مستعد ہوتے۔ ماتا سُلکھنی اب نانک دیوجی کے پاس نہیں رہ سکتی تھی۔ اس لئے ماتا جی اپنے دونوں بیٹوں کو ہمراہ لے کر میکے گھر چلی گئیں جب کہ گورو صاحب ہندوستان و دیگر ممالک کی سیر و سیاحت کے لئے تیار ہوئے۔

تغیّرِ جذبات

کہا جاتا ہے کہ مودی خانہ شاہی کی مصروفیات کے دوران میں ایک دفعہ گورو صاحب کسی غریب درویش کو ترازو میں اُردڈال کر تول رہے تھے۔ جب وزن

کی تعداد کو شمار کرتے ہوئے تیرہ عدد پر پہنچے تو آپ پر "ہمہ اوست" کا نشہ طاری ہو گیا اور حالتِ وجد میں تیرہ ہی تیرہ متواتر کہتے رہے۔ اور نتیجہ کے طور پر اصلی وزن سے زیادہ فقیر کو دے دیا۔ فقیروں اور درویشوں نے آپ کی اس حالتِ بےخودی سے خوب استفادہ کیا اور شہر میں آپ کی سخاوت کا چرچا ہوا۔ اعدا آتشِ حسد سے شعلہ بجاں ہوئے۔ نواب کے پاس آپ کی بےپروائی کی شکایت کی۔ حساب کیا گیا۔ قدرت خدا کی دیکھئے کہ گورو نانک دیوجی کی رقم نواب کی طرف نکلی۔ مودی خانہ میں نقصان کی بجائے فائدہ ثابت ہوا۔

نواب اور اہلِ دنیا کے اس روّیہ کو دیکھ کر گورو نانک دیوجی کے جذبات میں ایک انقلابِ عظیم پیدا ہوا۔ ترک دُنیا کے لئے مستعد ہوئے اور یک دم دنیوی عیش و آرام، جاہ و حشم اور دولت و ثروت کو ٹھوکر مار دی۔ ایک دن آپ بیں (ندی) میں غسل کرنے کے لئے گئے اور وہاں مراقبہ میں بیٹھ گئے اور کئی دن تک آپ پر وجد طاری رہا۔ قیاس ہے کہ اسی اپنی مستی کی حالت میں جنگل کے اندر کسی خدا رسیدہ درویش سے آپ کی ملاقات بھی ہوئی۔ اور اس ہستیٔ عظیم کا زبردست روحانی اثر آپ کی ذات پر پڑا۔ دل کے اندرونی گوشوں تک روحانی شعاعیں پہنچ گئیں۔ تابِ شعلہ عشق سے دل منوّر ہوا۔ تین دن تک بےخودی و وجدِ الٰہی میں بےخود پڑے رہے۔ ہر جگہ و ذرّہ ذرّہ میں محبوب کا جلوہ دکھائی دیا۔ گھر بار بھول گئے۔ جب ذرا مستی کا زور کم ہوا تو واپس گھر لوٹ آئے اور اپنی تمام دولت اور مال و متاع فقیروں اور درویشوں میں تقسیم کر دیا۔

یہ وہ وقت تھا جب کہ آپ شریعت۔ طریقت اور حقیقت سے گذر کر

معرفت کی منزل میں داخل ہو چکے تھے۔ منصور حلاج کی مثل "انا الحق" کی منزل میں پہنچ چکے تھے اور ہر جگہ تجلیات الٰہی ایک۔ اپنی مستی کا نقشہ پیش کر رہی تھیں ؎

مدرسہ یا دہر تھا یا کعبہ یا بت خانہ تھا　　ہم سبھی مہمان تھے واں ایک تو ہی صاحب خانہ تھا

ہندو مسلمان آپ کی نظر میں یکساں تھے۔ آپ "نہ ہیں ہندو نہ مسلمان" کی رٹ لگا رہے تھے۔ آپ نے انسانیت کا پرچار کرنا شروع کیا۔ مذہبی اختلافات کے خلاف آواز بلند کی۔ آپ کی اس اعتدال پسندی سے لوگ حیران ہو گئے۔ آپ نے ڈنکے کی چوٹ یہ تبلیغ کرنی شروع کی کہ دربارِ الٰہی میں صرف انسان کے اعمال و افعال کی بنا پر انصاف و عدل ہوگا۔ ہندو مسلمان کا وہاں کوئی خیال نہیں کیا جائے گا۔ اس قسم کی روحانی تقاریر کو سن کر نواب نے آپ کو مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے مدعو کیا۔ ہندوؤں میں شور برپا ہوا۔ مگر گورو نانک دیو مسجد میں حاضر ہوئے۔ قاضی اور نواب و دیگر نماز گذاروں کو رہِ راست دکھایا اور کہا کہ نمائش و ظاہر داری حق تعالیٰ کو پسند نہیں۔ نواب و قاضی آپ کی تقریر سے متاثر ہوئے۔

آہستہ آہستہ آپ کے جذبات میں اتنی تبدیلی آئی کہ اب آپ دنیوی کاروبار میں بالکل بھی دلچسپی نہ لیتے تھے۔ یہاں تک کہ گفتگو بھی کم کرتے تھے۔ عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے۔ تلونڈی سے آپ کا ایک بچپن کا دوست مردانہ میراثی یہاں آیا ہوا تھا۔ صرف یہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ جو رباب بجا کر نغمہ الٰہی سنا کر آپ کو الٰہی نشہ میں محو رکھتا تھا۔ ایک دوسرا دوست بالا جاٹ بھی آپ کی خدمت میں رہتا تھا۔ ان دونوں دوستوں کے ساتھ آپ حمدِ الٰہی میں

مصروف رہتے۔ آخر اپنی ہمشیرہ سے اجازت لے کر سیر و سیاحت کے لئے مستعد ہو گئے۔

لباس فقر

جب گورو صاحب نے ترکِ دُنیا کا عزمِ مصمّم کر لیا تو قیمتی ملبوسات و زیورات کو اُتار پھینکا۔ اہلِ عالم کے رنج و غم میں شریک ہونے کے لئے درویشی لباس کو زیب تن کیا اور خرقہ فقر کو اوڑھ لیا۔ آپ نے دشوار گذار دشت و جبل کو پیدل عبور کیا۔ ہندوستان کے مقدّس مقامات اور دیگر شہروں کی زیارت کے وقت گورو نانک دیو اپنے سر پر مسلمان قلندروں کی ٹوپی اور کبھی کبھی دستارِ فقر پہنا کرتے تھے۔ سُرخ رنگ کی جیکٹ (فتوحی) اوڑھا کرتے تھے۔ سر پر سفید چادر باندھ لیا کرتے تھے۔

اس عجیب و غریب لباس میں ملبوس گورو نانک دیو جی ہندوستان کے گوشے گوشے میں گھومتے پھرتے رہے۔ عوام کو یہ پتہ نہ چلتا تھا کہ آپ کس مذہب (ہندو یا مسلمان) سے تعلق رکھتے تھے۔ کوئی آپ کو ہندو خیال کرتا تھا کوئی آپ کو مسلمان قلندر سمجھتا تھا۔ جب آپ زیارت کر چکے تو آخری عمر میں آپ کرتار پور میں آباد ہو گئے اور وہاں صبح و شام کیرتن (سماع) ہوا کرتا تھا مگر آپ نے اب درویشی جامہ اتار دیا اور ایک سادہ لباس پہن لیا۔ آپ کا اس تبدیلی سے مقصد یہ تھا کہ لباس تو صرف ظاہرہ علامت ہے اور جسم کی حفاظت کے لئے ہے۔ اس کا اثر دل و دماغ پر کم ہوتا ہے۔ دل کو تو صفائی اور سچائی کی ضرورت ہے۔

بابِ دوم

(اُداسی پہلی)

(بحیثیت تارکِ دُنیا گورو نانک کا سفرِ اوّل)

تبلیغی سیر وسیاحت

تاریخوں اور جنم ساکھیوں سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ جب گورو صاحب تارکِ دُنیا ہو بیٹھے۔ آپ کے والدین کو ترکِ عالم کی خبر ذرا دیر سے پہنچی، مگر جب وہ اس ناگہانی تبدیلی سے آگاہ ہوئے تو وہ بہت دل شکستہ ورنجیدہ خاطر ہوئے۔ اور فوراً اپنے میراثی مردانہ کو اس خبر کی حقیقت کا پتہ لینے کے لئے سُلطان پور بھیجا۔ گورو صاحب مردانہ سے تپاک اور گرم جوشی سے مِلے اور دِلی مسرّت سے لبریز ہو گئے۔ اور اُسے رازِ نہانی سے آگاہ کیا۔ مردانہ بخوشی آپ کے ساتھ سفر پر روانہ ہونے کے لئے مستعد ہو گیا۔ بس پھر کیا تھا گورو صاحب نے بے بے نانکی جی سے کچھ روپے مردانہ کو دلوا کر ایک رباب منگوایا۔ گورو صاحب کا ایک دوسرا دوست و یارِ غار

بالا نامی جاٹ تھا جو پہلے سے ہی گوروصاحب کی صحبت میں شریک رہ چکا تھا۔ بالا تو گوروصاحب میں پیشتر ازیں زبردست اعتقاد رکھتا تھا اور آپ کے معجزوں اور روحانی کرشموں کا قائل تھا۔ یہ تینوں ساتھی اُس سفر کے لئے جو اُس عہد میں سفر کے نام سے موسوم تھا تیار ہوئے۔ مگر بالا گوروصاحب کے ہمراہ اُس وقت ہوا جب وہ تلونڈی رائے بلار کے پاس گئے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اُس عہدِ وسطیٰ میں ذرائع آمدورفت بہت کم تھے۔ مُلک غیر آباد بھی تھا۔ دشوار گذار جنگلات اور کوہستانی علاقوں کو عبور کرنا کوئی خالہ جی کا گھر نہ تھا۔ دریاؤں ندیوں اور نالوں پر پُل نہ ہوتے تھے۔ سڑکیں بھی نہ تھیں۔ ڈاکوؤں، ٹھگوں، راہ گیروں اور چوروں کا خطرہ جگہ جگہ تھا۔ اس قسم کے تمام مصایب و تکالیف کی پرواہ نہ کرتے ہوئے گوروصاحب نے انسانیت، آدمیت۔ ہمدردی۔ رواداری، خودداری، حُب وطن اور توحید پرستی کی تلقین کرنے کا بیڑا اُٹھایا۔ سُلطان پور میں آپ تقریباً ۱۳ یا ۱۴ سال تک اپنے فرایض کی انجام دہی دیتے رہے۔ غریبوں، مفلسوں اور مظلوموں میں رہ کر آپ نے حقیقت و اصلیت کو خوب پہچانا۔ شاہی خدمت کو طوق غلامی سمجھا۔ دنیوی عیش و عشرت کو روحانی قید خیال کیا۔ مردانہ سے گوروصاحب نے رباب پر ایک نغمہ گانے کو کہا۔ جب مردانہ نے مستی میں جھوم کر گایا "تو ہی نرنکار، تو ہی نرنکار" نانک بندہ تیرا" تو گوروجی پر وجد طاری ہو گیا۔ اور سمت ۱۵۵۶ بکرمی میں آپ نے سُلطان پور کو خیرآباد کہا اور وہاں سے ایک طویل سفر پر روانہ ہوئے۔

لاہور

سُلطان پور سے چل کر آپ بہت سے دیہات، قصبات میں سے گذرتے ہوئے عوام کو رہِ راست دکھاتے ہوئے اُن کی تلخ زندگی کا جائزہ لیتے ہوئے لاہور پہنچے۔ جواہر لعل کے ہاں آپ نے قیام کیا۔ آپ کی شہرت شہر میں آگ کی طرح پھیل گئی، مسلمان صوفیائے کرام و درویشوں اور ہندوؤں سادھوؤں اور سنتوں سے روحانی مناظرے و مناقشے ہوئے۔ سیّد احمد شاہ اور اُس کے مریدوں سے روحانی مباحثے ہوئے۔ سیّد صاحب آپ کی دلی صفائی اور آپ کے خیالات سے بے حد متاثر ہوئے۔ دیگر لوگ بھی آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے اور آپ کے حلقہ مریدی میں داخل ہوئے۔

ایمن آباد

لاہور سے روانہ ہو کر نانک دیو جی مع دو دوستوں کے ایمن آباد پہنچے۔ ذات پات کے مسئلہ کی تنسیخ کی خاطر لالو نامی ایک بڑھی کے گھر آپ نے قیام کیا۔ گورو صاحب کی اس بلند نظری اور آزادہ روی سے بے چینی پیدا ہوئی اور گورو صاحب کے خلاف لوگوں نے کڑی نقطہ چینی شروع کر دی اور کہا کہ یہ کیسا کھتری ہے جو نیچ ذات کے ہاتھ کا چھُوا ہوا کھاتا ہے۔ گورو صاحب کے دورانِ قیام میں وہاں کے دیوان ملک بھاگو نے برہم بھوج کا انتظام بڑی شان و شوکت سے کیا۔ گورو صاحب کو بھی تکبر آمیز کلمات سے مدعو کیا۔ اوّل تو گورو جی نے انکار کر دیا مگر ملک بھاگو کے اصرار کرنے سے آپ اس شاہی دعوت میں شریک ہوئے۔ ملک بھاگو کے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میں

امیروں کی دعوت میں اس لئے شریک ہونے سے گریز کرتا ہوں کہ ان کی دولت غریبوں کے خون کو چوس کر جمع کی جاتی ہے۔ حرام وحلال کی تشریح کی۔ ملک بھاگو کی مرغن روٹی سے خون ٹپکتا ہوا دکھایا اور لالو کی سوکھی روٹی سے شیریں دودھ کی دھار بہتے ہوئے ثابت کی۔ اہلِ محفل آپ کی دلیری اور راستی سے متاثر ہوئے۔

کہا جاتا ہے کہ اس جگہ ایک سخت واقعہ پیش آیا جس سے گورو صاحب کے دل پر کڑی چوٹ آئی۔ واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن ایمن آباد میں ایک مسلمان رئیس کے ہاں شادی تھی۔ مردانہ بھی اس شاہی دعوت میں مدعو کیا گیا۔ اُس کی خاطرداری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا مگر جب رئیس کو یہ پتہ چلا کہ مردانہ ایک ہندو فقیر کا ہمراہی اور یارِ غار ہے تو اُسے خوب زدوکوب کی گئی اور اُسے کہا گیا کہ تو کیوں ایک کافر کے ساتھ رہ کر کُفر کی تلقین کر رہا ہے۔ اس حادثہ کو سُن کر گورو صاحب کے دل کا شیشہ چور چور ہو گیا۔ آپ نے لالو سے فرمایا کہ ان لوگوں کے اس متعصبانہ اور مغرورانہ سلوک سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ کوئی سخت مصیبت آنے والی ہے۔ آپ کی پیشین گوئی چند روز کے بعد سچّی ثابت ہوئی کیوں کہ بابر نے اپنے حملہ کے وقت اِس گاؤں میں خوب لوٹ مچائی اور قتلِ عام کا منظر بھی پیش کیا۔

سیالکوٹ

ایمن آباد سے رُخصت ہو کر گورو صاحب توحید پرستی کی اشاعت کرتے ہوئے سیالکوٹ پہنچے۔ وہاں آپ کی ملاقات ایک مُسلمان درویش حمزہ غوث سے ہوئی جو اہلِ سیالکوٹ کے سلوک سے نالاں تھا۔ اُن کی بربادی کا خواہاں تھا۔ گورو صاحب نے

درویش سے اس رنجیدگی اور خفگی کی وجہ پوچھی۔ درویش نے کہا کہ اس شہر کے فلاں باشندے نے مجھے ایک فرزند ہونے کے لئے استدعا کرنے کی درخواست کے لئے کہا۔ ذاتِ کریم نے میری دُعا کو قبول کیا اور اُس کے ہاں ایک لڑکا ہوا۔ پیدائش سے پیشتر اُس نے پیدا ہونے والے فرزند کو فقیر کو بطور نذرانہ کے دینے کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ مگر پیدائش کے بعد شفقتِ پدری سے مجبور ہو کر لڑکے کو دینے سے مُنکر ہو گیا۔ گورو صاحب نے درویش سے کہا کہ غلطی تو صرف ایک آدمی کی ہے اور تمام شہر کی بربادی و تباہی چاہتے ہیں یہ فقر کی شان کے شایاں نہیں اور سب لوگ یکساں نہیں ہوتے نیکوں کے ساتھ بد بھی ہوتے ہیں مگر بدوں کے ساتھ نیکوں کو پیس دینا مناسب نہیں۔ نانک دیوجی نے مردانہ کو بلا کر دو پیسے دیئے اور کہا کہ شہر میں جا کر ایک پیسہ کا جھوٹ اور ایک پیسہ کی راستی خرید لاؤ۔ لوگ مردانہ کی اس خرید و فروخت سے بہت متحیر ہوئے۔ آخر ایک مُولا نام کھتری مردانہ سے ملا اور اُس نے ایک کاغذ پر لکھ بھیجا "زندگی باطل ہے اور اجل یقینی و راست ہے"۔ گورو صاحب یہ صوفیانہ الفاظ درویش کو دکھائے کہ دیکھئے اس شہر میں عارف و صوفی بھی موجود ہیں۔ جو زندگی اور موت کی اصلیت تک سے آگاہ ہیں۔

فقیر نے کہا کہ یہ سب علمِ معرفت زبانی ہے۔ گورو صاحب نے مُولا کو اپنی جائے قیام پر بُلایا اور اُس سے سوال کیا کہ جب تم اس رازِ نہانی سے واقف ہو تو عوام کی طرح دنیوی عیش کے پھندے میں کیوں پھنسے ہوئے ہو۔ مُولا یہ سن کر بہت نادم ہوا اور سب جائداد فقیروں و مفلسوں میں بانٹ دی اور آپ تارکِ دنیا بن گیا۔ رہ معرفت پر گامزن ہوا۔ حمزہ غوث کا دل بھی پسیج گیا اور وہ اپنی بد دُعا دینے سے محترز ہوا بلکہ بنی نوع کی بہبودی کا خواستگار رہا۔

تلونڈی

تلونڈی کا حاکم رائے بُلار گورو نانک دیو کا معتقد تھا۔ جب اُس نے سُنا کہ گورو صاحب درویشی حلقہ میں آچکے تھے اور وہ سیالکوٹ میں اپنے روحانی خیالات سے لوگوں کو فیض پہنچا رہے تھے۔ اُس کے دل میں پیار اور محبت کا سوتا پھوٹ پڑا۔ تشنگیٔ دیدار بھڑک اُٹھی۔ بالا کو بُلا کر گورو صاحب کو تلونڈی آکر دیدار کا شوق بخشنے کے لئے بھیجا۔ بالا سیالکوٹ پہنچ کر گورو صاحب کو تلونڈی لے آیا۔ گورو جی گاؤں میں داخل نہیں ہوئے بلکہ باہر کھیتوں میں ایک کنوئیں کے نزدیک قیام کیا۔ آپ کے والدین اور چچا کو جب یہ خبر پہنچی تو وہ شفقت پدری کے زیر اثر دوڑتے ہوئے گورو صاحب کے پاس پہنچے مگر ان کا فقیری لباس دیکھ کر ایک سخت چوٹ اُن کے شیشۂ دل پر لگی۔ انھوں نے نانک دیو جی سے درخواست کی کہ آپ اسی جگہ عبادت و بندگی حق میں مشغول رہیں لیکن یہ لباس درویشی کو ترک کر دیجئے کیوں کہ اس سے ہماری اور ہمارے خاندان کی مٹی پلید ہے۔ گورو صاحب نے ماں باپ اور چچا کو تسلّی دی اور اپنے روحانی جذبات سے فیض یاب کیا اور اُن سے معافی مانگی جس کا اُن پر گہرا اثر ہوا اور اب وہ لباس فقیری کو ترک کرنے کے لئے بضد نہ رہے۔

رائے بُلار بھی پیار کے جذبہ سے لبریز ہو کر دیدار کے لئے حاضر ہوا۔ روحانی صحبتیں ہوتی رہیں۔ منازل سلوک کے اسرار و غوامض زیر بحث آئے۔ اصلیت و حقیقت کا پرچار کیا گیا۔ توحید پرستی کی اہمیت کو واضح کیا گیا۔ پیار و محبت کو رہِ نجات بتایا۔ رائے بُلار اسی رنگ میں رنگا گیا۔ وجد کی حالت طاری ہوئی۔

گورو صاحب سے رائے بُلار نے عرض کی کہ کیا ہی اچھا ہو اگر آپ اسی جگہ مکان بنالیں۔ میں کھیت آپ کو بطور جاگیر دے دوں گا۔ یہیں رہ کر آپ ہمیں اپنے خیالات سے مستفید کرتے رہئے۔ گورو صاحب نے معافی مانگی اور رائے بُلار کے اصرار سے یہ کہا کہ آپ یہاں ایک تالاب بنوا دو۔ حکم کی تعمیل فوراً کی گئی اور ایک تالاب بنوایا گیا جو آج کل نانک سر کے نام سے مشہور ہے۔

دہلی

اپنے معزز والدین اور قابلِ تعظیم وتکریم رائے بُلار سے اجازت لے کر آپ تلونڈی سے رُخصت ہوئے۔ چھانگا مانگا (جو آج کل چھوٹا ننکانہ صاحب کے نام سے موسوم ہے) پہنچ کر، ہندو سادھوؤں اور مہاتماؤں سے روحانی ملاقاتیں کیں۔ علم معرفت کے چرچے ہوتے رہے۔ کچھ عرصہ قیام کر کے وہاں سے چونیاں میں چند دن قیام کیا۔ اس جگہ صوفیاء کرام شیخ داؤد سید حامد غضب خاں وغیرہ سے شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کے متعلق گفتگو ہوئی۔ آپ نے ان مسائل کو اس خوبی و صفائی سے حل کیا کہ تمام صوفیائے کرام مسرّتِ روحانی سے پُر ہو گئے۔ گورو صاحب کی علمیت، قابلیت اور عمل کامل کی داد دی۔ اُن درویشوں سے رُخصت لے کر آپ نے اوّل دریائے ستلج کو عبور کیا اور خطّہ مالوہ میں داخل ہوئے۔

سرسوتی ندی کے کنارے کنارے دیہات میں سے گذرتے ہوئے آپ کُھوآ میں وارد ہوئے۔ وہاں پنڈتوں کو پنڈ بھراتے دیکھ کر (ایک رسم جو مُردہ کے رشتہ دار ادا کرتے ہیں) گورو صاحب کا دل عوام کی سادہ لوحی پر پگھل گیا۔ پنڈتوں نے آپ

کی آمد کو ایک کانٹا خیال کیا اور گور و صاحب سے علمی مناظرہ اور مناقشہ قائم کیا۔
گور و صاحب نے مقدّس کُتب کے حوالہ جات سے تسلّی کی اور پند و نصائح کے لہجہ میں
فرمایا کہ آپ لوگ کیوں سادہ لوح عوام سے اپنی ریاکاری اور دھوکے بازی سے اُن
کی دولت لوٹتے ہو؟ اس کا جواب آپ کو درگاہِ الٰہی میں دینا پڑے گا۔ آپ علما کے لئے
مناسب نہیں کہ خلقتِ خدا کی آنکھوں میں دھول ڈال کر اپنا اُلّو سیدھا کرو۔ گورو صاحب
کے الفاظ گو انھیں ناگوار تھے مگر باطنی طور پر اُنھوں نے اس حقیقت کو تسلیم کیا۔ سچائی،
نیکی، ہمدردی، رواداری کا پرچار کرتے ہوئے گورو صاحب آگے بڑھے۔

اُن دنوں کوروکشیتر میں سورج گرہن کا میلہ ہونے والا تھا آپ بھی اس موقع
پر وہاں پہنچ گئے۔ آپ نے اس مقدّس مقام پر گوشت پکانا شروع کیا (حالانکہ گورو صاحب
بالکل گوشت نہیں کھاتے تھے اور نہ ہی گوشت کھانے کی تلقین کرتے تھے صرف
پنڈتوں کو چڑانے کی خاطر ایسا کام دیدہ دانستہ کیا) جب پنڈتوں کو اس واقعہ کا پتہ
چلا تو وہ بہت رنجیدہ خاطر ہوئے اور سب مل کر گوروجی سے بحث کرنے لگے۔ گوروجی
نے فرمایا کہ جو انسان گوشت تو نہیں کھاتا مگر ہر وقت لوگوں کو فریب دے کر لوٹتا ہے وہ
عالم گوشت خور جاہل سے بدتر ہے۔ صرف غسل کرنے سے نہ تو آپ کا کوئی روحانی
فائدہ اور نہ ہی میرا کوئی نقصان ہے۔ محض غسل کرنے سے دل کی صفائی نہیں ہوتی۔
انسان کے ذاتی اعمال و افعال ہی اُس کی نجات کا باعث ہو سکتے ہیں۔ جھوٹی نمائش
و ظاہر داری دربارِ الٰہی میں کوئی وقعت نہیں رکھتی اس معقول بحث سے علما کی تشفّی
و تسلّی ہوئی مگر نانو نام کا پنڈت زیادہ دیر تک اس علمی مناقشہ میں اُلجھا رہا۔ آخر وہ
بھی آپ کے ملفوظات کو سُن کر آپ کا قائل ہوا۔

کورو کشتیر سے روانہ ہو کر دیہات و قصبات میں سے گذرتے ہوئے آپ نے ہردوار کا رُخ کیا۔ سمت ۱۵۶۶ بکرمی بروز یکم بساکھ (بیساکھی) ہردوار پہنچے۔ صبح جب آپ گنگا جی میں اشنان کرنے کے لئے گئے تو اہلِ ہنود کو مشرق کی جانب سورج کو پانی چڑھاتے ہوئے دیکھا۔ اُن لوگوں کو رہ راست دکھانے کے لئے آپ نے مغرب کی جانب رُخ کر کے پانی اُلیچنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے آپ کے اس فعل کو دیکھا اور اُن کے گرد متحیرانہ نگاہوں سے جمع ہو گئے اور سوال کیا کہ آپ جانبِ مغرب کیوں پانی اُلیچ رہے ہیں۔ گورو جی نے اُن سے سوال کیا کہ آپ بطرفِ مشرق کیوں پانی پھینک رہے ہیں؟ اُنھوں نے کہا کہ ہم تو اپنے بزرگوں کی روح کو پانی دے رہے ہیں۔ گورو جی نے پوچھا کہ وہ بزرگوں کی روحیں کتنی دور قیام رکھتی ہیں۔ جواب ملا کہ ہزار ہا کوس کے فاصلے پر کسی دوسری دنیا میں ارواح مقیم ہیں۔ گورو جی مسکرائے اور مودبانہ لحظہ میں فرمایا کہ اے برادرانِ وطن جب آپ کا پانی ہزار ہا کوس کے فاصلہ پر پہنچ سکتا ہے تو میرا اُلیچا ہوا پانی پنجاب میں میرے کھیتوں کو سیراب نہ کر سکے گا۔ اس لئے میں تو آپ کی تقلید میں پنجاب میں اپنے کھیتوں کی آب پاشی کر رہا ہوں۔

اس روحانی استعارہ اور رمز کو سُن کر لوگ حقیقت سے آگاہ ہوئے اور اپنی غلطی کا اقرار کیا۔ گورو صاحب کا اصلی مقصد یہ تھا کہ اولاد کا یہ فرض ہے کہ اپنے بزرگوں کی خدمت اُن کی زندگی میں ہی کریں۔ موت کے بعد نہ معلوم وہ کہاں ہیں۔ وہاں سے چل کر گڑھوال کے راجہ سے ملاقات کی۔ راجہ آپ کے روحانی خیالات و جذبات سے فیض یاب ہوا۔ گڑھوال اور گردونواح کے دیہات میں الٰہی رموز سے آگاہ کرتے ہوئے دہلی آئے۔

اس عہد میں دہلی کے تختِ شاہی پر سکندر لودھی متمکن تھا۔ جو فقیروں، درویشوں، صوفیوں اور سادھوؤں کا سخت مخالف تھا۔ گورو صاحب و آپ کے دونوں دوست (مردانہ اور بالا) شاہی قیدی بنائے گئے۔ دیگر قیدیوں کی مانند آپ کو بھی بطور مشقت چکی چلانی پڑی۔ مردانہ کا دل بھر آیا اور اُس نے گورو صاحب سے بطور طنز کہا کہ کیا درویشی اور فقیری کا یہی صلہ ہے۔ یہاں گورو صاحب سے کرامات کا ظہور ہوا۔ کہ چکیاں خود بخود حرکت میں آگئیں۔ بادشاہ کو یہ خبر پہنچائی گئی۔ بادشاہ گورو صاحب کے پاس آیا۔ آپ کی گفتگو کا یہ اثر ہوا کہ شاہ نادم ہوا اور آپ سے اس سختی کی معافی مانگی۔ گوروجی کی سفارش سے دیگر قیدیوں کو بھی شاہ نے رہا کر دیا۔ دہلی میں ایک صوفی بزرگ میاں معروف جاگزیں تھے۔ گوروجی اور میاں معروف کی مُلاقات ہوئی۔ صوفی صاحب آپ کی صحبت سے بہت ہی مسرور ہوئے۔ آپ قیام دہلی میں مجنوں کا ٹلہ میں رہتے تھے عوام آپ کی وسیع دلی اور وسیع نظری کے قایل تھے۔ آپ نے رہ اعتدال کو اختیار کیا تھا۔ ہندو اور مسلمان آپ کی نظروں میں یکساں تھے۔

بنارس

دہلی میں آپ نے کافی عرصہ تک عوام الناس کو جام معرفت پلایا اور صوفیائے کرام کی مجلسوں میں عشقِ حقیقی، محبت و پیار۔ عاشق و معشوق و دیگر لوازماتِ عاشقی کے جذبات و احساسات اور لطیف تصوّرات کو پیش کیا۔ اہل دل آپ کے کلام کو سُن کر بہت ہی محظوظ ہوئے۔ عوام میں سے بہ کثرت لوگ آپ کے حلقہ

مریدی میں داخل ہوئے۔ اب آپ نے بنارس کی زیارت کا عزم مصمّم کیا۔ دہلی سے روانہ ہو کر دیہات میں سے گزرتے اور قیام کرتے ہوئے علی گڑھ پہنچے۔ وہاں دو چار روز رہ کر متھرا اور برندابن کی زیارت پر روانہ ہوئے۔ ان دونوں مقدّس مقامات کے تمام مشہور مندروں کی زیارت کی۔ سادھوؤں اور مہاتماؤں سے ملاقاتیں کیں۔ سری کرشن چندر کی حقیقت پر روشنی ڈالی۔ توحید پرستی کے راز کو روزِ روشن کی طرح عیاں کیا۔

وہاں سے چل کر آگرہ میں چند روز ٹھہرے۔ بعد ازاں کانپور، لکھنؤ کی سیر و سیاحت کرتے ہوئے اجودھیا پوری رام چندر کی جائے پیدائش کی زیارت کی۔ اس شہر سے آپ کو خاص رغبت تھی کیوں کہ گورو نانک سورج ونشی خاندان سے تعلّق رکھتے تھے۔ سری رام چندر جی سورج ونشی تھے اور اجودھیا سورج ونشی راجگان کا دار الخلافہ تھا۔ اس زیارت سے اور آپ کے اس شغف سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حُبّ الوطنی کے ساتھ آپ میں قوم پرستی کا و قوم دوستی کا جذبہ بھی موجود تھا اور یہی وہ جذبات ہیں جو انسان کے اوصاف حمیدہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ کئی روز تک روحانی مجلسیں و صحبتیں ہوتی رہیں۔ عوام آپ کی ہدایات، پند و نصائح سے مستفید ہوئے۔ رام کی حقیقت سے آگاہ ہوئے۔ ذرّہ ذرّہ میں رام کی صورت نظر آتی۔ وہاں سے روانہ ہو کر سمت ۱۵۶۳ بکرمی کو بنارس میں وارد ہوئے۔ جس جگہ آپ نے رہائش اختیار کی آج کل وہ گورو کے باغ کے اسم گرامی سے مشہور ہے۔

خواص و عوام آپ کے دیدار کے لئے آتے تھے۔ آپ کے کلام، بیان،

زبان، وضع قطع، طرزِ گفتگو تہذیبی و تمدنی تصوّرات، جذبات و احساسات سے متاثر ہوتے تھے۔ بنا برایں آپ کی شہرت اس شہر میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ آپ نے جادۂ اعتدال اختیار کیا ہوا تھا۔ ہندو اور مسلمان آپ کی نظروں میں یکساں تھے۔ تمام ایک ہی خالق کی مخلوق تھے۔ اللہ کی ذات ہی کل حیات و کائنات کا منبع و مبدا ہے۔ تعصّب و تنگ نظری سے آپ بالاتر تھے۔ خندہ پیشانی سے عوام کے شکوک کو دور کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ رواداری آپ کا نصب العین تھا۔ وحدت کے قائل، خلقِ خدا کے حامل تھے۔ اس روش و سلوک کو دیکھ کر مسلمان آپ کو اپنا رہنمائے دو عالم خیال کرتے تھے کبیر پنتھی انھیں رہبر سمجھتے تھے۔ اہل ہنود آپ کو اوتار (پیغمبر) کہتے تھے۔

حق بات یہ ہے کہ گورو صاحب ہر مذہب کے اُن اصولوں کے قائل تھے جو نیکی اور سچائی پر مبنی تھے جنھیں پیغمبران دین نے اپنے ذاتی تجربات یا روحانی ہدایات کے زیرِ تحت رواج دیا تھا۔ مگر بد رسم و رواج، توہم پرستی وغیرہ جو بعد میں شامل ہوئے تھے کے سخت مخالف تھے۔

آپ کی یہ پاکیزہ مشربی اور بلند نظری متعصب پنڈتوں کے دل میں کانٹے کی مانند کھٹک گئی۔ بنا برایں اُنھوں نے ایک علمی مناظرہ قائم کیا تاکہ گورو صاحب کو علمی دلائل سے شکست دی جائے۔ پنڈت واسدیو شاستری نے ایک طویل بحث کی۔ گورو جی نے مدلل دلائل سے پنڈت جی کو قائل کیا۔ یہاں تک کہ تمام علما آپ کے گرویدہ ہوئے۔ روایت ہے کہ نام دیو، روی داس اور کبیر جی سے بھی آپ کی ملاقات ہوئی۔ بعض مورخین کی رائے ہے کہ کبیر صاحب آپ کی آمد سے پیشتر ہی رحلت فرما چکے تھے۔ دیگر علما کی رائے ہے

کہ جب نانک دیو بنارس پہنچے تو اُن دنوں کبیر صاحب بنارس سے باہر گئے ہوئے تھے۔ مگر آپ کی آمد کا سُن کر مسرت دلی سے پُر ہو گئے اور جلدی بنارس واپس آکر آپ سے ملاقات کی۔ جنم ساکھی کے مطالعہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ کبیر صاحب کی ملاقات آپ سے نہیں ہوئی تھی تو روحانی طور پر وہ گورو صاحب کے ہم صحبت ضرور نظر آتے ہیں۔ کیوں کہ گورو صاحب کے کلام اور بھگت کبیر کی شاعری میں کچھ قدوخال مشابہ ہیں۔ گوروجی کی شاعری، سادگی، صداقت، روح کی تڑپ اور گرمیٔ دل سے اُسی طرح پُر ہے جیسے کبیر جی کا کلام بھرپور رہے۔

پٹنہ اور گیا

آخر بنارس سے رخصت ہو کر جون پور، بکسر اور چھپرا وغیرہ مقامات کی سیر و سیاحت کرتے ہوئے نانک دیو پٹنہ آ پہنچے۔ آپ کے جائے قیام پر آج بھی ایک دھرم شالہ آپ کی یادگار کے طور پر موجود ہے۔ اس جگہ بھی آپ نے ہمدردی، انسانیت رواداری اور وحدت کا پرچار کیا۔ بُرے رسم و رواج کو ترک کرنے کے لئے تلقین کی۔ توہم پرستی اور منحلق، پیچیدہ اور بے بنیاد مذہبی قیود سے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کرنے کے لئے آواز بلند کی۔ عوام نے آپ کے احساسات، منقولات، معقولات اور جذبات کا احترام کیا اور قدامت پرستی، مذہبی پیچیدگیوں سے رہائی پانے کے لئے مستعد ہوئے۔
پٹنہ کے بعد آپ گیا شہر میں پہنچے۔ قدیم رسوم کے تحت بہت سے پنڈت گوروجی کے پاس آئے اور ان سے اصرار کیا کہ آپ اپنے بزرگوں کے نام پر پنڈ دان کیجئے تاکہ وہ بزرگ نجات حاصل کریں۔ چراغ دریا میں بہائیے تاکہ اُن کی روشنی میں

بزرگ منزلِ مقصود تک پہنچیں۔ اس قسم کے خیالات کو سُن کر گورو صاحب مسکراتے اور مودبانہ لحظے سے آپ نے فرمایا کہ میں اس قسم کے ڈھکوسلوں کا معتقد نہیں ہوں۔ ذکرِ الٰہی میرا چراغ ہے جو ظاہر اور باطن کو منوّر کرتا ہے۔ یہی وہ روشنی ہے جو سالک کو منزلِ مقصود تک رہنمائی کرتی ہے۔ پنڈت لوگ اس عارف زبانی کے خیالات سُن کر ششدر و حیران رہ گئے اور خاموش ہو گئے۔ ایک دن آپ بُدھ گیا بستی جہاں مہاتما بدھ نے ریاضت و عبادت کی تھی گئے۔ وہاں گوسوامی دیوگری سے ملاقات ہوئی چند اور صحبتیں ہوئیں۔ گوسوامی جی نے گورو صاحب کو روحانیت و انسانیت کا چشمہ خیال کر کے عزّت و احترام کیا اور آپ کی صحبت سے لُطف اندوز ہوا آپ کے تاثرات و کلام سے فیضیاب و متاثر ہوا۔

بنگال و آسام

بُدھ گیا میں آپ نے خوب دل کھول کر توحید پرستی کی اشاعت کی اور بُت پرستی و توہم پرستی کے پرخچے اُڑا دیئے۔ آرام جسمانی کو بالائے طاق رکھ کر آپ وہاں سے بنگال کی طرف چل پڑے مُنگیر، بھاگل پور، راج محل وغیرہ دل کش و دور دراز مقامات کی سیر کرتے ہوئے، عوام النّاس کو علمِ معرفت کی رموز سے آگاہ کرتے ہوئے سمت ۱۵۶۴ بکرمی میں مالدا (مالدیو) میں آئے۔ آپ کی قیام گاہ آج کل گورو کے باغ کے نام سے شہرت پذیر ہے۔ کئی روز تک عوام الناس کو تصنع، رواج پرستی، قدامت پرستی، توہم پرستی، بُت پرستی، خود غرضی، حرص، دروغ، نفاق و دیگر اخلاقی خرابیوں سے احتراز کرنے کی تلقین کرتے رہے اور تزکیۂ نفس کی کوشش میں مشغول رہنے کے لئے زور دیتے رہے۔

کچھ دنوں کے بعد آپ نے آسام کا رُخ کیا۔ مرشد آباد، بردوان اور ہگلی وغیرہ مقامات پر چند روزہ قیام کرتے ہوتے رہِ راست پر گامزن ہونے کی تلقین کرتے ہوئے، ذکر الٰہی کا پرچار کرتے ہوئے ڈھاکہ پہنچے۔ آپ کی شہرت پہلے سے ہی وہاں پہنچ چکی تھی۔ آپ کی صحبت کا فیض حاصل کرنے کے لئے نارائن داس، شاہ مل ناتھ، چندر ناتھ اور شیخ احمد غلام علی وغیرہ آپ کے پاس آئے اور کئی دن تک روحانی ملاقاتیں اور صحبتیں قائم رہیں۔ اس خطۂ ہندوستان میں طلسم، اور سحر کو بہت اہمیت دی جاتی تھی۔ عوام جادو کے جال میں پھنسے ہوئے تھے۔ ڈھاکہ سے تین کوس کے فاصلہ پر ایک عورت نور شاہ نامی جادوگروں کی اُستانی رہایش رکھتی تھی۔ گورو صاحب نے وہیں جا کر اپنے ڈیرے ڈال دیئے۔ کچھ جادوگر عورتوں نے مردانہ کو اپنے عمل سے دیوانہ بنا کر جو خود کو ایک بھیڑ خیال کرنے لگ گیا تھا اپنے ساتھ لے گئیں۔ گورو جی فوراً مردانہ کی مدد کے لئے پہنچے اور ان عورتوں کے آہنی پنجہ سے اپنے مراثی کو رہائی دلوائی۔ طلسم اور جادو کی اہمیت کے پرخچے اُڑا دیئے۔ نور شاہ آپ کی خدمت میں سرِ تسلیم خم کر کے حاضر ہوئی۔ آپ نے طلسم اور جادو کے خلاف آواز بلند کی اور ہدایت کی کہ اللہ کی ذات پر اعتقاد رکھو۔ اسم اعظم کے مقابلہ میں جادو بے بنیاد ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اس علاقہ کا پانی نمکین اور بدذائقہ تھا۔ عوام کی اس تکلیف سے گورو صاحب کا دل پگھل گیا۔ آپ نے ایک خاص جگہ محققانہ نظر ڈال کر اپنا برچھا گاڑ دیا اور لوگوں سے کہا کہ اس جگہ کنواں کھود دو۔ نیز کنواں کھودا گیا۔ قدرت الٰہی دیکھئے کہ اس کوئیں کا پانی نہایت شیریں اور لذیذ تھا۔ اس جگہ آج کل ایک گوردوارا

ہے جو برچھا صاحب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یہاں سے چل کر گورو جی کامکشا دیوی کے مندر کی زیارت کے لئے چل پڑے۔ وہاں جاکر دیکھا کہ لوگ رواج پرستی اور بُت پرستی کے شیدا ہیں۔ آپ نے یہاں زوردار الفاظ میں توحید پرستی کو ہی انسانی نجات کا واحد ذریعہ بتایا، بُت پرستی کے خلاف جہاد کیا۔ توہم پرستی کو روحانیت کا قاتل ثابت کیا۔ لوگ آپ کی تقریرات سے متاثر ہوئے۔

وہاں سے رُخصت ہو کر آپ گوری پور وارد ہوئے۔ سمندر کے کنارے کنارے سیر و سیاحت کرتے ہوئے، عوام میں روحانی بیداری پیدا کرتے ہوئے، دشوار گذار جنگلوں اور کوہستانی علاقوں کو عبور کیا۔ ان جنگلات میں ایک یادگار موجود ہے جو مردانہ صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ اس علاقہ کے راجہ اور رانی نے آپ کی صحبت سے حظ اُٹھایا۔ کچھ روز کے قیام کے بعد برہم پُتر کو عبور کر کے کریم گنج، اجمیری گنج اور سلہٹ وغیرہ مقامات پر طایرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے سرتا ندی کو پار کیا اور کچھار میں آئے۔ اس جگہ ناگ قوم آباد تھی جو بہت ہی خونخوار تھی۔ یہ لوگ دیوی کے پرستار تھے انسانی قربانی کے قائل تھے۔ گورو صاحب کو ان کی جہالت اور گمراہی پر افسوس آیا۔ مگر آپ نے پیار و محبت سے ان لوگوں میں وحدت کا پرچار کیا۔ یہ لوگ بھی آپ کی تقریر سے متاثر ہوئے۔ اُن کی آنکھوں میں روحانی بیداری پیدا ہوئی۔ یہاں سے آگے بڑھ کر دیولوت نامی کوہستانی علاقہ کے راجہ کی سلطنت میں داخل ہوتے۔ حالانکہ یہاں کسی غیر ملکی فقیر، درویش یا کسی دیگر آدمی کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ دیولوت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے جذبات سے مستفید ہوا۔ یہاں سے روانہ ہو کر راجہ سگرسین کے شہر میں داخل ہوئے۔ راجہ اور اُس کی رعایا نے گورو صاحب کا

بہت احترام کیا۔ آپ کے پند و نصائح سے محفوظ ہوئے۔ اس جگہ کو خیرآباد کہہ کر گورو جی منی پور ریاست کی طرف بڑھے۔ یہاں کے راجہ شدھر سین اور اُس کے بھانجے اندر سین اور جھنڈا یادھی نے آپ کی روحانی صحبتوں سے فیض حاصل کیا۔

اِن عارفوں سے رُخصت لے کر آپ سہل دیپ کے دارالخلافہ برہم پور پہنچے۔ راجہ کے باغ میں آپ نے چند روز قیام کیا۔ بعدازاں آپ نے چاند پور اور سورتیور کے راجہ کنول سین کے باغ کو زینت بخشی۔ وہاں اُس شہر کا ایک عارف صادق دھرم سنگھ نامی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے جذبات و خیالات سے حظ اُٹھا کر وہ بہت خوش ہوا۔ راجہ کنول سین کو دھرم سنگھ نے گورو صاحب کی روحانیت کا قایل کیا۔ راجہ بھی آپ کی مجلسِ درویشی میں حاضر ہوا اور شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کی منازل سے آگاہ ہوا۔

اس علاقہ سے چل کر آپ بے شمار دیہات اور قصبات کا جائزہ لیتے ہوئے۔ انسانوں کی تکالیف اور مصائب میں شریک ہوتے ہوئے کالی گھاٹ پہنچے جو آج کل کلکتہ نام سے مشہور ہے۔ باشندگانِ کلکتہ اور قرب و جوار میں آباد عوام الناس کالی دیوی کے مقلدین اور پرستار تھے۔ اِس جگہ بھی مذہبی مباحثے ہوئے۔ علمی مناظرے قایم ہوئے۔ گورو جی نے عوام کے دل و دماغ میں جذبۂ توحید پرستی کو بھرنے کی پوری کوشش کی۔ اُن کے تصوّرات، جذبات اور خیالات کی دُنیا میں تغیّرات پیدا کئے اور رہِ راست پر گامزن ہونے کی تلقین کی۔

جگن ناتھ

بنگال و آسام کے دیہات و قصبات میں روحانی فیض سے عوام کے قلب و

ضمیر منور کرتے ہوئے، کانچی پور میں چند دن قیام کر کے سمت ۱۵۶۵ بکرمی کو جگن ناتھ پوری میں پہنچے۔ آپ کی جائے قیام منگو ماتھ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ جگن ناتھ کے مندر کی زیارت کے لئے وہاں گئے۔ پنڈتوں اور دیگر زائرین سادھوؤں و مہاتماؤں وغیرہ سے علم معرفت کے متعلق تبادلہ خیالات کیا گیا۔ پنڈت آپ کے کلام کو سن کر بہت مسرور ہوئے اور انھوں نے آپ سے شام کے وظیفہ اور وِرد (آرتی) میں شامل ہونے کے لئے درخواست کی۔ جب پنڈت لوگ حمد و ثنا میں مشغول تھے تو اُس وقت گورو صاحب خاموش رہے۔ پنڈتوں نے اصرار سے پوچھا کہ آپ نے اس وِردِ الٰہی میں کیوں حِصّہ نہیں لیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارا وِرد اس سے دوسری قسم کا ہے جس کے الاپنے سے ہم پر وجد طاری ہو جاتا ہے۔ اُن سب نے درخواست کی کہ آپ اُس حمدِ الٰہی کو ہمیں سُنائیے۔ نیز گورو جی نے درجِ ذیل اشعار کو ترانے کی شکل میں وجد کی حالت میں گا کر سُنایا ؎

گگن میں تھال روی چند دیپک بنے، تارکا منڈل اجنک موتی۔
دھوپ ملیان لو پون چورو کرئے، سگل نبرائے پھولنت جوتی۔
کیسی آرتی ہوئے بھو کھنڈنا تیری آرتی، انہتا سبد واجنت بھیری۔ (رہاو)
سہس تو نین نن نین ہہے تو ہے کو سہس مورت ننا ایک توہی۔
سہس پد بِمل نن ایک پد گندھ بن سہس تو گندھ اِو چلت ہوی۔
سب میں جوت جوتی ہے سوئی، تِس دے چانن سبھ میں چانن ہوئی۔
گورساکھی جوتی پرگٹ ہوئی، جو تِس بھاوے سو آرتی ہوئی
ہر چرن کنول مکرند لوبھت منو ان دنوں موہے آہی پیاسا۔

کرپاجل دیہہ نانک سارنگ کو ہوئے جاتیرے نائے واسا۔

ترجمہ: (اُس قادرِ مطلق کی حمد و ثنا کے لئے بےکران وسیع افلاک ایک طشت ہے۔ مہروماہ اُس طشت میں دو چراغ ہیں، خوشنما سیارے اور ستارے گوہرہائے تابدار ہیں۔ ملیاگر (ایک پہاڑ) چندن اور خوشبویات کا ترجمان ہے۔ ہوا ایک چنور ہے جو ہر ساعت چل رہا ہے۔ تمام نباتات اُس طشت میں برگ و گل ہیں۔ اے دافع خوف اور کس قسم کی تیری ثنا کے گیت گائے جائیں۔ آپ کے وِرد کے لئے قدرتی آواز (انہت شبد) الٰہی نغمات پیدا کرتی ہے اور یہ گویا موسیقی کے ساز ہیں۔ ہزارہا تیری آنکھیں ہیں۔ ہزارہا تیری تصویریں ہیں مگر پھر بھی تو غیب الغیب ہے۔ ہزارہا تیرے مقدّس پاؤں ہیں لیکن پھر بھی غیب الغیب ہے تیری ہستی۔ تیری کوئی ناک نہیں مگر ہزار تیری ناکیں ہیں۔ اس قسم کی تیری قدرتوں کے میں نثار ہوں۔ تمام منور اشیا میں تیرا نور جھلک رہا ہے۔ یا الٰہی اس تیری ضیا سے تمام اشیاء پُرنور ہیں مگر وہ نورِ الٰہی مُرشد کامل کی زیرِ ہدایت عیاں ہوتا ہے۔ یا خدایا حمد و ثنا درحقیقت وہی ہے جو آپ کو بہتر دکھائی دے۔ یا اللہ میرا دل آپ کے پائے مقدس کے اِس رشیرہ) حاصِل کرنے کا شایق ہے۔ شب و روز مجھے اس رس کی پیاس لگی رہتی ہے اس لئے پپیہے جیسے نانک کو اپنی نوازش کا آبِ حیات عطا کیجئے جس کی وجہ سے ذکرِ الٰہی میں منہمک ہو جاؤں۔)

گوروصاحب کے دہن مبارک سے اس حمد وثنا کے نغمۂ شیریں کو سُن کر زائرین اور پنڈت الٰہی رنگ میں رنگے گئے سب پر وجد طاری ہو گیا۔ یہاں بھی عوام کو توحید پرستی کی تلقین کر کے آگے بڑھے۔ چند دن شوُن ندی کے کنارے ٹھہرے۔ آپ کی رہائش گاہ باوا صاحب کی باولی کے نام سے مشہور ہے اور آپ کی یاد کو تازہ کرتی ہے۔ اس جگہ کلجگ نامی پنڈت سے ملاقات ہوئی جو آپ کے حلقہ مریدی میں داخل ہوا۔ گوروصاحب کی دُعا سے اُس پنڈت کے ہاں ایک فرزند تولّد ہوا۔

بعد ازاں کھوروہا، داناپور وغیرہ میں سے گذرتے ہوئے آپ نے سفارت گڑھ کے نزدیک مہاندی کو عبور کیا۔ سہاگ پور میں چند روز ٹھہرے۔ اس علاقہ کے باشندے عموماً سنیچر دیوتا کے پرستار تھے۔ آپ نے اس وہم کو توڑنے کی کوشش کی۔ عوام کو سمجھایا کہ دنیا میں صرف ذاتِ اللہ جو لاشریک ہے قابلِ سجدہ ہے۔ تمام دیوتے، ملایک اور اہلِ دنیا اُس قادرِ مطلق کے گرد اس طرح گھومتے ہیں جیسے اجرام سماوئی آفتاب کے چاروں طرف چکر کاٹتے ہیں۔ قابلِ پرستش صرف اُسی کی ذات واحد ہے۔ لوگ بہت متاثر ہوئے اور ذکر الٰہی میں مصروف ہوئے۔

بہار

سہاگ پور سے روانہ ہو کر آپ کنٹک گیری میں داخل ہوئے۔ اس جگہ عوام خواص ورُن دیوتا کی پرستش کرتے تھے۔ اسی دیوتا کو وائی دوجہاں خیال کرتے تھے۔ گوروصاحب نے پیار و محبّت سے اُنھیں رہ راست دکھایا۔ خُدا سے لو لگانے کی تلقین کی۔ سب دیوتوں پر عبادت الٰہی کو ترجیح دینے کی درخواست کی۔ عوام

آپ کے بتائے رہ پر گامزن ہوئے۔ اس علاقے میں گھومتے ہوئے آپ ایک ایسے جنگلی خطہ میں پہنچے جہاں کول اور کرات قدیم نسلوں کے باشندے آباد تھے۔ اُن کا راجہ کوڈا نامی تھا جو دیوی کا مقلد و پرستار تھا۔ انسانی قربانی کا دل و جان سے قایل تھا۔ مردانہ جنگل میں فطری مناظر کی دل کشی سے مسرور ہو کر اِدھر اُدھر گھوم رہا تھا۔ کوڈا کے خادموں نے مردانہ کو قیدی بنا لیا اور دیوی کی بلی (قربانی) کے لئے راجہ کے روبرو پیش کیا۔ راجہ بہت خوش ہوا۔

گورو صاحب کو جب اس واقعہ کا پتہ چلا تو آپ فوراً کوڈا کے ہاں پہنچے۔ اور اسے مدلّل اور صوفیانہ و فلسفیانہ دلایل سے قایل کیا کہ انسانی قربانی ثواب نہیں بلکہ گناہ ہے اور یہ عمل حیوانیت پر مبنی ہے۔ انسانیت ہی بہترین وصف ہے جو انسان کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہیئے۔ ذاتِ الٰہی تمام ملایک و اہلِ دُنیا، نباتات، جمادات اور حیوانات کا مبدا و منبع ہے اور قابلِ پرستش ہے۔ راجہ بہت خوش ہوا۔ اور اُس نے آپ سے معافی مانگی۔ مردانہ کو رہا کیا اور ایک موحد کی حیثیت سے رعایا کی خدمت میں مشغول ہوا۔

کوڈا سے رُخصت ہو کر آپ ایک سُنسان اور گھنے جنگل میں داخل ہوئے جس میں آبادی یا بستی کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ مردانہ پر وحشت طاری ہوئی وہ متحیر اور بھوچکا سا رہ گیا۔ گورو صاحب اُس کی اِس سراسیمگی کو بھانپ گئے آپ نے اُسے تشفی و تسلّی دی اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ایک ایسی جگہ پہنچے جو وشنو آشرم کے نام سے شہرت پذیر تھا۔ اس جگہ اہل اللہ سے ملاقاتیں ہوئیں۔ چند روز کے بعد نربدا ندی کو عبور کر کے جبل پور آئے۔ اس شہر میں ایک بھُول نامی فقیر رہتا تھا جو اپنے

معجزات وکرامات اور کرشمات کے لئے مشہور تھا۔ اس کراماتی فقیر سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ آپ کے خیالات کا اثر اس خُدا رسیدہ درویش پر زبردست ہوا۔ اپنے کراماتی ڈھونگ کو ترک کیا اور ذکر الٰہی اور توحید پرستی میں مصروف ہوا۔ فقیر کو رہ نجات دکھا کر چیتر کوٹ اور مہیر کی وغیرہ کی زیارت کرتے ہوئے فرید باڑا کو جائے قیام بنایا۔

صوبہ جات متحدہ راجپوتانہ

کہا جاتا ہے کہ فرید باڑا میں ایک کنواں تھا جس میں اُلٹے لٹک کر فرید صاحب نے ریاضت و عبادت کی تھی آپ کی برکتِ روحانی سے یہ کنواں روحانیت کا چشمہ خیال کیا جاتا تھا اور یہ جگہ فرید باڑا کے نام سے مشہور تھی۔ گوروجی نے اس کنویں کی زیارت کی۔ یہاں سے چل کر آپ بھوپال سیتہ محل، چندیری، جھانسی، گوالیر، آگرہ، دھولپور، متھرا، گوڑگاؤں اور رواڑی میں چند دن رہایش کرتے ہوئے وحدت و حقیقت کا پرچار کرتے ہوئے۔ روحانیت اور انسانیت کا سبق سکھاتے ہوئے آخر نارنول پہنچ گئے۔

پنجاب

نارنول سے روانہ ہو کر گورو صاحب جھجر اور دُجانا وغیرہ اور دیگر مقامات میں سے گذرتے ہوئے کرنال آئے۔ اُس عہد میں شیخ شرف الدین کے مُرید رشید شمس الدین صاحب حال وقال رہتے تھے۔ جب اس خدا رسیدہ کامل درویش نے گورو صاحب کی آمد کے بارے میں سُنا تو اپنے متعدد مریدوں کے ساتھ گورو صاحب کی ملاقات کو آئے۔

گوروجی کا بہت احترام کیا۔ آپ کی صوفیانہ گفتگو کو سُن کر شمس الدین بہت خوش ہوئے۔ دونوں طرف الٰہی رنگ کا نشہ چڑھ گیا۔ اس جگہ گوروصاحب کی یادمیں ایک گوردوارہ موجود ہے۔

کرنال سے ودع ہوکر گوروجی ملیر کوٹلہ، جگراؤں میں سے ہوتے ہوئے دریائے ستلج کو عبور کر کے سمت ۱۶۶۶ بکرمی کو سلطان پور لودھیاں میں پہنچے۔ آپ کی ہمشیرہ بےبے نانکی اور بہنوئی جے رام واپس نانک جی کو آیا دیکھ کر ایک فطری خوشی سے پُر ہو گئے۔ محبّت کے آنسو آنکھوں سے ٹپک پڑے۔ بہن نے بھائی کو گلے لگایا۔ بلائیں لیں۔ مسرّت سے باغ باغ ہوتے۔

کہا جاتا ہے کہ اس تبلیغی سفر کے دوران ... گوروصاحب کامردیس کے راجہ شونابھ کے ہاں بھی گئے تھے۔ راجہ کو پیغام روحانی سے مستفیض کیا۔ اُس کی درخواست پر پران سنگلی کا پیغامِ روحانی موزوں کیا۔ روایت ہے کہ اس راجہ نے گوروصاحب کی اصلیت وحقیقت کو جاننے کے لئے خفیہ طور پر ایک امتحان کا جال پھیلایا۔ چند خوبصورت عورتوں کو گوروصاحب کے پاس بھیجا جنھوں نے گوروجی کو عام انسانوں کی طرح، شہوت کو اشتعال دے کر محبّت کے پھندے میں جکڑنا چاہا۔ مگر گوروصاحب کا نفسِ امارہ پر قابو تھا۔ وہ عورتیں شکست کھا کر راجہ کے پاس گئیں۔ بادشاہ آپ کے دل کی پختگی اور صفائی باطن کا قایل ہوا اور آپ کے حلقۂ مریدی میں داخل ہوا اور گوروصاحب کے پندونصائح کو قلم بند کیا۔ یہ مقدس کتاب پران سنگلی کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا پہلا سفر تقریباً دس سال میں ختم ہوا۔

دوسری اُداسی

(بحیثیتِ تارکِ دُنیا گورونانک دیو کا سفرِ دوم)

سلطان پور میں اپنی ہمشیرہ بے بے نانکی کے پاس گورو صاحب صرف چار ماہ تک مقیم رہے۔ آپ کے دوران اقامت میں مردانہ تلونڈی آگیا تھا۔ جب نانک دیو کے والدین کو بقول مردانہ آپ کی واپسی کا معلوم ہوا تو وہ شفقتِ پدری و مادری سے لبریز ہو کر گورو صاحب کے دیدار کے لئے سلطان پور آئے اور رائے بُلار کا پیغام دیا اور بتایا کہ وہ اس وقت بہت ضعیف ہو چکے ہیں۔ سفر کی مصیبت کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن آپ کے دیدار کے ازحد خواہاں ہے۔ گورو نانک دیوجی کا دل جذباتِ محبت و حُبِّ وطن سے پُر ہو گیا۔ والدین کے ہمراہ تلونڈی آئے۔

اپنے رشتے داروں، گاؤں والوں کی ملاقات سے آپ بہت خوش ہوئے اور اُن لوگوں کا دل بھی پیار سے بھر گیا۔ رائے بُلار کی نظروں میں تو آپ ایک ولی یا غوث کا درجہ رکھتے تھے۔ وہ آپ کی صحبت سے محظوظ ہوا۔ سب لوگ نانک کو اپنی آنکھوں پر ہر وقت بٹھائے رکھنا چاہتے تھے مگر گورونانک دیوجی نے تمام کو تشفی و تسلی دی اور اُن سے وِدع ہو کر قصور شہر آئے جو اُس وقت صوفیائے کرام و اہل اللہ کا ملجا و ماوہ تھا۔ آپ کے دونوں رفیق رہ بالا و مردانہ ساتھ تھے۔ قصور میں صوفیائے کرام و دیگر فقرا و اہل اللہ اور اہل شرع سے علمی، ادبی و روحانی مناظرے و مباحثے

ہوتے رہے۔ معرفت کا دور چلتا رہا۔ آپ کی علمی و روحانی تحقیق و تدقیق سے علما و صوفیائے کرام از حد زیادہ متاثر ہوئے۔

قصور سے چل کر دریائے ستلج کو عبور کر کے دھرم کوٹ، بٹھنڈا وغیرہ میں سے گذرتے ہوئے اساڑھ کے مہینہ سرسہ میں داخل ہوتے۔ بعد چند روزہ اقامت بیکانیر گئے اور وہاں جین بھکشوؤں (سادھوؤں) سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے مذہبی و علمی و روحانی مباحثوں میں گورو صاحب کو شکست دینے کی مکمل کوشش کی مگر وہ ناکامیاب رہے۔ آخر انھوں نے گورو صاحب سے پوچھا "کہ آپ کا دھرم کیا ہے" گوروجی نے مودبانہ لحظہ سے فرمایا "کہ گمراہ انسانوں کو رہِ راست دکھانا میرا دھرم ہے" سادھوؤں نے تمسخرانہ انداز سے کہا کہ وہ آپ کا رہِ راست کون سا ہے جس کی ہدایت و دعوت آپ کے ذمہ ہے۔ گوروجی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "کہ ہم رہِ طریقت کے خادم ہیں اور یہ وہ رہ ہے جو منزلِ الٰہی تک سالک کو پہنچاتی ہے" جین سادھوؤں نے اپنے مذہبی معتقدات کی بنا پر کہا کہ اگر ہم ذاتِ اللہ سے جو محض وہم پر مبنی ہے منکر ہو جائیں تو کیا حرج ہے۔ اگر ہم وحدانیت سے منکر ہو جائیں تو پھر ہمیں کس ناگہانی آفت کا مقابلہ کرنا ہوگا" گورو صاحب نے فرمایا "کہ ذاتِ الٰہی میں اعتقاد رکھنا سکونِ قلب و ترکِ گناہ کا واحد ذریعہ ہے۔ توحید پرستی اخلاقی و ذہنی پرواز کا اعلیٰ وصف ہے۔ اِس کے خلاف خدا کی ہستی سے انکار کرنا کفر ہے۔ انسانیت کے دائرہ سے تجاوز کرنا ہے۔ گناہوں کا پیش خیمہ ہے۔ گناہ گار دِل رنج و الم کا منبع ہے۔ اس لئے اُس ذات کریم کی ہستی میں یقین کامل رکھنا فرضِ اولین ہے۔ یہ ایک ایسا نشہ ہے جو عارف کو ہر وقت الٰہی مستی میں مخمور رکھتا ہے۔ گوروجی نے

عارفانہ وصوفیانہ دلایل سے وجود الله کا وہ نقشہ پیش کیا کہ وہ لوگ دل سے تو قایل ہو گئے مگر ظاہرہ طور پر انھوں نے آپ کی ہدایات پر کان نہ دیا اور اپنے مذہبی اعتقادات پر کاربند رہے۔

گوروجی نے اِن سادھوؤں کے متعلق اپنے کلام میں کافی روشنی ڈالی ہے جس کا ذکر ہم کسی آئندہ باب میں کریں گے۔ اس جگہ سے چل کر آپ جیسلمیر، جودھپور میں سے گذرتے ہوئے اجمیر شریف آئے۔ وہاں چند روز رہ کر مقدس مقامات کی زیارت کی۔ اس جگہ رہ کر ڈھائی دن کا جھونپڑا کی زیارت کے لئے گئے۔ اس مقدس مقام کے مجاور و دیگر درویش آپ کی ملاقات کو آئے۔ انھوں نے آپ کے پیار کے جذبہ کا بہت احترام کیا۔ وہ لوگ آپ کے مشترک جذبۂ محبت جو اسلام اور اہلِ ہنود کے لئے یکساں تھا متاثر ہوئے اور آپ سے درخواست کی کہ اے درویش تمہاری آنکھوں میں ہندو مسلم یکساں ہیں۔ سب مذاہب یکساں ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ چل کر مسجد میں نماز ادا کرو۔ گوروجی مسکرائے اور نرم و پیار بھرے الفاظ میں کہا کہ اے اہل اللہ سنئے ہمارے خیال میں تو انسان کے نیک اعمال و افعال کعبہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ راست گفتاری کلمہ حق ہے۔ فرض کی انجام دہی نماز کا ادا کرنا ہے۔ اس قسم کی نماز ادا کرنے کے لئے ہم ہمیشہ مستعد ہیں۔ اگر آپ میں سے کوئی اس نماز کو ادا کرنے کا حامی ہے تو وہ آئے ہم اُس کے شریک رہ ہوں گے وہ ہمارا دوست و رفیق ہے۔ ان عارفانہ دلایل کا اثر اہل اللہ پر گہرا ہوا۔ دل ہی دل میں اس معرفتِ الٰہی کا چٹخارہ لیتے ہوئے وہ خاموش رہ گئے۔ جب حالتِ وجد ختم ہوئی تو انھوں نے آپ کے جذباتِ لطیف کی بہت تعریف کی اور سر

تسلیم خم کردیا۔

اجمیر سے سات میل کے فاصلہ پر اہلِ ہنود کا پُشکر نامی تیرتھ ہے۔ گوروجی چند روز کے بعد اجمیر کو خیر آباد کہہ کر وہاں پہنچے۔ اس جگہ بھی جین سادھوؤں کا ایک جمِ غفیر رہتا تھا۔ انھوں نے گوروجی کے ساتھ بہت سے مباحثوں میں سوال جواب کئے۔ گوروجی نے معرفت کے اسرارِ نہانی سے انھیں آگاہ کرنے کی کافی سعی کی۔ وحدانیت کے اصول کو سمجھایا۔ توحید پرستی اور ذاتِ کریم کا ظہور ایک ایک ذرّہ میں ہونے کی تعلیم دی۔ باطنی طور پر تو اُن کے دل وحدانیت کے قایل ہو گئے مگر ظاہرہ طور پر انھوں نے سرِ تسلیم خم نہ کیا کیوں کہ وہ لوگ دنیوی عیش میں اس قدر مبتلا تھے کہ ترکِ دُنیا اُن کے لئے خالہ جی کا گھر نہ تھا۔ دایم عیش کو ہی انھوں نے نجاتِ دائم خیال کیا ہوا تھا۔

اس مقام سے رخصت ہو کر گورو صاحب جھالرا پاٹن، ایڈر، ڈونگر پور، بانس واڑا وغیرہ قصبات و شہروں میں چند روزہ و طائرانہ اقامت اختیار کرتے ہوئے مہلی ندی کو عبور کیا۔ جاورا کی رہ گذر تے ہوئے دھارانگری میں داخل ہوئے۔ بعد ازاں دریائے چنبل کو پار کر کے۔ اُجین میں چند روز کے لئے رہایش اختیار کی۔ یہ وہی اُجین شہر تھا جہاں بکرماجیت جیسے شجاع، دلیر اور سخی دبھرتری ہری جیسے عالم و علم دوست بادشاہ ہو گذرے تھے۔ اس جگہ گوسائیں نسل کے پنڈت آباد تھے اور زیادہ تر اہلِ شہر شوجی کے پرستار تھے۔ گورو صاحب نے انسانی محبت کے زیرِ اثر بت پرستی سے عوام کو دور کرنے کی کوشش کی۔ اُنھیں سمجھایا کہ محض خدا کی ذات کی پرستش کرنی چاہئے جو لاشریک اور لامحدود ہے۔ اُس کا ظہور ذرّے

ذرّے میں موجود ہے وہ فرشتگان وملایک کا مسجود وخلایق کا مرجع، قادرِ مطلق ہے۔ صرف اُسی کی ذات قابلِ پرستش اور قابلِ سجدہ ہے۔ آپ کی تقاریر کا عوام الناس پر گہرا اثر پڑا اور وہ لوگ حقیقت کے شناسا ہوئے۔ یہ علاقہ قدرتی مناظر و قدرتی پیداوار کا عمدہ نمونہ تھا۔ گوروصاحب خود قدرت کے شیدائی تھے۔ اس علاقہ میں رہ کر آپ نے دلی مسرّت حاصل کی۔

اُجّین سے وداع ہو کر شوجی کے اُس مشہور و معروف شوالا میں پہنچے، جہاں گنگا سے جل (آب) بوتلوں میں بھر کر لایا جاتا تھا اور مہادیو شوجی کا اشنان کرایا جاتا تھا۔ جب شام کے وقت تمام پجاری و دیگر زائرین و سادھو مناجات (آرتی) کے لئے کھڑے ہوئے تو گوروصاحب الٰہی رنگ میں مستغرق خاموش بیٹھے رہے۔ یہ دیکھ کر پجاریوں نے سوال کیا کہ اے سادھو آپ اونکار کی آرتی میں شامل کیوں نہیں ہوتے۔ آپ کو بھی مناجات کے لئے حمد و ثنا کے گیت الاپنے چاہئیں۔ گوروصاحب نے الٰہی مستی میں مخمور ہو کر فرمایا ؎

١	اونکار برہما اُت پتی	ونکار کیا جِن چِتی
٢	اونکار سیل جگ بھئے	اونکار وید نِرمِئے
٣	اونکار سبد اُدھرے	اونکار گورمکھ ترے
٤	اونم اکھترّ سُنو وچارو	اونم اکھتر تِربھون سارو
٥	سُن پانڈے کیا لکھو جنجالا	لِکھ رام نام گورمکھ گوپالا

ترجمہ: اونکار (واحدہٗ لاشریک) کی ذات سے برہما (بانی خلق) کی پیدائش ہوئی۔ اونکار لاشریک نے عقلِ لطیف پیدا کی۔

اونکار کے حکم سے کل عالم وازمنہ وجود میں آئے۔ اونکار نے ہی وید مقدس کو پیدا کیا۔ ذکر اونکار اہلِ عالم کی نجات کا باعث ہے اونکار کے سہارے اہل اللہ فنا فی اللہ ہوئے۔ اوم حرف کی تشریح وتعبیر سُننے۔ اوم حرف کل عالموں کا خلاصہ ہے۔ اے پنڈت جی اُس اونکار (ذات کریم) کے علاوہ آپ کن دام فریب کا ذکر کر رہے ہو۔ آپ صرف رام نام وگوپال کا نام لکھیئے اور یہ حرف مُرشد کامل کی رہنمائی میں لکھا جا سکتا ہے۔

گوروجی کے دہن مبارک سے اس حمد الٰہی کو سُن کر اہل اللہ پر وجد طاری ہوگیا۔ بعد ازاں چند روز تک عوام کو اپنے جذبات سے مسرور کرتے رہے۔ وہاں سے چل کر ہوشنگا آباد، نرسنگھ پور، بالا گھاٹ وغیرہ گھومتے ہوئے گاڈر ودیش پہنچے۔ اس خطہ کے شہروں اور جنگلوں کو عبور کرتے ہوئے مہادیو گری پہاڑی کی سیر کی اور وہاں سے چل کر سونی شہر کے نزدیک رام کوٹ پہنچے۔ پرانوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ علاقہ راجہ امریک کی یگ شالہ تھا یعنی اس جگہ راجہ امریک نے بہت سے یگ کئے تھے۔ اس پہاڑی پر ایک تالاب اور قلعہ تھا۔ اس مقدس مقام کی زیارت کے بعد کامٹھی ناگ پور دیکھتے ہوئے اوڑا پہنچے۔ روایت ہے کہ یہ بھگت نام دیو کی جائے پیدائش تھی۔ نام دیو جی کے گدی نشین وگورو صاحب معرفت کے رنگ میں رنگے رہے۔ روحانی صحبتوں میں حاضرین اور دونوں درویشوں پر الٰہی مستی کا نشہ چڑھا رہا۔ چوں کہ نامدیو گورو صاحب کا ہمنوا وہم خیال تھا اس لئے آپ کے اشعار گورو ارجن دیو جی نے گرنتھ صاحب میں لکھ کر محفوظ کر دیئے ہیں۔

نام[1] دیو سے رخصت لے کر قصبہ کرہون میں آئے - اہل قصبہ گنیش جی کی مورتی کے پجاری تھے - گورو صاحب نے توحید پرستی کو بُت پرستی پر ترجیح دی - اور چند روز روحانی تعلیم سے اہل قصبہ کو مالا مال کرتے رہے - گورو صاحب کی اس سعئ کامل کا صرف یہ نتیجہ نمودار ہوا کہ لوگوں نے اپنی گردن میں حمائل شدہ گنیش جی کی مورتی کو اتار دیا۔

یہاں سے آپ اجازت لے کر ..... وِدردیش آئے - اس علاقہ میں کن پھٹے جوگی چھائے ہوئے تھے اور لوگ اُن کی تعلیم و کراماتوں سے مسحور تھے - معاشرہ پر اُن کی تعلیم و سحر جاری تھا - لوگ ان کے اشاروں پر عبادت کرتے تھے - گورو جی اور اِن کن پھٹے جوگیوں میں ایک طویل روحانی بحث ہوئی - گورو جی نے ذات اِللہ کی غیبی امداد سے اُن جوگیوں کو شکست دی اور اُن کے کراماتی ڈھونگ کا پردہ فاش کیا - اس جگہ سے چل کر آپ بلدانا اور ملکا پور ہوتے ہوئے گوداوری ندی کو پار کر کے حیدر آباد کے علاقہ میں داخل ہوئے - فتح آباد چند روز ٹھہرے اور اپنے خیالات کی اشاعت کی - پھر صوبہ بالکل کے جنگلات سے محلور ایک پہاڑی پر چند روز اقامت اختیار کی - اس علاقہ پر بھی کن پھٹے جوگیوں کی تعلیم حاوی تھی - جوگیوں نے عوام سے سُنا کہ جو لوگ گورو نانک کے دیدار کو جاتے ہیں اور جو شے بطور نذرانہ پیش کرتے ہیں - گورو صاحب تمام حاضرین میں اُس شے کو تقسیم کر دیتے ہیں - یہ جوگی دل میں حسد کی آگ سے جل گئے - گورو جی کا مذاق اڑانے کے لئے اُنھوں نے ایک تجویز سوچی - سب اکٹھے ہو کر گورو صاحب کی مجلس میں حاضر

---

[1] نام دیو گورو دیو سے پہلے ہی ملک عدم کو جا چکے تھے - یہ نام دیو اُن کے گدی نشین ہوں گے - جیسے فرید ثانی -

ہوئے اور ایک تِل کا بیج بھینٹ کیا۔

اس حرکت کو دیکھ کر نانک دیو مسکرائے۔ اور مردانہ کو حکم دیا کہ اس تِل کو پانی میں پیس کر یہ پانی سب کو پلا دو۔ جوگی آپ کی اس دانش مندی و عمل سے بہت خوش ہوئے۔ اس جگہ دورِ حاضر میں ایک تل گنج نامی گوردوارہ موجود ہے۔ پوران اور سِکھ تواریخ شاہد ہیں کہ اس عہد میں کیرل پر عورت کی حکومت تھی اور زمانہ شجاعت کے وقت یہ علاقہ سروپ نکھا کے زیرِ حکومت تھا۔ گورو صاحب تل گنج سے چل کر اسی کیرل کے علاقہ میں آئے جہاں عورتوں کی حکومت تھی۔ کدلی بن کی سیر کرتے ہوئے پالم کوٹ پہنچے۔ روایت ہے کہ یہاں کسی جگہ آپ کی ملاقات من سُکھ سے ہوئی۔ پالم پور میں آپ کی یادگار میں ایک گوردوارہ بنایا گیا تھا۔

یہاں سے چل کر آپ اُن جنگلوں میں پہنچے جہاں کسی عہد میں وانروں کی سلطنت تھی۔ ہوسکتا ہے کہ سُگریو کی سلطنت کِشکندہ ہو۔ اس جگہ ایک پہاڑی کی زیارت کی جہاں مہادیو اور پاربتی کسی خاص مسئلہ پر ایک دوسرے سے ناراض ہوتے تھے۔ یہاں سے روانہ ہو کر پاپ ناشنی گنگا کو عبور کیا۔ اس علاقہ میں لوگ وشنو مذہب کے مقلدین تھے اور وشنو کی تصویر کو تیل سے غسل کرانا فرض اولیں خیال کرتے تھے۔ گورو صاحب نے یہاں بھی وحدانیت اور لامحدود ذات کریم کی پرستش کرنے کی تعلیم دی اور بعد ازاں ارکاٹ اور پانڈیچری وغیرہ کا جائزہ لیتے ہوئے رامیشور پہنچے۔ اس مندر کی زیارت کی اور رام کو ذرّے ذرّے میں دیکھنے کی تلقین کی۔ عوام و پنڈتوں پر آپ کی تعلیم کا اثر ضرور ہوا۔ مگر یہ اثر دیرپا ثابت نہ ہوا وہ لوگ پھر بُت پرستی میں مشغول و مصروف ہو گئے۔

اس جگہ سے رخصت ہو کر گورو جی لنکا پہنچے۔ بدھ بھکشتوں سے گورو صاحب کی ملاقات ہوئی۔ لنکا کے راجہ اور رانی نے مکمل تعظیم و تکریم کے ساتھ گورو صاحب کو چند روز اپنے ہاں رکھا۔ روزانہ راجہ اور رانی آپ کی مجلسِ سماع (کیرتن) میں شامل ہوتے تھے اور آپ کے پند و نصائح سُن کر مستفیض ہوتے تھے۔ ایک روز رانی نے گورو صاحب سے سوال کیا "عورت خاوند کو کس سحر و طلسم سے اپنے قابو میں رکھ سکتی ہے؟" گورو جی نے فرمایا "عورت کا فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر سے ہمیشہ شیریں کلامی سے گفتگو کرے۔ خاوند جب غصّہ کی حالت میں ہو تو عورت تحمل و برداشت سے کام لے۔ خاوند کو دامِ فریب و ریا میں پھنسانے کی کوشش نہ کرے۔ دلی صفائی کے ساتھ شوہر سے محبّت و پیار کرے۔ خاوند کے عشق میں مستغرق رہے۔ اپنے ذاتی مزاج کی درشتی کو دور کرے۔ برعکس اس کے اپنے مزاج میں نرمی و ملائمت پیدا کرے۔ یہ ہے وہ طلسم جس کے پھندے میں پھنس کر خاوند کبھی رہائی نہیں پا سکتا۔"

اس حقیقت کو سُن کر رانی بہت ہی خوش ہوئی اور باطنی مسرت سے اُس کا چہرہ جگمگا اُٹھا۔ اور اُس نے اس نصیحت پر کاربند ہونے کا عزمِ مصمّم کیا۔ لنکا سے واپس آتے ہوئے گورو صاحب میسور کے راجہ کے ہاں ٹھہرے۔ وہاں سے شرنگیری مٹھ کی زیارت کی یہ مٹھ شنکر آچاریہ کے مشہور مٹھوں میں سے ایک ہے۔ اس مٹھ کے مہنت نے گورو صاحب کی بہت عزّت کی اور گورو صاحب کے ملفوظات کو خوب غور و خوض سے سُنا اور اُن کے پند و نصائح پر عمل درآمد کرنے کے لئے کمر بستہ ہوا۔ یہاں سے روانہ ہو کر بے شمار دیہات، قصبات اور شہروں سے گذرتے ہوئے، قدرتی مناظر سے لُطف اندوز ہوتے ہوئے، بنگلور پہنچے۔ پھر بمبئی صوبہ میں گھومتے رہے۔ اس سفر

کے دوران آپ نے گوداوری ندی کے کنارے پنج بٹی کی زیارت کی جہاں شری رام چندر جی حالتِ بن باس قیام پذیر ہوتے تھے۔ بعد ازاں امبکیشور (اشوالا) گئے۔ توحید پرستی کا پرچار کرتے ہوئے تاپتی ندی کو عبور کیا۔ بھروچ بڑودا، احمد آباد سے ہوتے ہوتے بھاونگر اور پالی تانہ کو دیکھا وہاں سے جوناگڑھ پہنچے۔ اس جگہ گجرات کے مشہور و معروف بھگت نرسی داس سے ملاقات ہوئی۔ نرسی بھگت سے دلی پیار و محبّت سے کئی روز تک گورو جی کو اپنے ہاں ٹھہرائے رکھا۔ معرفت، حقیقت طریقت اور وحدت پر گفتگو ہوتی رہی۔ نرسی بھگت آپ کی قابلیت و علمیت اور روحانیت سے بہت خوش ہوا۔ اس شہر میں ایک مسلمان خدا رسیدہ درویش فیض بخش نامی رہتا تھا۔ جب اس صوفی درویش کو گورو جی کی آمد کا پتہ چلا تو وہ بھی آپ کی صحبت سے فیض حاصل کرنے کے لئے خدمت میں حاضر ہوا اور نشہء معرفت سے مخمور ہوا۔ گورو جی کی وسیع دلی و وسیع نظری کا وہ اتنا قایل ہوا کہ گورو صاحب کو اُس نے روحانی مُرشد قبول کیا اور آپ سے بیعت کی۔ جب گورو صاحب وہاں سے رُخصت ہو رہے تھے تو اُس صوفی نے عرض کی کہ مجھے یادگار کے طور پر اپنا کوسّ (کھڑا) دے جائیے۔ گورو صاحب نے خوش ہو کر اُس کی درخواست کو منظور کیا۔ روایت ہے کہ یہ کوسّ اب بھی وہاں کسی دھرم شالہ میں موجود ہے۔

یہاں سے چل کر آپ گِرنار پربت (کوہ) پر پہنچے۔ کیوں کہ آپ نے سُنا کہ یہاں بے شمار ہندو سادھو سنت عبادت و ریاضت میں مشغول ہیں۔ کئی روز تک ان سادھوؤں سے ذکر الٰہی ہوتا رہا۔ معرفت کا دور چلتا رہا۔ نشہء الٰہی کا رنگ کئی روز تک جاری رہا۔ وحدت کی لہریں اٹھتی رہیں۔ وجد و مستی کا دور دورہ رہا۔ بعد

ازاں سُداما پوری سے گذرتے ہوئے دوارکا کی زیارت کی۔ اور سری کرشن چندر کے مقدس مقام پر عقیدت کے پھول چڑھائے۔ یہاں واپس لوٹتے ہوئے کچھ آئے۔ یہاں کے باشندے وام مارگی (دہریے) تھے۔ اور اپنی مخصوص رسم و رواج میں مصروف تھے۔ گورو صاحب نے اُن کی جہالت و غفلت کو دیکھا اور دلیرانہ قدم اُٹھا کر توحید پرستی و انسانیت کی آواز بلند کی۔ ذات اللہ کی پناہ میں آنے کا پرچار کیا۔

یہاں سے واپس ہوئے اور لکھپت اور بھنج شہروں کو دیکھتے ہوئے آشا پورن دیوی کے مندر میں قیام پذیر ہوئے۔ اس علاقہ میں لوگ دیوی کی پرستش کے حامی و قایل تھے۔ گوروجی نے اس جگہ بھی ڈنکے کی چوٹ لوگوں کو بتایا کہ محض ذات کریم ہی قابلِ پرستش ہے۔ جس کے دربارِ شاہی میں دیوی، دیوتے، اور فرشتے غلاموں کا درجہ رکھتے ہیں۔ مندر سے روانہ ہو کر دھرنی دھر کی جھاڑی کا جائزہ لیتے ہوئے امرکوٹ پہنچے۔ اس جگہ بھی دیوی کی پرستش مقبولِ عام تھی۔ گوروجی نے یہاں بھی عوام الناس کو ذات اللہ کی پرستش کا قایل بنایا۔ یہاں سے چل کر بے شمار دیہات، قصبات و پرگنات میں گذرتے ہوئے فیروزپر آگئے۔ چند روزہ قیام کے بعد فیروزپور کو خیرآباد کہا اور احمدپور، خانپور اور بہاول پور کو دیکھتے ہوئے اُچ شہر میں پہنچے۔ اس بستی میں محض درویش، فقیر و اہل اللہ ہی رہتے تھے۔ گوروجی نے شہر کے نواح میں ڈیرہ ڈال دیا۔ اس جگہ فقہا و علما سے علمی مناظرے و مباحثے ہوئے۔ وہ سب لوگ آپ کی دوستی و عمل سے خوش ہوئے۔ بعد ازاں ملتان آئے۔

روایت ہے کہ اس عہد میں ملتان میں کافی صوفیائے کرام اور عُلما و فُضلا رہتے

تھے۔ ان درویشوں نے جب گورو جی کی آمد کے متعلق سُنا تو اشارتاً ایک پیالہ دودھ سے لبریز کر کے گورو صاحب کے پاس بھیجا۔ گورو جی اس رمزِ فقیری کو فوراً بھانپ گئے اس پیالہ کے بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ ملتان شہر تو پہلے سے ہی فقیروں، درویشوں اور صوفیوں سے پُر ہے کسی نئے فقیر کی یہاں گنجائش ناممکن ہے۔

گورو نانک دیو جی نے اُس پیالہ میں دو بتاشے ڈال دیئے اور سطح پر ایک گلاب کا پھول رکھ کر دودھ کا پیالہ واپس بھیج دیا۔ یہ تھا دراصل فقیری رمز کا درویشی جواب۔ گورو صاحب نے اُن اہل اللہ پر واضح کر دیا کہ ہم آپ کے ساتھ شیر و شکر کی طرح گھُل مِل کر رہیں گے۔ جس طرح لبریز پیالہ میں پھول رہ سکتا ہے۔ بعد میں ہم آپ کے ساتھ رہیں گے۔ ہماری ذات سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ پھول کی خوشبو کی مانند ہم ایک دوسرے کو روحانی خوشبو سے معطر کریں گے اور عوام و خواص بھی لُطف اندوز ہوں گے۔ اس جواب سے اہل اللہ و صوفیائے کرام بہت ہی مسرور ہوئے۔ حق شاہ۔ شریف ثانی۔ کوکل دیں اور سدا سہاگن وغیرہ مشہور و معروف درویش مع تحائف گورو جی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہاں بھی کئی روز تک روحانیت کے دور چلتے رہے۔ فقیروں سے رُخصت لے کر نانک دیو جی تلمبا گاؤں میں وارد ہوئے۔ اس گاؤں میں ایک سجن نامی ٹھگ رہتا تھا۔ ظاہرہ طور پر تو وہ خدا رسیدہ اور نیک عمل معلوم ہوتا تھا۔ مسافروں کے لئے رہائش گاہ بنائی ہوئی تھی۔ مسلمانوں کے لئے مسجد اور ہندوؤں کے لئے مندر بھی تعمیر کرایا ہوا تھا۔ رات کو وقتِ خواب مسافروں کو اندر لے جا کر ایک گہرے گڑھے میں پھینک دیا جاتا اور ان کا مال و متاع لوٹ لیا جاتا تھا۔ یہ تھا دامِ فریب

جو اُس نقلی درویش سجن نے بھولے بھالے مسافروں کو لوٹنے کے لئے بچھایا ہوا تھا۔
جب نانک دیو مع اپنے ہمراہیوں کے وہاں پہنچے تو سجن نے ان کا استقبال کیا اور بہت
ہی تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ گورو صاحب کے دمکتے ہوئے پُرنور چہرے کو دیکھ کر سجن نے
قیافہ لگایا کہ یہ کوئی امیر آدمی ہے۔ رات کو وقت خواب اُنھیں اندر لے جانے کے لئے
اصرار کیا۔ گوروجی نے فرمایا "کہ اے برادر! ہم تو عبادت اور ریاضت کے بعد
سوئیں گے"۔ سجن نے مسکرا کر کہا کہ "آپ ضرور عبادت کریجئے۔ بعد ازاں سو جائیے گا
گوروجی نے مردانہ سے ایک نغمہ الاپنے کی فرمائش کی۔ گوروجی کا اشارہ پاکر مردانہ
نے یہ چند اشعار الاپنے شروع کئے ؎

اُجلو کہیا چِلکنا گھوٹم کالڑی مَس۔ دھوتیاں جوٹھ نہ اُترے جو سو دھوواں تس۔
سجن سوئی نال میں چل دیاں نال چلنت۔ جھتے لیکھا منگئے تتھے کھڑے دِسنت رہاو۔
کوٹھے منڈپ ماڑیاں پاسہ چتوی آہا۔ گُٹھیا کم نہ آدنی وچوں سکھنی آہا۔
بگا بگے کپڑے تیرتھ منجھ دَسن۔ گھُٹ گھُٹ جیا کھادنے بگے نہ کہیں۔
سِمل مُکھ شریر میں جن دیکھ جھبولِن۔ سو پھل کام نہ آوہی تے گُن میں تن ہِن۔
اندھلے بھار اُٹھایا ڈونگر باٹ بہت۔ اکھیں لوڑی نہ لہا ہوں چڑھ لنگھاں کِت۔
چاکریاں چنگیا آیاں اور سیانپ کِت۔ نانک نام سمبھال توں بدھا چھوٹے جِت

خلاصہ: گورو صاحب فرماتے ہیں کہ جو شے پہلے سے ہی صاف ہو اُسے صفائی کی
کوئی ضرورت نہیں۔ مگر سیاہی تو سیکڑوں دفعہ دھونے سے بھی نہیں
اُترتی۔ دراصل انسان کے نیک اعمال ہی حقیقی ہمراہی ہیں جو دربارِ
الٰہی میں حاضر ناظر رہیں گے۔ خوبصورت جسم انسان کا ایک خالی گھر ہے

نغمہ کے اختتام پر سجن ٹھگ کا دل کانپ اُٹھا۔ اُس نے جب اِن اشعار کی معنوی حقیقت کو خیال کیا تو اُسے اپنی زندگی کا نقشہ نظر آیا۔ گناہوں کی تصویر آنکھوں میں پھر گئی۔ اپنے گناہوں کے کفّارہ کرنے کے لئے وہ مستعد ہوا۔ گورو جی کے روبرو اپنے کردہ گناہوں کا اعتراف کیا۔ اور آیندہ کے لئے معافی کا خواستگار ہوا۔ گورو جی نے فرمایا کہ اے سجن! تو اس دولت کو جو تو نے رہِ بد سے جمع کی ہے غریبوں، مفلسوں، درویشوں اور حاجتمندوں میں تقسیم کر دے اور خود عبادتِ الٰہی و ریاضتِ جسمانی میں مشغول ہو جاؤ۔ سجن نے صِدق دل سے سرِ تسلیم خم کیا اور گورو صاحب کے حلقہ مریدی میں داخل ہوا۔ اور باقی زندگی یادِ الٰہی میں بسر کی۔ اس گاؤں میں گورو جی کی یاد میں ایک دھرم شالہ تعمیر کی گئی۔

سجن کو رہ طریقت پر گامزن کر کے اور وہاں سے وداع ہو کر اپنے وطنِ مالوف تلونڈی سمت ۱۵۷۲ بکرمی ماہ بھادوں میں آئے۔ والدین اور دیگر اہلِ دیہات اور عزیز و رشتہ دار آپ کی آمد سے بہت خوش ہوئے۔ والدہ نے بلائیں لیں اور چند روز کے لئے اپنے نورِ نظر کو وہاں قیام کرنے کے لئے درخواست کی۔ نانک دیو جی کو معلوم ہوا کہ رائے بُلار سخت بیمار ہیں۔ آپ فوراً اس بیمار کی عیادت کو اُس کے گھر گئے۔ رائے بُلار آپ کے دیدار سے نہایت مسرور ہوا اور سکونِ قلب کا لُطف اُٹھایا۔ مگر درخواست کی کہ اے نانک! چند روز آپ ضرور تلونڈی ٹھہر جایئے کیوں کہ میری زندگی چند لمحات پر ہی مشتمل ہے۔ کچھ ہی دنوں کا میں مہمان ہوں۔ آپ کی موجودگی میرے لئے باطنی مسرّت و روحانی لُطف کا باعث ہوگی۔ گورو جی نے بصد شوق وہاں رہنا منظور فرمایا۔ چند دنوں کے بعد رائے بُلار فنا فی اللہ ذات ہوا یعنی اس دُنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔ نانک دیو جی صرف تیرہ ۱۳ دن تک تلونڈی قیام پذیر رہے۔

رائے بُلار کی وفات کے بعد والدین سے اجازت لے کر گوروجی سلطان پور بے نانکی اپنی ہمشیرہ کے پاس آئے۔ بالا تو ہمیشہ گوروجی کے ہمراہ رہتا تھا۔ مگر مردانہ گوروصاحب سے اجازت لے کر تلونڈی چند دنوں کے لئے رہ گیا۔ نواب دولت خاں نے نانک دیوجی سے سلطان پور میں دائمی سکونت اختیار کرنے کے لئے کہا۔ گوروجی نے مودبانہ مگر درویشانہ و آزادانہ انداز سے جواب دیا کہ نواب صاحب ہوتا ہے وہی جو منظورِ خدا ہوتا ہے اس لئے ہم کوئی وعدہ نہیں کر سکتے کہ ہم ہمیشہ کے لئے سلطان پور میں رہیں گے۔ مستقبل انسان کے ہاتھ میں نہیں بلکہ انسان کا سب کچھ مالک دوجہاں کے ہاتھ میں ہے۔ یہ سُن کر نواب خاموش رہ گیا۔ چند روز سلطان پور میں ٹھہر کر آپ لاہور کی طرف روانہ ہوئے کیوں کہ آپ اس شہر میں کافی عرصہ تک رہایش اختیار کرنا چاہتے تھے۔

لاہور میں آپ کی روحانی مجالس سے خواص و عوام مستفید ہوتے تھے۔ ایک روز ایک حادثہ پیش آیا۔ گوروجی نے گوکشی کا منظر دیکھا۔ مسلمانوں نے اہلِ ہنود کے جذبات کا احترام نہ کرتے ہوئے گوکشی کی رسم ادا کی۔ نانک دیوجی کے نرم دل پر ایک سخت صدمہ پہنچا۔ شیشۂ دل چور چور ہو گیا۔ اس جگر دوز واقعہ سے آپ اس قدر متاثر ہوئے کہ فوراً لاہور کو یہ کہتے ہوئے "لاہور شہر زہر۔ قہر سوا پہر" چھوڑ گئے۔ آپ کی اس بد دعا کا اثر جلد ہی رونما ہوا جب بابر بادشاہ نے لاہور پر فتح حاصل کی تو قتلِ عام کا منظر گوروجی کے جذباتی الفاظ کا نتیجہ تھا۔

لاہور سے چل کر گوروجی کلانور ضلع گورداسپور میں پہنچے۔ اس جگہ دودہ خاندان کے جاٹ آباد تھے۔ نانک دیوجی کے کلمات و گفتگو کا اثر ان لوگوں پر اس قدر گہرا پڑا کہ اُنھوں نے دست بستہ عرض کی کہ آپ ہمیشہ کے لئے اسی جگہ بقیہ عمر کے دن

بسر کیجئے۔ ایک وسیع قطعۂ زمین بھی پیش کیا۔ نانک دیوجی نے اُن کے پیار و محبّت کا احترام کرتے ہوئے وہاں رہنا قبول فرمایا۔ اللہ کے اسمِ گرامی (کرتار) کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس بستی کا نام کرتار پور رکھا۔ کچھ مورخین کا خیال ہے کہ کرتار پور کا سنگِ بنیاد تقریباً سمت ۱۵۶۹ میں رکھا گیا تھا۔ کروڑی مل نامی ایک متموّل آپ کا پیرو کار تھا۔ اُس نے ایک قطعہ خرید کر گورو صاحب کے نام منتقل کر دیا۔ مکانات اور دھرم شالہ کی تعمیر کے بعد آپ نے اپنے اہل و عیال کو وہیں بُلا بھیجا۔ ماتا سلکھنی کو تقریباً پندرہ سال کی کڑی ریاضت و فراق کے بعد اپنے معزّز و ہر دل عزیز خاوند کی خدمت کرنے کا موقع نصیب ہوا۔

تیسری اُداسی

(بحیثیت تارکِ دُنیا گورو نانک دیوجی کا سفرِ سوم)

تاریخی شواہد کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ کرتار پور سمت ۱۵۷۲ بکرمی میں تعمیر ہوا۔ ایک دھرم شالہ روحانی مجالس قایم کرنے کے لئے بنائی گئی جس میں صبح و شام مجلسِ سماع (کیرتن) قایم ہوتی تھی۔ دیگر مکانات مسافروں کی رہایش کے لئے بنوائے گئے۔ ایک وسیع قطعہ زمین بھی آپ کو بطور نذرانہ پیش کیا گیا۔ گورو جی نے لباسِ فقر اُتار دیا اور خانہ داری کی روش کو پھر سے اختیار کر لیا اور کاشتکاری اور کھیتی باڑی میں مشغول ہوئے۔ کیوں کہ آپ محنت و ریاضتِ جسمانی اور گاڑھے پسینہ کی کمائی ہوئی دولت کو ذریعہ معاش بنانے کے حامی تھے۔ بوجا کی دولت زہر کے برابر خیال کرتے تھے۔

بنا بریں جو رقم آپ کے مقلدین (سکھ) بطور نذرانہ پیش کرتے گوروجی اسے عوام و مسافروں وغریبوں کے لئے خرچ کر دیتے مگر اپنی ذات پر ایک کوڑی بھی خرچ نہ کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انھوں نے کاشتکاری کو اپنا پیشۂ روزی بنایا۔ ذریعہ معاش اختیار کیا۔

تقریباً تین سال تک شب و روز محنت و مشقّت سے کھیتوں میں کام کرتے رہے۔ اس طرح کمائی ہوئی دولت سے خود بھی گذارا کرتے رہے اور درویشوں وفقیروں کی حاجات کو بھی پورا کرتے رہے۔ ذکرِ الٰہی بھی آپ کا مشغلۂ خاص تھا۔ کسی حالت میں بھی عبادت و ریاضت سے درگذر نہ کرتے تھے۔ صبح و شام معرفت وحقیقت کا دور چلتا رہا۔ اسی دوران میں مردانہ بھی آپ کے پاس کرتار پور آگیا۔ گوروجی نے لباس فقر پھر سے اختیار کیا اور اپنے دونوں ہمراہیوں کے ساتھ سمت ۱۵۷۵ بکرمی۔۔ اسوج کی پچیسویں تاریخ کو سفرِ سوم کے لئے روانہ ہو گئے۔ کرتار پور سے چل کر کلا نور، گورداسپور، دسوہہ، ترلوک ناتھ، پالم پور اور کوٹ کانگڑے ہوتے ہوئے جوالا مکھی کے مندر کی زیارت کی۔ اس جگہ ارجن ناگ کو رہ نجات دکھایا۔ مندر میں عوام کو توحید پرستی کی تعلیم دی اور زوردار الفاظ میں کہا کہ دیوی تو اُس ذاتِ الٰہی کی قدرت یا طاقت کا نام ہے۔ بے شمار دیوی اور دیوتے بارگاہِ اللہ کے غلاموں کے غلام ہے۔ اس لئے قابلِ مسجود وہی وحدہٗ لاشریک لہٗ اونکار ہے۔ یہاں آپ کی یاد میں ایک دھرم شالہ بنائی گئی۔

یہاں سے رُخصت ہو کر منی پور سے گذرتے ہوئے روالسر پہنچے۔ اس تالاب میں آپ نے کچھ چھوٹے چھوٹے سنگین جزائر سطحِ آب پر تیرتے ہوئے دیکھے جن پر سبز درخت اُگے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ اس جگہ کے پجاری پنڈت ان جزیروں کو قدرت کے معجزات بتا کر زائرین سے دولت بٹورتے تھے۔ مردانہ ان سنگین ٹیلوں کو دیکھ کر

حیران رہ گیا گورو جی سے ان جزائر کی حقیقت پوچھی۔ حضور مسکرائے اور فرمایا کہ اے مردانہ اہلِ دُنیا نے ہر جگہ دامِ فریب بچھایا ہوا ہے۔ اللہ کے نام پر سودے بازی ہوتی ہے۔ عیش و آرام کی زندگی کے لئے الٰہی وعدہ کو ہم بھول جاتے ہیں۔ یہ پنڈت لوگ بھولے بھالے معصوم زائرین سے روپے ٹھگ کر حرام کاری و بدکاری میں خرچ کرتے ہیں۔ سادہ لوحوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں۔ در اصل یہ ایک قسم کا پتّھر ہے جسے قُدرت نے یہ کمال بخشا ہے کہ پانی کی سطح پر تیرتا رہے اور غرق نہ ہو۔ قدرتِ الٰہی کے کرشمے ہیں پنڈتوں کی کوئی کرامات نہیں۔ اس کے نزدیک ہی منی کرن میں ایک گرم پانی کا چشمہ تھا جس میں چاول ڈالتے ہی اُبل جاتے تھے۔ اِسے بھی بغور دیکھا اور قدرتی مناظر کو الٰہی تجلّیات تصوّر کیا۔ ان اشیا کے دیکھنے سے گورو صاحب پر کبھی کبھی وجد طاری ہو جاتا تھا۔ وہاں سے چل کر نادون، سکیت منڈی میں سے ہوتے ہوئے کُلّو ریاست میں داخل ہوئے۔ یہاں گدی ذاتی کے لوگ آباد تھے۔ آپ نے وحدت کی پرستش کی تلقین کی۔ اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ خواص و عوام آپ کے پند و نصائح سے رہ راست کی طرف مایل ہوئے۔ بعد ازاں چمبا ریاست میں گئے اور شیتل دیوی کے مندر کی زیارت کی اور لوگوں کو اللہ (ست گورو) کی عبادت میں مشغول ہونے کے لئے زور دیا۔ وہاں سے رُخصت ہو کر رت پور میں بُدھن شاہ ایک صوفی فقیر سے ملاقات کی۔ روایت ہے کہ بُدّھن شاہ نے متعدّد بکریاں پال رکھی تھیں۔ دلی عقیدت سے اُس نے ایک مٹکی میں بکریوں کا دودھ بھر کر گورو صاحب کی خدمت میں بھیجا۔ نانک دیو جی نے اُس دودھ کو واپس صوفی

کے پاس یہ کہہ کر بھیج دیا کہ اس دودھ کو آپ ہماری امانت خیال کر کے پاس رکھئے۔
واپسی پر ہم اِسے لے لیں گے۔

یہاں سے رُخصت ہو کر گورو جی بنچور گئے۔ ہر سال یہاں بساکھ سُدی تیسری کو ایک میلہ لگتا تھا۔ آپ نے اس میلہ کو دیکھا اور پھر جوہڑ صاحب پہنچے۔ آپ کی یاد میں جوہڑ صاحب ایک عالی شان مکان تعمیر کیا گیا جو آج کل ایک دھرم شالہ یا گوردوارہ کی حیثیت اختیار کر گیا ہے آپ کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے ہر سال ماہ جیٹھ میں ایک میلہ لگتا ہے۔ اس جگہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ کی بلند چوٹی تھی جہاں پہاڑی لوگ آباد تھے مگر اُنھیں پانی کی بہت قلّت تھی۔ گورو صاحب اُس چوٹی پر گئے اور لوگوں کی اس مصیبت کا جائزہ لیا۔ آپ کا دل پگھل گیا۔ گورو جی نے اُس چوٹی کے چاروں طرف نگاہِ تجسّس ڈالی اور لوگوں سے ایک خاص جگہ سے ایک بہت بڑے وزنی سنگ کو ہٹانے کے لئے کہا۔ قدرتِ الٰہی کا کرشمہ دیکھئے کہ سنگ کے ہٹتے ہی وہاں سے قدرتی پانی کا چشمہ اُبل آیا۔ عوام الناس کی دائمی تکلیف دور ہوئی اور سب کے چہرے خوشی سے چمک اُٹھے۔ گورو صاحب کے اس معجزہ نما کام کو دیکھ کر وہ لوگ آپ کے بہت ہی ممنون ہوئے۔ دورِ حاضر میں اس چشمہ کے چاروں طرف سے پختہ تالاب کی مانند بنا دیا گیا ہے اور یہ متبرک تالاب ماہی سر کے نام سے مشہور ہے۔

اس نام کی وجہ تسمیہ یوں بیان کی جاتی ہے کہ اوّل اوّل ایک ماہی نامی شخص نے گورو جی کو پانی کی قلّت اور تکلیف کے متعلق بتایا تھا۔ اور اس مصیبت سے رہائی دلانے کی عرض کی تھی بنا بریں اُسی شخص کے نام پر اسے

ماہی سرنام سے پکارا جاتا ہے۔ نانک دیوجی نے اُس چشمہ کا منتظم و محافظ ماہی کو ہی قرار دیا۔ یہ ماہی گوروجی کا حد سے زیادہ معتقد تھا۔ اُس نے اس علاقہ میں گوروجی کے اصولوں اور خیالات کا مکمل جوش و خروش کے ساتھ پرچار کیا اور وہ لوگ نانک دیوجی کے حلقۂ مریدی میں داخل ہوئے اور اُن کا اعتقاد اس حد تک امتیازی درجہ حاصل کر گیا کہ سوائے گوروجی کے اُنھیں کسی رہنما پر یقین نہ رہا۔ ان کی عقیدت کا حال یہ تھا کہ آج تک اِن کی نسل و اولاد نانک شاہی نام سے موسوم ہے۔

یہاں سے وِدع ہو کر گڈھوال، منصوری اور چکراتا ہوتے ہوئے اُتر کاشی پہنچے۔ اس علاقہ میں آتش پرستی و آب پرستی کا چرچا تھا۔ یعنی اہل ہنود اس جگہ اگنی دیوتا اور ورُن دیوتا کے پرستار تھے۔ گوروجی نے عوام الناس کے دل و دماغ میں اس خیال کو بٹھانے کی کوشش کی کہ آتش۔ آب۔ خاک۔ بادیہ سب عناصر وحدہٗ لاشریک کی قدرتِ کاملہ کا ایک ادنیٰ سا ظہور ہے۔ دنیاوی انوار ذاتِ الٰہی کے نور سے مستعار ہیں آفتاب الٰہی نور کا ایک ذرّہ ہے۔ اس لئے اُسی مالکِ دوجہان کی پرستش کرنی چاہیئے۔ عوام نے اس خیال کو اپنایا اور رہ راست پر گامزن ہوئے۔

اس جگہ سے رُخصت ہو کر گنگوتری اور جمنوتری یعنی گنگا اور جمنا کے منبع کو دیکھا۔ وہاں سے قدرتی مناظر اور کوہستانی علاقوں کا لُطف اٹھاتے ہوئے سری نگر داخل ہوئے۔ وہاں کے راجہ امرشاہ کو رعایا پروری اور عدل و انصاف کی زندگی بسر کرنے کی تلقین کی۔ اس طرح متعدد مقدس

ومتبرک مقامات کی زیارت کرتے ہوئے بدری نارائن کے مشہور مندر میں گئے۔
اُس وقت اس مندر کا پُجاری (مہنت) دراوڑ قوم کا ایک برہمن تھا۔ اس پنڈت نے گوروجی کو اس مندر کی تاریخ یوں بیان کی کہ اس مندر کی مورتی (بُت) بہت ہی قدیمی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ عہدِ ست یگ کی سنگ تراشی کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ چینی بھکشوؤں نے اس مورتی کو گنگا میں پھینک دیا تھا۔ بعد ازاں اِسے تہ آب سے نکالا گیا اور شنکر آچاریہ نے دوبارہ اس مندر میں اسے ویدک رسم کے مطابق نصب کیا۔ اس قدیمی نارائن کی مورتی کی پرستش کرنا لازمی ہے۔ کیوں کہ یہ مورتی انسان کی ہر خواہش اور دلی مقصد کو پورا کرتی ہے اور نجات کا باعث بھی ثابت ہوتی ہے۔ یہ سُن کر گوروجی کے دل پر ایک چوٹ سی لگی اور اُنھوں نے پیار و ادب سے پنڈت جی کو جواب دیا کہ اے میرے محترم پنڈت جی میں تو اُس نارائن کا پرستار ہوں جس کے اوصاف درج ذیل ہیں سے

جل تھل مہیل پوریا سوامی سِرجن ہار   انک بھانت ہوئی پسریا نانک اونکار
(خالق کی ذات مطلق خشک وتر بلکہ تمام آفاقی وسعتوں کو محیط ہے۔ اسی کی شانِ احدیت کثرت اور بوقلمونی میں جلوہ پیرا ہے)

اس جواب باصواب کو سُن کر پنڈت تاڑ گیا کہ یہ مست قلندر بُت پرستی اور وہم پرستی کے دام میں جکڑا نہیں جا سکے گا۔ بنابرایں وہ خاموش رہ گیا بلکہ گورو صاحب کے خیالات سے متاثر ہوا۔

بدری نارائن سے آگے بڑھ کر وسودھارا ہوتے ہوئے گوروجی نے

کوہ ہمالہ کو عبور کیا اور ہیم کونٹ میں چند روز ٹھہر کر سیت سٹرنگ پربت (سات چوٹیوں کا پہاڑ) پر پہنچے۔ اس علاقہ میں ایک لوک ناتھ نامی مشہور و متبرک مقام تھا۔ جہاں متعدد سادھو عبادت و ریاضت میں مشغول تھے۔ گورو جی وہاں گئے اور اُن سادھوؤں سے روحانیت و ذات کریم کے متعلق کئی روز تک مباحثہ ہوتا رہا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ جگہ بدری ناتھ سے تقریباً دس یا بارہ میل کی دوری پر واقع ہے اور سطح سمندر سے تقریباً ۱۷۶۷ فٹ بلندی پر ہے۔ یہ جگہ قدرتی مناظر کی بنا پر عجیب دل کشی کا سامان لئے ہوتے ہے۔ صبح و شام جب نیلگوں آسمان میں شفق کا منظر پیدا ہوتا ہے تو پہاڑ کی چوٹیاں سنہری و طلائی نظر آتی ہیں۔ بنا بریں اس پہاڑ کو اہلِ ہنود نے سمیر پربت کا نام دیا ہوا ہے۔ یہ بھی ایک تاریخی واقعہ ہے کہ اس جگہ پانڈو بھی آئے تھے۔

اس علاقہ سے چل کر دُشوار گذار جنگلوں، پہاڑوں اور وادیوں کو عبور کرتے ہوئے، رانی کھیت اور الموڑہ سے گذرتے ہوئے گورو جی نینی تال پہنچے۔ اس علاقہ کے جنگلوں میں کن پھٹے جوگی رہتے تھے جو خود کو سِدھ نام سے پکارتے تھے۔ یہ جوگی گورو صاحب کو اپنی تعلیم سے متاثر کر کے اپنے حلقۂ مریدی میں داخل کرنا چاہتے تھے۔ انھوں نے متواتر مذہبی مباحثے قائم کئے مگر گورو جی کسی طرح بھی اُن کے پنجہ میں نہ پھنسے بلکہ آپ کی مدلّل دلائیل سے جوگی متاثر ہوئے اور اُنھوں نے اپنی علمی شکست قبول کی۔ اسی جگہ گورو صاحب نے سِدھ گوشٹ نامی اپنا کلام موزوں کیا۔ یہ جگہ گورکھمتا کے نام سے موسوم تھی۔ مگر جس وقت جوگیوں نے گورو جی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا تو یہ جگہ نانک متا کے

نام مشہور ہوگئی۔ نانک متا سے کوئی چار میل کے فاصلہ پر کچھ دیگر جوگی بھی اپنے معجزات کا جال پھیلائے بیٹھے تھے۔ انھوں نے بھی ایک طویل بحث کے بعد گوروجی کے سامنے سر جھکایا مگر گوروجی سے کسی کرامات دکھانے کی عرض کی۔ اُن کے زیادہ اصرار کرنے پر گوروجی نے اُس پیڑ کے ریٹھے جوگیوں کو دیئے جس کے نیچے گوروجی کا ڈیرہ تھا۔ جوگی حیران رہ گئے کہ وہ ریٹھے تلخ و ترش ہونے کی بجائے شیریں و لذیذ تھے۔ دورِ حاضر میں آپ کے پیروکار اس جگہ کی زیارت کرتے ہیں اور تبرکات کے طور پر ان ریٹھوں کو وہاں سے لاتے ہیں۔

جوگیوں میں وحدت کا پرچار کر کے گورکھپور آئے اس جگہ لوگ جنتر، منتر اور تنتر کے دامِ فریب میں بھولے پنچھی کی طرح پھنسے ہوئے تھے۔ جن، پریوں اور خبیث روحوں کی پرستش میں مصروف تھے۔ اس جہالت کو دیکھ کر گورو صاحب کا دل ان سادہ لوحوں پر پسیج گیا۔ آپ نے انھیں سمجھایا کہ اس وہم پرستی سے انسانی زندگی جو ہیرے کی مانند قیمتی ہے۔ آپ کوڑی کے بدلے مٹی میں ملا رہے ہیں۔ ہمارا معبود تو ذاتِ اللہ ہے۔ جو سب کا خالق ہے۔ تو ہم پرستی کو ترک کر کے وحدت کا سہارا لو۔ خدا کی پناہ میں آؤ اور دو جہانوں کی مسرّت حاصل کرو۔ عوام ان جذبات سے متاثر ہوئے۔

یہاں سے رخصت ہو کر مان سرور، کرشن تال اور دھولد گڈھ کے راستے نیپال ریاست کے دارالخلافہ کھٹمنڈو آئے اور پشوپتی ناتھ نامی شوالا کے نزدیک ڈیرہ ڈالا یہاں بھی توحید پرستی کی اشاعت کی۔ بعد ازاں للتا پٹی اور ایورسٹ پہاڑ کو دیکھتے ہوئے سکم ریاست میں داخل ہوئے اور ایک پہاڑ کی چوٹی پر قیام پذیر ہوئے۔

صبح و شام مجلسِ سماع قایم ہوتی تھی۔ عوام مردانہ کے نغمات کو سُن کر لُطف اندوز ہوتے تھے۔ یہاں سے چل کر کنچن چنگا اور تاسی سودن میں اپنے جذبات و خیالات کا پرچار کیا۔

اس خطّہ کے ساتھ ہی علاقہ تبّت ملحق تھا۔ آپ بخوشی تبّت گئے اور وہاں کے مذہبی رہنماؤں لاماؤں کے ساتھ روحانی ملاقاتیں کیں۔ ایک لامہ تو آپ کے ملفوظات اور نصائح سے اس قدر متاثر ہوا کہ اُس نے آپ کے کلام کو تبتی زبان میں منتقل کیا۔ چند روز یہاں ٹھہر کر آپ واپس ہندوستان کی طرف آئے۔ پکھیم، برہم کنڈ، ڈیرہ کدٹھ شولپور اور رانی گنج سے ہوتے ہوئے صوبہ متھلا کے مشہور شہر جنک پور آئے۔ مقدس مقامات کی زیارت کی۔ عوام آپ کے پند و نصائح سے متاثر ہو کر حلقۂ مریدی میں داخل ہوئے۔ بعد ازاں گنڈک ندی کو عبور کر کے سیتا مڑھی گورکھپور، بلی رام پور، کاشی پور، سیتاپور اور رلیبھ وغیرہ شہروں کو دیکھتے ہوئے پہاڑ کی تلہٹی کے ساتھ ساتھ بے شمار دیہات و قصبات میں سے گذرتے ہوئے نیکی و رواداری اور وحدت کے نغمات سے عوام کو لُطف اندوز کرتے ہوئے لدھیانہ سے گذر کر چند روز جالندھر شہر میں مقیم ہوئے۔ پھر جلد ہی یہاں سے چل کر سُلطان پور اپنی ہمشیرہ بےبے نانکی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نانکی دل و جان سے بھائی پر نثار ہوئی۔ چند روز وہاں ٹھہر کر کرتار پور آئے۔ آپ کے ورود کا سُن کر گرد و نواح کے لوگ آپ کے دیدار کے لئے حاضر ہوئے۔ گوروجی سے سیر و سیاحت کے متعلق بات چیت سُن کر مستفیض ہوئے۔ اس طرح آپ کا سفرِ سوم ختم ہوا۔

چوتھی اُداسی

بحیثیت تارکِ دنیا گورونانک دیوجی کا سفرِ چہارم

تقریباً تین سال بعد گوروجی تیسری سیر وسیاحت سے واپس پنجاب آئے تھے۔
ایک عرصۂ دراز تک نانک دیو ہندوستان کے دور دراز صوبہ جات و دیہات
اور قصبات میں گھومتے رہے۔ اور اپنے خیالات کی اشاعت کرتے رہے۔ یہ تھا
آپ کا عملی زندگی کا حصّہ۔ آپ نے ایک جگہ بیٹھ کر خود کو گورو نہیں بنایا۔ بلکہ آپ
پیدل دشوار گذار جنگلوں، پہاڑوں، صحراؤں اور دریاؤں کو عبور کرتے رہے۔
بعض اوقات زندگی کو خطرہ میں ڈال کر چوروں، ڈاکوؤں اور ٹھگوں کے علاقوں
میں گئے اور انھیں رہِ راست دکھا کر اُن کی گناہوں سے پُر زندگی کو نئے موڑ پر لے
گئے جہاں سے اُن کی زندگی میں ایک نئی روح پیدا ہوتی اور وہ لوگ خدمتِ مخلوق
میں مصروف ہوئے۔ اتنے طویل اسفار کے بعد لازم تھا کہ اب وہ اپنی زندگی کا باقی
حِصّہ آرام سے بسر کرتے مگر ہمدردی اور روا داری کے سوت پھر سے آپ کے دل میں
بہ نکلے۔ آرام کی زندگی سے آپ نے دردِ دل کو ترجیح دی۔ درج ذیل شعر آپ کی حیات
پر اطلاق کرتا ہے ؎

دردِ دِل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

آپ پھر ایک دفعہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سفر پر روانہ ہوتے۔ مردانہ کے

دل میں حج کی زبردست خواہش تھی اور وہ ہندوستان کے علاوہ غیر ممالک کا بھی سفر کرنا چاہتا تھا۔ بنا بریں اب کی دفعہ گوروجی ہندوستان سے غیر ممالک کی طرف روانہ ہوئے۔ اوّل ایمنہ آباد لالو بڑھی کے پاس گئے۔ چند روز وہاں قیام کر کے وزیر آباد سے ہوتے ہوئے روہتاس پہاڑ پر گئے۔ ایک روز مردانہ کو وہاں ایک جگہ پیاس نے بہت ستایا۔ چاروں طرف پانی کا نام و نشان نظر نہ آیا تو مردانہ بہت گھبرایا۔ گورو صاحب اپنی تجسسانہ نظر سے اِدھر اُدھر دیکھا اور ایک خاص جگہ سے ایک پتھر کو سرکایا تو ایک سرد پانی کا چشمہ بہہ نکلا۔ مردانہ نے پیاس بجھائی اور گورو نانک دیوجی کے اس معجزہ نما کار کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ روایت ہے کہ قلعہ رہتاس کے حاکم نے سمت ۱۵۹۹ بکرمی میں اسی چشمہ کو قلعہ رہتاس میں پانی کی قلّت کو دور کرنے کے لئے کوشش کی تھی مگر اُس کی تمام سعی بے کار گئی۔ مگر قدرتِ الٰہی نے گورو صاحب کی مدد کی اور یہ چشمہ بے شمار پیاسے لوگوں کے لئے آبِ حیات کا کام دیتا ہے۔

یہاں سے چل کر گوروجی ٹیلہ بال گدائی پہنچے جہاں ناتھ اور جوگیوں کا مشہور ٹھکانہ تھا۔ جوگیوں نے نانک دیو کے ساتھ علمی، ادبی، اور روحانی مناقشے و مجاہدے قایم کئے۔ گورو صاحب کو غیبی مدد حاصل تھی۔ سِدھوں کی تمام دلائل گورو صاحب نے رد کر دیں یہاں تک کہ جوگیوں نے اپنی شکست قبول کی اور نانک دیوجی کے روبرو سرِ تسلیم خم کیا۔

یہاں سے رخصت ہو کر آپ پنڈ (گاؤں) دادن خان، ڈیرہ اسمٰعیل خاں اور ڈیرہ غازی خاں وغیرہ شہروں کی سیر کرتے ہوئے متعدد مسلمان صوفیائے کرام سے روحانی ملاقاتیں و ذکرِ معرفت کرتے ہوئے جمناپور، راجن پور اور کوٹ مٹھن میں کچھ

روز رہ کر سکھّر پہنچے۔ توحید پرستی، خدمتِ خلق، ہمدردی، صبر و قناعت، محنت و مشقّت، شجاعت و سخاوت وغیرہ اوصاف حمیدہ کی تلقین کرتے ہوئے علاقہ سندھ میں داخل ہوئے۔ شکار پور، لرکانہ، حیدر آباد اور کراچی کو دیکھا۔ راستہ میں بے شمار دیہات و قصبات کی سیر کی۔ انسانیت و آدمیت حاصل کرنے کا پرچار کیا۔ ذات اللہ کے روبرو سجدہ کرنے کی تلقین کی۔ توہم پرستی، بت پرستی، حقارت و نفرت سے احتراز کرنے کے لئے زور دیا۔ بہت سے علاقوں میں اہل ہنود ورن، اندر کے بُت بنا کر پرستش کیا کرتے تھے۔ آپ نے اس وہم پرستی کے خلاف اُن لوگوں کو پیار و محبّت سے الٰہی رموز کو سمجھایا۔ آپ کے پند و نصائح کا زبردست اثر پڑا اور وہ لوگ مورتی پوجا کو ترک کر کے وحدہٗ لاشریک کی پرستش میں مصروف ہو گئے۔ دورِ حاضر میں بھی سندھی لوگ گورو صاحب میں ایک خاص عقیدت رکھتے ہیں۔ اس علاقہ میں ہر گاؤں میں دھرم شالہ تعمیر کی گئی جس میں صبح و شام کیرتن ہوتا تھا۔ اُداسی فرقہ کے سادھو اِن دھرم شالاؤں میں رہتے تھے جو گورو گرنتھ صاحب کا پاٹھ روزانہ کرتے تھے۔

کراچی شہر میں کافی دن رہ کر نانک دیو جی نے ہندوستان کی سرحد کو عبور کیا اور بلوچستان پہنچے۔ اس جگہ ہنگ لاج دیوی کا مندر تھا۔ کہا جاتا ہے کہ بہت عرصہ پیشتر قوم جاٹ نے قدرتِ الٰہی کی ایک طاقت کو ہنگ لاج کا نام دے کر اس مندر کی تعمیر کی تھی اور اسی دیوی کی پرستش اُس قوم میں رائج تھی۔ جب اس علاقہ میں اسلامی حکومت مستحکم ہوئی تو بہت سے جاٹ حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے اور کچھ دوسرے جاٹ ہندوستان میں اپنی جائے پیدائش کو خیرباد کہہ کر آ گئے۔ مگر اہلِ ہنود میں ابھی تک اُس

دیوی کی پرستش ہی مروج تھی۔ گورو صاحب نے یہاں بھی وحدت کے عقیدہ کو عوام کے ذہن نشین کیا۔ آہستہ آہستہ سیر و سیاحت کرتے ہوئے۔ قلات میں سے گذر کر دیگر اسلامی ممالک، مشہور مقامات اور مقامات اور مقدس خانقاہوں و زیارت گاہوں کو دیکھتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچ گئے۔

مکّہ

عربوں کے تہذیب و تمدن۔ لباس اور وضع قطع کو دیکھ کر مردانہ سے رباب بجانے کا اشارہ کیا الٰہی رنگ میں مست ہو کر درج ذیل اشعار کو پڑھا ؎

نو ست چودہ تین چار کر محلتی چار بہالی ۔۔۔ چارے دیوے چوہتھیں دیے ایکا ایکا یاری

مہربان مدھ سودن مادھوا بستی مکت تمہاری (رہاؤ)

گھر گھر لسکر پاوک تیرا دھرم کرے سکداری ۔۔۔ دھرتی ریگ ملے اک بیرا بھاگ تیرا بھنڈاری

نہ صابر ہووے پھر منگے نارد کرے خواری ۔۔۔ لب اندھیرا بندی خانہ اَدگن پیر لُہاری

پونجی مار پوے نت مُگر پاپ کرے کوٹ واری ۔۔۔ بھاویں چنگا بھاویں مندا جیسی ندر (نظر) تمہاری

آد پُرس کو اللہ کہئے سیخاں (شیخاں) آئی واری ۔۔۔ دیول دیوتیاں کو لاگا ایسی کیرت چالی

کوجا وانگ (بانگ) نو ورا (نماز) مصلّیٰ نیل روسا نبوری ۔۔۔ گھر گھر میاں سبھناں جیاں بولی اور تمہاری

جے تو میر مہی پتی صاحب قدرت کون ہماری ۔۔۔ چارے کونٹ اسلام کریں گے گھر گھر صفت تمہاری

تیرتھ سمرت پُن دان کچھ رہا ملے دہاڑی ۔۔۔ نانک نام ملے بڈیائی میکا گھڑی سنبھالی

مذکورہ بالا اشعار کا لُب لباب یہ ہے کہ اے خالقِ دو جہان! سات بحرِ اعظم، نو قطعات چودہ طبقات کا عالم آپ کی قدرت کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ آپ کے

علاوہ کوئی دوسری ہستی اس قسم کی خلقت پیدا نہیں کر سکتی۔ انسان کے عیش و آرام کے لئے بے شمار خزاین بخشے پھر بھی انسان کو حرص ہمیشہ خوار و ذلیل کرتا رہتا ہے۔ جہالت و غفلت کے قید خانہ میں لوگ یم (فرشتوں) سے زدو کوب کئے جا رہے ہیں۔ اس علاقہ میں جو تجلّیاتِ الٰہی کا ایک کرشمہ ہے لوگ خالق کو اللہ کہتے ہیں۔ اے بنواری (اللہ) جگہ تو کوزہ بانگ و نماز پڑھنے والے لوگوں میں آپ کا نیل روپ قبول کیا جاتا ہے۔ زندہ لوگوں کو میاں (مردہ) کہتے ہیں۔ اس جگہ زبان کی دوسری شکل ہے یہ سب کچھ تیری قدرت کا ظہور ہے۔ بنا برایں چاروں طرف ہیں تیری تعظیم و تکریم کرتی ہو گی خواہ تو یہ نام سے موسوم ہو یا مہی پتی (مالکِ زمین) نام سے لکپارا جائے۔ زیارت گاہ، سخاوت، ثواب و مقدس وید کے مطالعہ سے گر کوئی افادہ ہے تو میں آپ سے یہی التجا کرتا ہوں کہ مجھے تیرے ذکر میں پیار ہو۔

بعد ازاں آپ کعبہ میں داخل ہوئے۔ شب و روز سفر کرنے کے باعث آپ تھکے ماندے تھے اس لئے گورو جی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ گہری نیند میں سو گئے اور الصبح حسبِ معمول بیدار نہ ہو سکے۔ کعبہ کے خادم مُلاں نے صبح دیکھا کہ گورو صاحب کے پاؤں قبلہ کی طرف ہیں۔ اس مذہبی توہین کو دیکھ کر مُلاں غصہ سے آگ بگولا ہو گیا اور پاؤں کی ٹھوکر سے بیدار کر کے پوچھا کہ اے درویش کیا تو کوئی کافر حاجی کے لباس میں ملبوس ہے جو اس طرح کعبہ کی طرف پاؤں پھیلائے سویا ہوا ہے۔ گورو صاحب نے مودبانہ طریقہ سے ملاں کو مخاطب کر کے کہا کہ برادر، میں سفر کی تھکان سے اور ضعفِ پیری سے کچھ اس قدر ماندہ ہوں کہ مجھ میں حرکت کرنے کی طاقت نہیں اس لئے آپ از روئے کرم میرے پاؤں اُس طرف کر دیجئے جس طرف بیت اللہ نہ ہو، یا

اُس کی ذات کا ظہور نہ ہو۔ جب مُلاں نے اس فلسفیانہ درخواست کو سُنا تو حیران رہ گیا۔ باطن روشن ہو گیا۔ اُسے کوئی ایسی طرف دکھائی نہ دی جہاں اللہ کا ظہور نہ ہو۔ وہ قادرِ قدرت تو ذرّہ ذرّہ میں موجود ہے۔ کوئی ایسی جگہ نہیں جو اُس کے وجود سے خالی ہو۔ جہاں بھی خُدا ہے وہی خانۂ خدا ہے یہ سوچ کر وہ مُلاں لاجواب ہو گیا اور گورو صاحب کی تعظیم و تکریم کی اور بڑے ادب و احترام سے قاضی کے پاس اُنھیں لے گیا۔ اور سب حالات سے آگاہ کیا۔ قاضی بہت خوش ہوا اور گوروجی سے سوال کیا کہ اے درویش آپ کون ہیں؟ نانک دیوجی مسکرائے اور جواب دیا کہ حضور میں ایک انسان ہوں۔ قاضی نے دوبارہ سوال کیا کہ یہ درست ہے کہ آپ ایک انسان ہیں مگر میں اس حقیقت سے آگاہ ہونا چاہتا ہوں کہ آیا آپ مسلمان ہیں یا ہندو ہیں؟ گورو صاحب نے کہا کہ اے قاضی صاحب میری اصلیّت سُنئے:

"پانچ تنت کا پُتلا نہ ہندو نہ مسلمان"

جناب میرا جسم تو عناصر کا ایک پُتلا ہے۔ پیدائش سے نہ کوئی ہندو ہے اور نہ مُسلمان۔ باقی امتیازات و ظاہری علامات تو انسانی دماغ کی پیداوار ہیں۔ جسمانی ساخت نے آب و ہوا کے زیرِ تحت نشو و نما پائی ہے۔ زبان بھی ماحول کا نتیجہ ہے۔ اس لئے میں تو خدا کا ایک بندہ ہوں۔ قاضی بہت ہی دانش مند تھا۔ گفتگو کے رُخ کو بدل کر پھر سوال کیا کہ اے درویش بابا آپ کی بغل میں جو کتاب ہے کس مذہب کے اصولوں پر مبنی ہے؟ کس مطلب کے لئے ہے؟ اور کس کام کی ہے؟ گوروجی نے کہا کہ یہ تو میرے کھانے کی غذا ہے۔ قاضی اس جواب سے حیران ہوا اور پھر سوال کیا کہ اے برادر بھلا کتاب کو بھی کوئی کھاتا ہے؟ نانک دیوجی کے ذہنی و باطنی قوا میں حرکت آئی

اور آپ نے قاضی کو جواب دیا کہ اے دوست کتاب کو کھایا بھی جاتا ہے۔ آپ غور سے سُنئے کہ اسے غذا کیسے بنایا جاتا ہے۔ جو علما و اُدبا کتاب کا مطالعہ صرف اس غرض سے کرتے ہیں کہ علم حاصِل کر کے مباحثے و مجادلے قائم کریں گے۔ حریف کو شکست دیں گے وہ دراصل کتاب کے اُستخوان کو کھاتے ہیں یعنی اُن کی نظر سطحی ہوتی ہے اور جو علما صرف کتاب کو اس غرض سے پڑھتے ہیں کہ یہ کسی قابل مصنّف کی تصنیف ہے اس سے علمی قابلیت میں اضافہ ہوگا وہ لوگ اصل میں کتاب کا گوشت کھاتے ہیں یعنی اُن کی نظر اور تیز ہو جاتی ہے۔ مگر وہ علما جو کسی کتاب کے مطالعہ سے خود شناسی و خُدا شناسی کا سبق پڑھتے ہیں اور کتاب کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں وہ کتاب کی روح کو اپنی غذا بناتے ہیں۔ قاضی نے جب ان فلسفیانہ جوابات کو سُنا تو بہت ہی خوش ہوا۔ گورو جی کے دستِ مبارک کو اپنے ہاتھ میں لے کر قاضی نے بڑے ادب و احترام سے ایک بُلند گدی پر بٹھایا۔ مکّہ میں رہ کر گورو صاحب نے وحدت و کثرت کے مسایل پر روشنی ڈالی۔ انسانیت و آدمیّت کو ہر مذہب سے بالاتر بتایا اور بتایا کہ دُنیا میں اگر آدمی نے انسانیت کو حاصِل کر لیا اور اپنی حقیقت کو پہچان لیا تو اُس نے خُدا کو ہی پا لیا۔ غالب نے انسان کی زندگی کا اعلیٰ مقصد یہ بتایا ہے ؎

غالب ؎ بس کہ دُشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا

آدمی کو بھی میسّر نہیں انساں ہونا

مدینہ

مکّہ سے روانہ ہو کر آپ مدینہ پہنچے۔ اوّل تو اہلِ مدینہ سختی سے پیش آئے کیوں کہ

وہ لوگ شریعت کے بہت ہی پابند تھے۔ سماع (کیرتن) کے وہ بالکل خلاف تھے۔ اُنھوں نے دیکھا کہ گوروصاحب نغمات وموسیقی کے ذریعہ اپنے جذبات وخیالات کا اظہار کرتے ہیں اور موسیقی اسلام کے اساسی وبنیادی اصولوں کے خلاف تھی اس لئے انھوں نے گوروصاحب کو سماع (کیرتن) سے منع کیا۔ گوروجی نے اس ممانعت کی کوئی پروا نہ کی اور حسبِ معمول الٰہی نغمات کو الاپتے رہے اور حالتِ وجد میں ذکرِ الٰہی واوصافِ الٰہی کا اظہار کرتے رہے۔ اہلِ ظاہر کو خوب غصّہ آیا اور یہ معاملہ امامِ وقت کے روبرو پیش ہوا۔ امام نے بھی موسیقیّت کو شریعت کے خلاف فتویٰ دے کر گوروصاحب کو منع کیا اور کہا کہ مدینہ میں سماع بالکل ممنوع ہے۔ گوروجی نے امام سے کہا کہ میں صرف اس حد تک آپ سے متفق ہوں کہ وہ نغمہ جو انسان کے نفسِ امارہ اور قوتِ شہوی کا محرک ہو یا کسی بدی کی تعلیم دیتا ہو یا جس سے چال چلن بگڑ سکتا ہو وہ نغمہ خلافِ شرع ہے اور اس کی ممانعت بھی لازمی ہے۔ مگر جس موسیقیّت یا نغمہ کو سُن کر انسان پر وجد طاری ہو جائے اور وہ ذاتِ اللہ میں اپنے وجود کو فنا کر دے جس میں ذاتِ الٰہی کے اوصافِ حمیدہ کا ذکر ہو۔ جو نیکی کی طرف مایل کرے وہ راگ شرع کے خلاف نہیں ہے اور نہ ہونا چاہئے۔ امام اِن دلایل سے لاجواب ہو گیا اور نانک دیو کی یہ گفتگو اُسے حقیقت پر مبنی دکھائی دی۔ اور اُس نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ اور وہ آپ کے کلام کو سُن کر بہت ہی متاثر ہوا۔ اہلِ مدینہ آپ کے پند ونصائح سے مستفیض ہوئے اور اُن کی بہت تعظیم وتکریم کی۔ دیگر ائمہ سے بھی آپ کی ملاقاتیں ہوئیں۔ گوروجی کی سوانح عمریوں میں اس جگہ جو مباحثے ہوئے اُن کا مفصّل ذکر خوب دستیاب ہے۔ جن اشعار کو سُن کر اہلِ مدینہ

ناخوش ہوئے اور مجادلہ کی نوبت پہنچی تھی وہ اشعار درجِ ذیل ہیں ؎

پاتالا پاتال لکھ آکاسا آکاس اوڑک اوڑک بھال تھکے وید کہین اک وات
سہس اٹھارہ کہن کیتبا اصلوُ اک دھات لیکھا ہوئے تا لکھئے لیکھے ہوئے وناس
نانک وڈھا آکھئے آپے جانے آپ

نچلے پاتالوں سے آگے اور پاتال ہیں اور اوپر افلاک سے پرے اور افلاک ہیں اور یہ لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ اُس ذاتِ کریم کی انتہا کی تالاش کرتے ہوئے آخر تھک گئے۔ ویدوں نے ایک یقینی امر کا انکشاف کیا۔ ہزاروں عابدوں اور علما اٹھارہ پُرانوں اور چار کتابوں (قرآن شریف۔ انجیل۔ توریت۔ زبور) نے بھی اصولاً ایک ہی بات کہی ہے وہ یہ کہ اُس قادر کی قدرت اگر تحریر میں آسکے تو لکھی جائے۔ تحریر خود اندازہ لگانے سے پیشتر نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ گورو نانک دیو کا عقیدہ تو یہ ہے کہ وہ قادر خود ہی اپنی قدرت کے متعلق جانتا ہے (اور وہی ذات حمد و ثنا کے قابل ہے)

بغداد

روایت ہے کہ یہ شہر نوشیرواں عادل کے اُس باغ میں آباد کیا گیا تھا جہاں بادشاہ نوشیرواں تختِ شاہی پر جلوہ افروز ہو کر مظلوموں اور فریادیوں کا عدل و انصاف کیا کرتا تھا در اصل یہ لفظ "باغِ داد" ہے۔ فریادیا داد کا باغ —

گورونانک دیومدینہ سے رُخصت ہوکر بے شمار گاؤں اور قصبوں میں سے گذرتے ہوئے بغداد پہنچے۔ ایک روز آپ نے شہر کے باہر کھڑے ہوکر حالتِ وجد میں نعرۂ تکبیر (اللہ اکبر) لگایا۔ اس بے وقت کے نعرہ کو سُن کر ہزارہا آدمی اُن کے گِرد مجمع کی شکل میں جمع ہوگئے اور آپ سے بہت سے سوالات کئے۔ گورو صاحب نے سب لوگوں کے سوالوں کا جواب نرمی سے دیا۔ آپ کے شیریں و پرمعنی کلمات میں تاثیر تھی کہ لوگ آپ کے گرویدہ ہوگئے۔ یہاں تک اُن کی عقیدت بڑھی کہ صبح و شام مجلسِ سماع میں شامل ہوئے۔ ذکرِ الٰہی و نغماتِ معرفت سے لُطف اندوز ہوتے۔ جب نانک بغداد سے وِدرع ہوئے تو خلیفہ وقت نے گورو صاحب کو ایک جامہ و جُبّہ بھینٹ کیا۔ جس پر قرآن شریف کی آیتیں لکھی ہوئی تھیں۔ دورِ حاضر میں یہ جُبّہ ڈیرہ بابا نانک میں موجود ہے اور ہر سال ایک تقریب میں عوام کو دکھایا جاتا ہے۔ یہ تقریب چولا صاحب کا میلہ نام سے موسوم ہے۔

حلب

سیر و سیاحت کرتے اور اپنے خیالات کی اشاعت کرتے ہوئے حلب شہر پہنچے۔ اس جگہ بھی شاہ نے سماع و موسیقی کی ممانعت کی ہوئی تھی۔ گورو صاحب نے شاہی فرمان کے خلاف یہاں بھی مردانہ سے رباب پر گانے کے لئے کہا۔ عوام اور بادشاہ نے منع کیا۔ گوروجی نے اُن کو بھی اپنی فلسفیانہ دلایل سے قایل کرلیا اور اُنھوں نے بھی عقیدت کے پھول چڑھائے۔ اور نغمات کو سُن کر دل میں محبوب حقیقی کے لئے تڑپ پیدا ہوئی۔

گورو جی کی کچھ سوانح عمریوں میں لکھا ہے کہ نانک دیو حلب و بغداد جانے سے پیشتر مصر بھی گئے تھے اور وہاں جلالی نامی پیر اور رحید قاروں شاہِ وقت سے بھی گفتگو ہوتی تھی۔ گورو صاحب نے قاروں بادشاہ کے تجمل کو دیکھ کر نصیحت کی کہ دولت وہی ہے جو نیکی سے کمائی جائے اور مفلسوں و محتاجوں کی حاجات کے لئے صرف کی جائے ؎

کیجئے نیک نامی جو دیوے خُدا	جو دیسے زمیں پر سو ہوسی فنا
دائم و دولت کسے بے شمار	نہ رہیں گے کروڑی نہ رہیں گے ہزار
دمڑا اِتنی کا جو خرچے ارکھائے	دیوے دلاوے رجاوے خُدا
ہوتا نہ راکھے اکیلا نہ کھائے	تحقیق دل دانی وہی بھست جائے

ایران، افغانستان، بلخ و بخارہ

حلب سے روانہ ہو کر دجلہ و فراط کو عبور کر کے ایران کے مشہور شہر طہران میں داخل ہوئے۔ وہاں بھی شاہِ ایران سے شریعت، طریقت، حقیقت و معرفت کے متعلق گفتگو ہوئی۔ شاہ نے آپ کے روحانی خیالات سے متاثر ہو کر آپ کی تعظیم و تکریم کی ایران سے چلتے ہوتے افغانستان آئے اور ہرات میں پہنچے۔ ہرات کے صوبہ دار خاں نے آپ کی زیارت کی اور آپ کی گفتگو سے مستفیض ہوا۔ پھر آپ سیر کرتے ہوئے بلخ و بخارہ پہنچے اور وہاں مقدس مقامات کی زیارت کی۔ کابل، قندھار سے گذرتے ہوئے جلال آباد آئے بعد ازاں پشاور پہنچے۔

وطنِ مالوف

پشاور میں چند روز رہ کر حسن ابدال کی پہاڑی کے نزدیک گوروجی نے ڈیرہ ڈالا۔ اس پہاڑی پر ولی قندھاری نامی فقیر زہد و ریاضت میں مشغول تھا۔ تعصب کی بیماری میں مبتلا تھا۔ مردانہ کو جب پیاس لگی تو گورو صاحب نے اُسے پہاڑی پر جانے کے لئے حکم دیا اور کہا کہ ولی قندھاری کے چشمہ سے پانی لے آؤ۔ مگر جب مردانہ نے فقیر سے پانی لے جانے کی اجازت مانگی تو اُس نے متعصبانہ و متکبرانہ انداز سے یہ کہتے ہوئے مردانہ کو منع کر دیا کہ اے مومن تو کافر کا مرید ہے تجھے حیا نہیں آتی کہ تو مسلمان ہو کر ایک ہندو کا پیروکار ہے۔ یہ سُن کر مردانہ نے کہا کہ اے درویش! آپ کیا فرماتے ہیں۔ جس ہستی کو آپ کافر خیال کرتے ہیں وہ تو موحّد اور ولی اللہ ہیں۔ آپ اس زمانہ کے رہبر کامل اور اوصافِ حمیدہ سے پُر انسان ہیں۔ ولی قندھاری نے جواب میں کہا کہ اگر نانک کامل درویش ہے تو پھر تجھے ہمارے پاس پانی کی خاطر کیوں بھیجا۔ گوروجی نے مردانہ سے سب حالات سُن کر تحمل و برداشت سے کام لیا اور ایک دو دفعہ دوبارہ پانی کے لئے فقیر سے درخواست کی۔ مگر ولی قندھاری نے ایک بوند پانی دینے سے صاف انکار کر دیا۔

گوروجی نے اللہ کا نام لیا اور اِدھر اُدھر تجسّسانہ نظر دوڑائی۔ ایک خاص جگہ سے ایک پتھر کو پیچھے سرکایا۔ قدرت الٰہی کا کرشمہ دیکھئے کہ وہاں ایک شیریں پانی کا چشمہ اُبل پڑا۔ جب فقیر کو اس چشمہ کے متعلق خبر ملی تو وہ غصّہ کی آگ میں جل گیا۔

اور ایک وزنی چٹان گوروجی کی طرف دھکیل دی۔ نانک دیوجی نے اپنا بازو اوپر اُٹھا کر ایک پنجہ سے چٹان کو روک دیا۔ روایت ہے کہ اس چٹان پر گوروجی کے پنجہ کا نشان کندہ ہوگیا اور آج تک موجود ہے۔ اس جگہ ایک گوردوارہ تعمیر کیا گیا جو پنجہ صاحب کے اسمِ گرامی سے مشہور ہے۔ دورِ حاضر میں یہ گوردوارہ پاکستان میں موجود ہے۔ ہر سال ایک تقریب پر زایرین یہاں جمع ہوتے ہیں اور گوروصاحب کے پنجہ کا نشان اُنھیں دکھایا جاتا ہے۔

کشمیر

ولی قندھاری بھی آخر گوروجی کے تحمل و برداشت سے متاثر ہوا، تعصب و تکبّر سے توبہ کی۔ یہاں سے روانہ ہو کر نانک دیو کشمیر کی وادی میں داخل ہوئے۔ کافی عرصہ تک دیہات و قصبات میں اپنے عقائد، جذبات و خیالات کو عوام الناس تک پہنچایا اور اسی طرح سیر و سیاحت کرتے ہوئے ایمنہ آباد واپس آئے۔ اس جگہ ایک مولا نامی کھتری تھا جو گوروصاحب کا عقیدت مند تھا۔ گوروصاحب اُس کی ملاقات کو جب پہنچے تو اُس کے رشتہ داروں نے اس خوف سے کہ کہیں مولا گھر بار کو ترک کر کے گوروجی کے ساتھ ہی نہ چلا جائے۔ جھوٹ ہی کہہ دیا کہ مُولا تو یہاں نہیں ہے اور۔ اُسے گھر میں چھُپا لیا۔ گوروصاحب نے کہا کہ اچھا یہاں نہیں ہوگا۔ قدرتِ الٰہی کا کرشمہ دیکھیئے کہ جس جگہ مولا پنہاں تھا وہاں اُسے ایک کالے سانپ نے کاٹ کھایا اور وہ مر گیا اور یہ جزا تھی اُس دروغ کی جو اہلِ خانہ نے ایک درویش کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے بولا تھا۔ یہ واقعہ سیالکوٹ کا ہے۔

جس جگہ آپ قیام پذیر تھے وہاں ایک باولی ہے اور ایک گوردوارہ بھی تعمیر شدہ ہے جو باولی صاحب کے نام سے شہرت پذیر ہے۔

سیالکوٹ سے ایمن آباد آئے۔ اس جگہ آپ کافی روز تک قیام پذیر رہے۔ آپ کی اقامت کے دوران میں ہی بابر بادشاہ نے حملہ کیا۔ قتل و غارت کا بازار گرم ہوا۔ یہ منظر بہت ہی ہولناک و دل خراش تھا۔ مالِ غنیمت کو اٹھانے کے لئے گاؤں والوں کو قیدی بنایا گیا۔ گوروجی اور اُن کے دوست و ہمراہی مردانہ و بالا بھی گرفتار کئے گئے۔ بابر کو جب نانک دیوجی کی گرفتاری اور ان کے روحانی جیرہ کے متعلق خبر ہوئی تو اُس نے آپ کو فوراً رہا کر دیا کیوں کہ بابر درویشوں کا معتقد تھا۔ روایت ہے کہ جب گورو صاحب کو بابر کے روبرو پیش کیا تو اُس وقت شراب کا دور چل رہا تھا۔ کچھ مے کا سُرور اور کچھ فتح کا غرور مجلس پر طاری تھا۔ بابر نے مستی کی حالت میں کہا کہ اے درویش بابا آپ بھی شراب پیجئے اور مسرور ہو جائیے تو گوروجی نے فرمایا کہ اے بابر ہم تو یہ جانتے ہیں کہ تمام دنیاوی نشے چند لمحوں کے بعد کافور ہو جاتے ہیں مگر جو نشہ میں ذکر الٰہی سے حاصل ہوا ہے وہ کبھی نہیں اُترتا سے نام خُماری نانکا چڑھی رہے دِن رات

بابر یہ سُن کر حیران ہوا اور آپ کے خیالات سُن کر لُطف اندوز ہوا اس وقت بابر کی طاقت روز بروز بڑھ رہی تھی اُس کا رُعب چھایا ہوا تھا۔ طاقت اور حکومت کے زُعم میں مغل بادشاہ ہندوستان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ قتلِ عام و ظلم حد سے زیادہ بڑھ گیا تھا۔ ہندوستان میں جس علاقہ پر بھی بابر کی حکومت کا سِکّہ جاری ہوا۔ کسی کی طاقت نہیں تھی کہ وہ حکومت کے خلاف کوئی شکایت

کر سکے۔ ہر جگہ خوف طاری تھا۔ لوگ سہمے ہوئے تھے۔ مگر گورو صاحب اس حالت کو دیکھ کر اور وطنِ مالوف کی بربادی و خرابی ظلم و تشدّد، قتلِ عام و غارت گری کے مناظر کو دیکھ کر خاموش نہ رہ سکے۔ اِن واقعات کو آپ نے درجِ ذیل اشعار میں یوں بیان کیا ہے ؎

خراسان خصمانہ کیا ہندوستان ڈرایا — آپے دوس نہ دیئی کرتا جم کر مغل چڑھ آیا
اینی مار پئی کرلانے تیں کی درد نہ آیا
کرتا تو سبھنا کا سوئی — جو سکتا سکتے کو مارے تا من رِوس نہ ہوئی
سکتا سیہہ مارے پہ بگے خصمے سا پرسائی — رتن بگاڑ بگوتے گئی موئیا سار نہ کوئی

مغل افواج نے ایک زبردست ہل چل مچائی ہوئی تھی مسلمان سپاہیوں نے جو اُس وقت ہندو عورتوں کی ناگفتہ بہ حالت کی اُس منظر کو گورو صاحب نے درج ذیل درد بھرے اشعار میں یوں بیان کیا ہے ؎

جن سِر سوہن پٹیاں مانگی پائی سندھور — سو سر کاتی مُنین گل وِچ آوے دھوڑ
محلاں اندر ہوندیاں ہُن بہن نہ مِلن ہدور (حضور)
آدیس بابا آدیس ..... آدپرکھ تیرا انت نہ پایا کر کر دیکھے دیس (رہاؤ)
جدوں سی وی آہیا لاڈے سوہن پاس — ہنڈولی چڑھ آئیاں دند کھنڈ کیتے داس
اُپروں پانی وار یے جھلے جھمکن پاس — اِک لکھ ہن بیٹھیا لکھ ہن کھڑیا
گری چھوہارے کھاندیاں مانن سیجڑیا
دھن جوبن دوے بیری ہوئے جنہیں رکھے رنگ لائی — دوتاں لوں فرمایا لے چلے پت گوائی
جے ہِن بھاوے دیے وڈیائی جے بھاوے دے سجائی (سزا) اگو دے جو چیتیے تاں کاہیت ملے سجائی

ساہاں سرت گوایا دنگ تماسے چائی   بابر وانی پھر گئی کوئی دو روٹی نہ کھائی

بابر کے اعمال و افعال پر روشنی ڈالتے ہوئے ظلم و تشدّد کے خلاف آپ نے آواز بلند کی۔ اِن اشعار کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ گورو صاحب حُبِ وطن کو ایمان کا اہم ترین جزو خیال کرتے تھے اور آپ کی حب الوطنی کا جذبہ ان اشعار سے صاف ظاہر ہو رہا ہے۔ یہاں سے چل کر آپ کرتار پور آئے اور اسی جگہ باقی زندگی کے دن گذارنے کا مصمّم ارادہ کیا۔ بعض مورّخین کا خیال ہے کہ آپ نے پانچواں سفر بھی شروع کیا تھا۔ قندھار۔ بلخ، بخارہ ہوتے ہوئے خوارزم پہنچے تھے، جہاں مردانہ نے وفات پائی۔ لیکن کچھ دیگر مصنفین کا عقیدہ ہے کہ گورو صاحب نے صرف چار ہی سفر اختیار کئے تھے۔

خلاصہ بحث

گورونانک دیو پیدائش سے ہی درویشانہ طبیعت لے کر آئے تھے۔ ہمدردی، رواداری، حب الوطنی، دردِ دل اور انسانیت وغیرہ اوصافِ حمیدہ آپ کی سرشت میں قدرت نے کچھ اس طرح سموئے تھے کہ آپ ہر وقت خدمتِ خلق کے لئے مستعد رہتے تھے۔ توہم پرستی اور بدرسم و رواج کو وہ جڑ سے اکھاڑنا چاہتے تھے۔ بنا بر ایں انھوں نے سفرِ جو اُس وقت سقر سے کم نہ تھا روانہ ہونے کا پکا ارادہ کیا اور اپنے دو دوستوں مردانہ اور بالا کو ساتھ لیا۔ اوّل سید پور (ایمن آباد) لالو کے پاس آئے۔ نواب اور ملک بھاگو کو راہ راست دکھایا۔ پیدل پا چلتے ہوئے کورو کشیتر پہنچے اور وہاں اصلیت کا پرچار کیا۔ ہردوار

جا کرانو کھے ڈھنگ سے عوام الناس کو حقیقت سے آگاہ کیا۔ ہردوار سے رخصت ہو کر دہلی آئے اور مجنوں کے ٹلہ میں اقامت اختیار کی۔ ابراہیم لودی کو اُس کی سختی سے روکنے کی کوشش کی پھر پیلی بھیت ہوتے ہوئے بنارس، گیا اور کام روپ گئے۔ نور شاہ کے طلسم کو توڑ کر توحید پرستی کی رغبت دلائی۔ جگن ناتھ پوری کی زیارت کی اور قدرتی آرتی کے لئے شعر اشعار موزوں کئے۔ واپس پنجاب آئے۔ دریائے بیاس کو عبور کر کے گویندوال آئے۔ کھڈور صاحب کے پاس آئے۔ ویرووال، جلاآباد اور پٹھانوں کی[1] کرڑیوں میں سے ہوتے ہوئے اور پٹھان سرداروں کو رعایا پروری کا سبق سکھاتے ہوئے تلونڈی آئے اور پھر پاک پٹن میں شیخ براہیم (فرید ثانی) سے ملاقات کی۔ سیالکوٹ۔ لاہور اور دیگر مشہور مقامات متھرا بندرابن۔ دکن کے مشہور شہروں اور مندروں کی زیارت کی۔ آخر مکہ مدینہ ایران، افغانستان، بلوچستان اور کشمیر کے علاقوں میں بھی آپ نے توحید پرستی کی اشاعت کی۔ آپ کا مقصد صرف ایک ہی تھا اور وہ یہ کہ مسلمان اور ہندو ایک ہی خدا کے بندے ہیں محبت و پیار سے رہنا چاہیئے۔ ظلم و تشدد سے گریز کرنا چاہیئے۔ آپ اپنے مقصد میں کامیاب رہے۔

ع ۱ ویرووال ضلع امرتسر میں ایک قصبہ ہے۔ اس کے نزدیک پٹھانوں کی کرڑیاں چھوٹے چھوٹے گاؤں تھے جن کے سردار پٹھان تھے۔ دراصل کرڑی لفظ "گڑھی" کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ پٹھان سرداروں نے چھوٹے چھوٹے ضلعے بنائے ہوئے تھے۔ بودل کرڑی بھی موجود ہے۔

بقیہ حیات

گورونانک دیو تقریباً تیس ۳۰ سال تک ہندوستان و غیر ممالک میں گھومتے پھرتے رہے۔ آپ موجودہ دور کے اہلِ ظاہر و باطن کی مانند کسی سیاسی طاقت کو حاصل نہ کرنا چاہتے تھے۔ مذہب کے نام پر آپ عوام کی آنکھوں میں دھول نہ جھونکنا چاہتے تھے۔ ایک خاص جگہ بیٹھ کر وہ علمی یا ادبی طرّہ امتیازی پہن کر رہنما بننا نہ چاہتے تھے۔ مروجہ بدرسم و رواج کے آپ مخالف تھے۔ کسی مذہب کے خلاف آپ کو کوئی شکایت نہ تھی۔ ہندو مسلمان آپ کی نظر میں یکساں قیمت رکھتے تھے۔ ظلم و تشدّد، وہم پرستی انسانی مصایب و تکالیف سے متاثر ہو کر وہ ہندوستان کے کونے کونے میں پہنچے اور سچائی، صفائی، نیکی، ہمدردی اور رواداری وغیرہ کی اشاعت کی۔ انھوں نے صرف ہندوستان ہی میں سیر و سیاحت نہیں کی بلکہ ہند کے باہر تبّت، عرب، ایران، روم اور افغانستان تک پیدل سفر کیا۔ دشواریوں اور مجبوریوں کی کوئی پروا نہیں کی۔ چوروں، ڈاکوؤں اور ٹھگوں وغیرہ کی آماجگاہوں، اور پناہ گاہوں میں پیدل سفر کرتے ہوئے پہنچے۔ اُن سنگ دلوں و گمراہوں کو پیار و محبّت سے رہِ راست دکھایا۔ دُہیلے جیسے ظالم کو نیکی کا پرستار بنایا۔ اخلاق و اوصاف حمیدہ کو حاصل کرنے کی تلقین کی۔ انسانیت کا سبق سکھایا۔ عالم کو باعمل ہونے کے لئے زور دیا اور اپنے مقصد میں کامیاب رہے۔ چوں کہ اب عہد پیری میں داخل ہو چکے تھے اس لئے آپ نے اب کرتار پور میں ہی رہ کر اپنے جذبات کی اشاعت

کرنے کا عزمِ مصمم کیا۔ لباس فقرا اُتار دیا اور ایک سادہ جامہ پہن لیا۔ آپ کی شہرت دور دراز علاقوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ بنابریں جب عوام الناس کو معلوم ہوا کہ گورو صاحب کرتارپور میں مستقل طور پر مقیم ہیں تو وہ عقیدت مند آپ کے دیدار کے لئے ذوق ذوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور حلقۂ مریدی میں داخل ہوتے۔ اس طرح روز بروز آپ کے پیروکاروں میں اضافہ ہوتا رہا۔

روزانہ زندگی

گورونانک دیوجی کی روزانہ زندگی ایک خاص سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ آپ کی زندگی مخصوص قواعد وضوابط کے تحت بسر ہوتی تھی۔ وقت کی پابندی اُن کی حیات کا ایک خاص اصول تھا۔ وقت کی قدر منزلت آپ کی نظر میں بہت بلند تھی۔ زندگی کا ایک ایک لمحہ اُن کے خیال میں خاص اصول تھا۔ وقت کی قدر منزلت آپ کی نظر میں بہت بلند تھی۔ زندگی کا ایک ایک لمحہ اُن کے خیال میں خاص قیمت رکھتا تھا۔ بنابریں وہ وقت کو ضائع نہ ہونے دیتے تھے۔ آپ کی زندگی عارفوں، صوفیوں، سادھوؤں، سنتوں، خواص وعوام اور اہلِ ظاہر و باطن کے لئے روشنی کا مینار ثابت ہوئی۔ کیوں کہ جو بھی آپ کی صحبت میں آتا وہ اس قدر متاثر ہوتا کہ غیر محسوس طریقہ سے اُس کی زندگی میں ایک تبدیلی شروع ہو جاتی۔

گورو صاحب ہمیشہ حسبِ معمول الصبح نیند سے بیدار ہوتے۔ آسمان ابھی ستاروں سے پُر ہوتا جب کہ آپ قدرتی ضروریات وحاجات سے فارغ

ہوکر غُسل کرتے اور پھر وِرد و وظیفہ میں مصروف ہو جاتے۔ طلوع آفتاب کے بعد ایک پہر تک عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے۔ بعدازاں دیدار کے پیاسوں سے ملاقات کرتے۔ عوام کو پند و نصائح دے کر پھر لنگر میں جا کر عوام کے لئے تیّار شدہ غذا کا جائزہ لیتے اگر کوئی کمی ہوتی تو اُسے دُرست کرواتے۔

گورو صاحب تعصّب سے بالاتر تھے۔ اُن کی نظروں میں ہندو مسلمان یکساں تھے، برہمن، کشتری ویش، شودرا اور چنڈال ایک ہی ذات کریم کے پیدا کئے ہوئے انسان تھے۔ بنابریں آپ کے لنگر میں نسلی امتیاز کو بالائے طاق رکھ کر سب ایک ہی قطار میں بیٹھ کر، چھوت چھات کی وہم پرستی سے بالاتر ہو کر ایک ہی جگہ کھانا کھاتے تھے۔ سب کے لئے ایک ہی قسم کی غذا ہوتی۔ امارت و افلاس کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ بعض اوقات گورو صاحب خود کمربستہ ہو کر خود کھانا کھلاتے اور خوش ہوتے اور کبھی کبھی اُسی قطار میں بیٹھ کر کھانا بھی کھاتے تھے۔ صبح مجلس سماع قائم ہوتی۔ جب جی صاحب کا پاٹھ پڑھا جاتا۔ شام کو بھی کیرتن ہوتا۔ مردانہ اس دنیائے دنی سے رحلت کر چکا تھا۔ مگر گورو صاحب کو نغمات الٰہی سُنانے کے لئے مردانہ کے دو بیٹے شہزادہ ورائے زادہ حاضر ہوتے اور رباب پر سُریلے بھجن گا کر سناتے۔ بعدازاں گورو نانک دیو اپنے خیالات و جذبات کا اظہار کرتے۔ عوام آپ کے پند و نصائح سے مستفید ہوتے۔ بعدازاں شام کا کھانا کھایا جاتا۔ نانک دیو سب کو وِدع کرتے اور آپ خلوت میں عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ بعض اوقات آپ پر وجد طاری ہو جاتا اور اسی طرح مستی کی حالت میں اپنی ذات کو فنا فی اللہ کر دیتے۔ روزانہ یہی دستور تھا۔

حاضرین جلسہ مسرتِ روحانی کا لطف اٹھاتے۔ آپ کے مرید (سِکھ) ہر وقت مسافروں، سادھوؤں درویشوں، فقیروں محتاجوں، امیروں اور مفلسوں کی خدمت کے لئے کمربستہ رہتے۔ ادب و احترام سے پیش آتے۔ معمولی سے معمولی انسان کی تعظیم و تکریم کر کے خاطر و تواضع میں مشغول ہو جاتے۔ جو بھی انسان گورو صاحب کا دیدار کرتا دنیاوی رنج و آلام کو بھول جاتا۔ الٰہی رنگ میں رنگا جاتا۔

حُلیہ۔ شکل و شباہت

آپ کا جسم سڈول توانا اور ریز و مند تھے۔ چہرہ سفید جس میں سُرخی کی جھلک دکھائی دیتی تھی۔ نہ زیادہ بلند قامت اور نہ ہی پست قد تھے۔ چہرہ پر روحانی جلال کے آثار جھلک رہے تھے۔ نور سے پُر چہرہ آفتاب کی مانند دکھائی دیتا تھا۔ سر کے سفید بال چاندی کی نرم نرم تاریں معلوم ہوتے تھے۔ سکون قلب سے پُر تھے۔ کسی حالت میں بھی غصّہ کی کوئی علامت ظاہر نہ ہوتی تھی۔ ہر ایک سے شیریں زبانی سے پیش آتے تھے۔ آپ کا دیدار کرنے والا پہلی ملاقات میں ہی گرویدہ ہو جاتا تھا۔ شکل و شباہت میں ایک نور کا پُتلا تھے۔ فرشتہ خصلت و انسانیت کے مجسمہ تھے۔ جب آپ پند و نصائح دیتے تو آپ کے دہن مبارک سے الفاظ گل ہائے رنگا رنگ کی شکل میں نظر آتے تھے۔ یہ درست ہے کہ آپ پنجاب میں پیدا ہوئے اور آپ کی مادری زبان پنجابی تھی جس کے وہ دل و جان سے حامی بھی تھے مگر اُن کی بولی میں برج بھاشا کی چاشنی اور گجراتی

کی سلاست اور فارسی کی شیرینی ٹپکتی تھی۔ آپ کے دربار میں جو بھی آیا وہ گوروجی کی شخصیت سے ضرور متاثر ہوا۔

گوروجی کے دربار میں ہندو، مسلمان، برہمن، شودر، امیر، وزیر، شاہ و محتاج کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ مجلسِ سماع میں خواص و عوام روحانی غذا حاصل کرتے تھے جب کہ لنگر میں سے جسمانی خوراک سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ بہ الفاظ دیگر آپ کے صوفیانہ مجلس میں جوعِ روحانیت مٹ جاتی تھی۔ لوگ کرتارپور "منزلِ الٰہی" کا راستہ پوچھ کر گوروجی کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور یہاں سے معرفت و حقیقت کی منزل تک پہنچ جاتے تھے اور بعد ازاں انھیں کسی دوسرے کرتارپور جانے کی کوئی ضرورت باقی نہ رہتی تھی۔

اسی طرح عمر کے باقی پندرہ (۱۵) یا سولہ سال کرتارپور کی دھرم شالہ میں قیام پذیر ہو کر وسیع دلی و وسیع نظری سے عوام کو فرائض کی ادائیگی، توحید پرستی، ذکرِ الٰہی، محنت و مشقت کی زندگی بسر کرنے کی تعلیم دی۔ اور کرتارپور (خانۂ خدا) کا راستہ دکھایا۔ اس دوران میں لہنا، ترہین کھتری جو دیوی کا پرستار تھا یہاں آیا تھا وہ یہاں بُت پرستی کو ترک کر کے موحّد بنا۔ آپ نے بڈھا اور لالو کو جو چھوٹی ذات کے لوگ تھے پستی سے اٹھا کر بلندی پر بٹھایا۔ ہر رسم بد کے خلاف بلند آواز کی۔ شاہ و گدا کو سچے انسان بننے کی تلقین کی۔ پیار و محبّت کا سبق سکھایا۔

وفات

سمت ۱۵۹۰ بکرمی میں سری گورو نانک دیو کے والدین رحلت فرما گئے

تھے ۔ اب تلونڈی میں صرف چچا لالو زندہ تھے جو گورو صاحب کے بعد بھی کچھ عرصہ تک زندہ رہے ۔ لالو ایک دفعہ کرتار پور میں اپنے برادرزادہ نانک دیو کے درشن کرنے بھی آئے ۔ گورو جی نے اپنا آخری وقت نزدیک آتے دیکھا ۔ اپنے پیارے وفرمانبردار اور ہردل عزیز مرید لہنا جو بعد ازاں انگد نام سے مشہور ہوئے کو اپنا ولی عہد یعنی جانشین مقرر کیا ۔ کسی خاص مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے گورو صاحب نے اپنے دونوں فرزندوں سری چند اور لکشمی چند کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا ۔ لہنا کو گورگدی پر بٹھا کر اُن کے روبرو گورو نانک دیو فقیرانہ انداز سے تسلیمات بجالائے اور پانچ پیسے اور ایک ناریل بھینٹ چڑھایا ۔ اپنے مریدوں (سکھوں) کو بھی انگد دیو کی تعظیم و تکریم کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ میری وفات کے بعد سب سکھ لہنا کو اپنا روحانی مرشد تسلیم کریں ۔ انگد نام کی وجہ تسمیہ یوں ہے کہ لہنا صاحب روحانی نقطہ نگاہ سے نانک دیو کے ایک اہم عضو (انگ) تھے اور گورو صاحب نے لہنا کو اپنی بغل میں لے کر اپنا ایک انگ بنا لیا تھا ۔ بنا برایں لہنا کا نام انگد دیو مشہور ہوا ۔

جب آخری وقت آیا تو نانک دیو ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے اور آپ پر وجد طاری ہو گیا اُن کی مراقبہ کی حالت میں بھجن کیرتن شروع ہوا ۔ جپ جی صاحب کے آخری اشعار ؎

پَون گورو پانی پِتا ماتا دھرت مہت ‎ ‎ ‎ ‎ دِوس رات دوے داتی دایا کھیلے سگل جگت

چنگائیاں برُیائیاں واچے دھرم ہدر (حضور) ‎ ‎ ‎ ‎ کرمی آپو آپنی کے نیڑے کے دور

جِنی نام دِہایا گئے مسکت (مشقت) گھال ‎ ‎ ‎ ‎ نانک تے مُکھ اُجلے کیتی چھُٹی نال

(مُراد بادِہادی ہے، آب والد ہے ۔ زمین مادر ہے ۔ شب و روز دائی اور دایہ

ہیں۔ جن کی آغوش میں سب دُنیا کھیلتی ہے۔ انسان کے نیک و بد اعمال اللہ کے روبرو پڑھے جائیں گے۔ اپنے اعمال کے مطابق کوئی ذاتِ کریم کے حضور بیٹھے گا اور کوئی دور کھڑا ہوگا مگر اے نانک! جو لوگ ذکرِ الٰہی میں مصروف رہے اور محنت و ریاضت میں مشغول رہے وہ خود بھی سُرخ رو ہیں اور اُن کی تقلید میں دیگر لوگ بھی نجات حاصِل کریں گے) پڑھے جا رہے تھے گورو ایک چادر اوڑھ کر لیٹ گئے اور آپ کے دہن مبارک سے "واہ! گورو" کی آواز آئی یعنی یا اللہ تو کتنا بڑا قادر ہے تیری قدرت لامحدود ہے۔ یہ کہتے ہوئے سمت ۱۵۹۶ بکرمی ساون سُدی دسمی کو کرتار پور میں آپ نے وصال حاصِل کیا۔

آپ کے مریدوں پر ایک حسرت ناک حالت طاری ہوئی۔ گورو انگد دیوجی کرتار پور سے چل کر کھڈور صاحب آئے اور وہاں گورو نانک دیو کے خیالات کا پرچار کرتے رہے۔ سری چند پیدائش سے ہی درویشانہ طبیعت لے کر آئے تھے۔ اس لئے اُنھیں کسی گدی کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔ اُنھوں نے اُداسی سادھوؤں کے فرقہ کی بنیاد رکھی۔ لکشمی چند نے خانہ داری کا کام سنبھالا۔ موجودہ بیدی خاندان لکشمی چند کی اولادیں سے ہے۔

باب سوئم

(ملفوظات وارشادات)

ا۔ ملفوظاتِ بابا نانک

(ا) وحدت

ہم باب اوّل میں عہدِ وسطیٰ کے مذہبی حالات پر روشنی ڈال چکے ہیں یہاں صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی ہوگا کہ اہلِ ہنود ویدک تہذیب و تمدّن سے بہت دور ہو چکے تھے۔ بے شمار دیوی دیوتاؤں کی پرستش رائج تھی۔ اسلامی حلقہ میں اہلِ ظاہر شرعی پابندیوں اور اُلجھنوں کا شکار بن چکے تھے۔ اس حالتِ ناگفتہ بہ میں گورونانک دیو نے آوازِ توحید بلند کی۔ گوروصاحب کا مطمحِ نظر صرف ذاتِ کریم ہی تھا۔ آپ نے الٰہی تجلیات پر گہری نظر ڈالی۔ ذرّہ ذرّہ میں آپ کو جلوۂ خُدا نظر آیا۔ آپ نے موثر الفاظ میں بتایا کہ کُل عالم کا ماآخذ ایک ہی ذات کریم ہے اور وہ واحد ہے۔ وہ لاشریک ہے۔ دیگر فرشتگان و پیغمبر، دیوی اور دیوتے اُس کی طاقتوں کے نام ہیں۔ آپ نے بتایا کہ اوم ہی وحدت سے کثرت میں ظہور کرتا ہے۔ اُپنشدوں میں اللہ کے لئے स्वयंभू (خود بخود ہونے والا)

کا لفظ آیا ہے۔ فارسی میں خُدا (خود آمدن سے خود آیئنی خود آنے والا) स्वंभू
کا ترجمان ہے۔

گورو نانک دیو کا مقدس عرفانی اور روحانی کلامِ پاک جپ جی صاحب ہے۔ یہ ایک نغمہ عرفان ہے جو پنجاب کے ہادی اکبر مصلح اعظم، خدا رسیدہ بابا گورو نانک کی زبانِ مبارک سے ظہور پذیر ہوا۔ اس میں گورو جی نے خُدائے تعالیٰ کو سچا یعنی ازلی وابدی ہستی برحق قبول کیا ہے۔ اُس کو معبود اور خود کو بندہ قرار دیا ہے۔ توحید کے حصول کے لئے آپ نے فرمایا ہے کہ اے انسان! تقویٰ حاصل کر۔ استقلال سے کام لے۔ مقدس کتب کا مطالعہ کر۔ عرفان کی منزل حاصل کر۔ زُہد و ریاضت میں سرگرم رہ۔ خُدا و خلق سے پیار کر۔ اسمِ اعظم کا ورد کر۔ گاڑھے پسینہ کی کمائی کر۔ خود بھی کھا اور جو لوگ محتاج ہیں اُن کو کھلا۔ صرف سجدہ کے قابل خُدا کی ہستی ہے۔ اُسی میں یقین کامل رکھ۔ خُدا کی تعریف آپ نے درج ذیل الفاظ میں کی ہے:

اونکار ست نام۔ کرتا پُرکھ نِربھو نِرویر، اکال مورت اجونی سے بھنگ گُر پرساد۔

جپُ

آدسچ۔ جگاد سچ۔ ہے بھی سچ نانک ہوسی بھی سچ۔

(ترجمہ: اونکار جو واحد ہے وہی کثرت میں نمایاں ہے اُس کا نام سچ ہے۔ وہ خالقِ دوجہاں ہے۔ بے خوف اور بے لاگ (عداوت) ہے موت و پیدائش سے بالاتر ہے۔۔ قایم بالذّات ہے۔ وہ مُرشدِ کامل کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ اُسی واحد ہستی کی پرستش

کرنی چاہیئے جو روزِ ازل سے بیشتر بھی سچّا تھا اور ظہورِ عالم کے وقت بھی سچّا تھا۔ دورِ حاضر میں بھی سچّا ہے۔ گورو نانک کہتے ہیں ابد اور بد کے بعد بھی وہ سچّا ہوگا)

گورو صاحب کا عقیدہ ہے ذاتِ الٰہی واحد ہے۔ لاشریک ہے۔ وہ ہمیشہ دایم و قایم ہے۔ ذرّہ ذرّہ میں اُس کا ظہور ہے۔ کل عالم کا منبع و مبدا ہے۔ کل عالم سے جُدا بھی اور سب میں شامل بھی ہے۔ پیدائش و موت سے بالاتر ہے۔ سب دُنیا اُس کے سہارے زندہ ہے مگر اُسے کسی کا سہارا نہیں وہ اپنی ذات پر ہی قایم ہے۔ مگر اُس کا احساس صرف ہادیٔ کامل ہی کرا سکتا ہے۔

ویدک ادب میں اوم ہی واحد ہے جس سے عالم کا ظہور ہوتا ہے۔ قرآن شریف میں بھی اللہ کو لاشریک بتایا گیا ہے۔ اس لئے گورو نانک دیو کی توحید پرستی اسلام[1] اور اہلِ ہنود کے عین مطابق ہے۔ آپ نے سلیس زبان میں توحید کی شرح کردی ہے — دیوی دیوتاؤں کے بھی آپ قایل تھے مگر ان سب کو مخلوق[2] قبول کرتے تھے۔

---

[1] دیکھیئے دبستانِ مذاہب مطبع منشی نول کشور (۱۹۲۸ء) صفحہ ۲۲۳:

.... نانک قایل بتوحید باری بود بہ اموریکہ منطوق شرع محمدی است ....

اقبال فرماتے ہیں ؎

پھر اُٹھی آخر صدا توحید کی پنجاب سے — ہند کو ایک مردِ کامل نے جگایا خواب سے

[2] دیکھیئے دبستان مذاہب صفحہ ۲۲۳:

نانک چناں چہ ستایشِ مسلماناں کردی اقتداراں و دیوتہ ہا و دیوہائے ہندو را نیز ستودئے اما ہمہ را مخلوق دانستہ۔

کچھ عارفوں کا عقیدہ ہے کہ پیدائشِ عالم میں قادر کے علاوہ قدرت کا بھی ہاتھ ہے دیگر علما کا قیاس ہے کہ قادر، قدرت اور آدم یہ تین ہستیاں ظہورِ عالم کا باعث ہیں۔ مگر گورو نانک ذاتِ اللہ کو ہی کل مخلوقات، زمین و آسمان، اجرامِ فلکی فرشتگاں و کرّوبیاں، پیر، پیغمبر، دیوی۔ دیوتے وغیرہ کا ماخذ قرار دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

آپے پٹی قلم آپ اُپر لیکھ بھی تو ایکو کہیئے نانکا دوجا کاہے کو
توآپے آپ ورتدا آپے نپت نپاتی تدھ بن دوجا کو نہیں تو رہیا سمائی
تیری گت مت تو ہے جاندا تو قیمت پائی توالکھ اگوچر اگم ہے گورمت دکھائی

(۲۸ پوڑی وار ملار محلہ پہلا)

اہلِ ہنود کا عقیدہ ہے کہ ایشور کی ناف سے ایک کمل نکلا جس میں سے برہما کی پیدائش ہوئی جس نے اپنی قدرت سے دُنیا کو پیدا کیا۔ اُسی ذات واحد نے وشنو کو رزّاق کا درجہ بخشا اور شوجی کو عالم کو نیست نابود کرنے کی طاقت بخشی اور اس طرح یہ نظامِ عالم اور وجودِ عالم ان تین دیوتوں کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ گورو صاحب تین دیوتوں (برہما۔ بشن۔ مہیش) کی ہستی کے قایل ضرور ہیں۔ مگر انھیں اُس قادرِ مطلق کی طاقتوں کا نام دیتے ہیں یہ اُس ذاتِ کریم کی مخلوق ہیں۔ مگر یہ اپنی ذات پر قائم نہیں۔ یہ سب اُسی واحدِ مطلق کے سہارے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

ایکا مائی جُگت وِیائی تِن چیلے پروان اک سنساری اک بھنڈاری اک لائے دیبان
جو تس بھاوے تِوے چلاوے جو ہووے فرمان اوہ دیکھے اوناں ندر نہ آوے بہتا اوڈان

(جپ جی پوڑی ۳۰)

ترجمہ: قادرِ مطلق اور قدرت کے وصل سے قدرت حاملہ

ہوئی۔ اُس سے تین مرید پیدا ہوئے۔ ایک برہما، ایک وشنو اور ایک شوجی (ان تینوں کے سُپرد نظام ہوا) جس طرح وہ قادرِ مطلق چاہتا ہے اُسی طرح وہ تینوں دیوتے عمل کرتے ہیں (یعنی وہ آزاد نہیں ہیں)

حیران کن تو یہ بات ہے وہ ذاتِ واحد اُنھیں نظر بھر دیکھتی ہے مگر خود غائب ہے۔

اسی طرح (بلاول محلہ پہلہ) میں فرماتے ہیں ؎

ترتیا برہما[1] یس مہیسا دیوی دیوا اُپائے ویسا
جوتی جاتی گنتت نہ آوے جن ساجی سو قیمت پاوے

ایضاً

حکم اُپائے دس اوتارا دیو دانو اگنت اپارا
مانے حکم سو درگہ پیچھے ساچ مِلائے سمایدا

(مارو سوہلے محلہ پہلہ)

---

[1] گوروارجن دیوجی ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

کوٹ بِسن کینے اوتارا کوٹ برہمنڈ جاکے دھرم سال
کوٹ کہیں اُپائے سمائے کوٹ برہمے جگ ساجن لائے
ایسا دھنی گوبند ہمارا برن نہ ساکوں گن بستھارا

(بھیروں اسٹ پدی محلہ پانچ)

گورونانک دیو کا عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ کل مخلوقات (جمادات، نباتات اور حیوانات) سے بالاتر ہے۔ تمام دیوتے۔ اولیا۔ رُسل۔ غوث پیر اور فقیر وغیرہ اُس کی مخلوق ہیں۔ وہ ذاتِ کریم سب کو دیکھتی ہے مگر اُسے کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ وہ کریم، رحیم۔ ظاہر۔ حاضر اور ناظر ہے۔ دیوتے و فرشتگاں اُس کی جُدا جُدا طاقتوں کے نام ہیں۔ مالک سب کا وہی ہے۔ خالق و قادر صرف اُسی کی واحد ذات ہے۔

برہما بسن مہیس اِک مورت آپے کرتا کاری (رامکلی محلہ پہلا)

ایضاً

آپی نے آپ ساجیو آپی نے رچیو ناو — دوئی قدرت ساجئے کر آسن ڈٹھا چاؤ

داتا کرتا آپ توں تُس دیوے کرے پساو — تو جانوی سبھ سَے دے لیسے جند کواؤ

کر آسن ڈِٹھا چاؤ (وار آسا محلہ پہلا)

دُنیا کا انحصار اُسی ذاتِ کریم پر ہے وہ ذرّہ ذرّہ میں موجود ہے ؎

سبھ میں جیو جیو ہے سوئی گھٹ گھٹ رہیا سمائی (ملار اشٹپدیاں محلہ پہلا)

ایضاً

بلہاری قدرت وسیا تیرا انت نہ جائی لکھیا

جات مہہ جوت جوت مہہ جاتا اکل کلا بھرپور رہیا

نانک دیو فرماتے ہیں کہ یہ مسّلمہ ہے کہ وہ ہر شئے میں موجود ہے۔ ذرّہ ذرّہ میں اُس کا جلوہ ہے۔ مگر پھر بھی وہ علیحدہ اور جُدا ہے۔

سبھ کے مدھ سب ہوتے باہر راگ دوکھ تے نیارو (سوہی چھنت محلہ پہلا)

گوروجی کا مقولہ ہے کہ وہ ذاتِ الٰہی اپنی واحد ہستی سے نظامِ عالم کو چلا رہی

ہے۔اُسی کے حکم کے زیر سب کچھ ہو رہا ہے۔ مگر الٰہی حکم کا قلم اعمال و افعال کے مطابق چلتا ہے ؎

حکمے[1] اندر سب کو باہر حکم نہ کو (جپ جی صاحب)

ازل اور ابد پیدایش و مرگ حکم الٰہی کے تابع جاری وساری ہیں ؎

ایسا ساچو تو ایکو جان جمن مرنا حکم پچھان (آسا محلہ پہلا اشٹپدیاں)

ایضاً ؎ جمن مرنا حکم ہے بھانے آوے جائے

خدا کی ہستی اپنی ذات پر کامل اور قایم ہے۔ اُس کو پیدا کرنے والی کوئی دیگر ہستی نہیں۔ شکل و صورت سے بالاتر ہے۔ کیوں کہ اگر وہ کسی شکل میں ظاہر ہو تو محدود ہو جاتا ہے حالاں کہ وہ لامحدود ہے۔ وہ عقل[2] سے بالاتر ہے۔ اس لئے اُس کی قیاسی تصویر بنا کر پرستش کرنا جہالت پر مبنی ہے اور یہ انسانی غلطی و حماقت ہے کہ اُس لامحدود کو ایک تصویر کے ذریعہ دکھایا جائے ؎

تھاپیا[3] نہ جائے کیتا نہ ہوئے۔ آپے آپ نرنجن سوئے (جپ جی صاحب)

ع[1]۔ نظامی گنجوی سکندر نامہ میں فرماتے ہیں:

زحکمے کہ آں در ازل راندہ نگردد قلم زانچہ گرداندہ

ع[2]۔ نظامی گنجوی سکندر نامہ میں لکھتے ہیں ؎

وجودِ تو از حضرتِ تنگبار کند پیکِ ادراک راسنگسار

ع[3]۔ گورو ارجن دیو فرماتے ہیں ؎

آپن آپ آپے اُپا یو

اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے نظامِ عالم کو قایم کئے ہوئے ہے۔ شب و روز، زمین و آسمان۔ ماہتاب و آفتاب کل عالم کا سلسلہ اُس کے حکم کے اندر چل رہا ہے۔ مگر خُدا کو اتنے بڑے سلسلہ کو چلانے میں کوئی تھکاوٹ یا ماندگی پیدا نہیں ہوتی۔ وہ ہر حالت میں خوش ہے ؎

حُکمی حُکم چلائے رہ۔ نانک وِگسے وے پرواہ (جپ جی صاحب)

مذکورہ بالا امثال سے صاف ظاہر ہے کہ گورو نانک دیو توحید کے قایل تھے۔ اُسی واحد ہستی کو خالق، مالک، قادر، حاضر، ناظر قبول کرتے ہیں۔ دلوی دیوتے۔ فرشتگان پیغمبر اوتار اُس کی مخلوق ہیں۔ یہ سب سلسلہ اُس وحدت کے زیر حکم چل رہا ہے۔

(۲) پیدایشِ عالم

یورپین علما کا خیال ہے کہ دُنیا کا سلسلہ قدرتی طور پر چل رہا ہے۔ یہ دنیا دائمی ہے ہمیشہ سے چلی آرہی ہے اور چلتی رہے گی۔ عالم کا وجود کب قایم ہوا اور کیسے ہوا ؟ کِس ماخذ سے یہ ماخوذ ہے ؟ ان سوالوں کے متعلق مختلف مذاہب میں مختلف رائیں پائی جاتی ہیں۔ اہل ہنود کا عقیدہ ہے کہ جب دُنیا نہیں تھی تو اُس وقت ذات اللہ ہر جگہ موجود تھی۔ جب دُنیا کے پیدا کرنے کا خیال آیا تو اس ہستی کی ناف سے ایک کنول پیدا ہوا جس میں سے برہما[۱] کی پیدایش ہوئی اور برہما جی نے دُنیا کا سلسلہ قایم کیا۔ گورو نانک دیو

۱؎ دیکھئے بھاگوت سارامطبوعہ سمت ۱۹۶۶ بکرمی۔ جوت سنگھ (باقی اگلے صفحہ پر)

بھی اُس وقت کا ذکر کرتے ہیں جب دنیا قائم نہ تھی مگر آپ دنیا کے وجود کا بانی اُسی ہستی واحد کو ہی قبول کرتے ہیں ؎

وسنت سنگھ لپٹکاں والا صفحہ ۳ :

ਸੂਤ ਜੀ ਨੇ ਸੌਨਕਾਦਿਕ ਰਿਖੀਸ਼ਰੋਂ ਸੇ ਕਹਾ ਕਿ ਆਦਿ ਨਿਰੰਕਾਰ ਜਗਤ ਮੇਂ ਅਵਤਾਰ ਧਾਰਣ ਕਰਨੇ ਵਾਲੇ ਪੁਰਖ ਕਾ ਰੂਪ ਹੈ ਸਭ ਕੇ ਪਹਿਲੇ ਭੀ ਵਹੀ ਥੇ ਔਰ ਮਧਯ ਸੇਂ ਭੀ ਵਹੀ ਔਰ ਪ੍ਰਲੈ ਹੋਨੇ ਪ੍ਰ ਭੀ ਵਹੀ ਰਹੈਂਗੇ । ਜਬ ਮਹਾ ਪ੍ਰਲੈ ਹੂਈ ਤੋ ਫਿਰ ਮਹਾਰਾਜ ਸੰਸਾਰ ਰਚਨੇ ਕੀ ਇਛਾ ਕਰਤੇ ਹੈਂ ਤਬ ਓਹ ਅਪਨੀ ਮਾਇਆ ਸੰਯੁਕਤ ਪੁਰਖ ਕਾ ਅਵਤਾਰ ਲੇਕਰ ਸ਼ੇਸ਼ਨਾਗ ਕੀ ਛਾਤੀ ਪਰ ਸੈਨ ਕਰਤੇ ਹੈ ਉਨੋ ਕੋ ਬੈਰਾਟ ਰੂਪ ਕਹਾ ਜਾਤਾ ਹੈ ਜਿਨ ਕੇ ਹਜ਼ਾਰ ਸਿਰ ਹਜ਼ਾਰ ਨਾਕ ਹਜ਼ਾਰ ਕਾਨ ਹਜ਼ਾਰ ਭੁਜਾ ਔਰ ਹਜ਼ਾਰ ਚਰਣ ਹੋਤੇ ਹੈਂ ਉਨਕੀ ਨਾਭੀ ਸੇ ਕਮਲ ਕਾ ਫੂਲ ਨਿਕਲਤਾ ਹੈ ਔਰ ਉਸੀ ਫੂਲ ਸੇ ਬ੍ਰਹਮਾ ਜੀ ਉਤਪਨ ਹੋ ਕਰ ਚੌਦਾਂ ਲੋਕ ਕੀ ਰਚਨਾ ਕਰਤੇ ਹੈਂ ।

سوت جی نے سونک وغیرہ رشیوں سے کہا کہ ازلی ہستی دنیا میں اوتار حاصل کرنے والے پُرکھ کی صورت ہے سب سے پہلے بھی وہی تھے اور عہدِ وسطیٰ میں بھی وہی اور قیامت ہونے پر بھی وہی رہیں گے۔ جب مہا پرلے ہوئی تو پھر وہ واحد ہستی (باقی اگلے صفحہ پر)

(۱) اربد نربد دُھندو کارا دھرن نہ گگن حُکم اپارا
نہ دن رین نہ چن نہ سورج سُن سمادھ لگایدا

(۲) کھانی نہ بانی پون نہ پانی اوپت کھپت نہ آون جانی
کھنڈ پاتال سمپت نہیں ساگر ندی نہ نیرو ہایدا

(۳) نہ تد سرگ مچھ پیالہ دوجک (دوزخ) بھست نہیں کھے کالا
نرک سُرگ نہیں جن مرنا نا کو آئے نہ جایدا

(۴) برہما بسن مہیس نہ کوئی اور نہ دیسے ایکو سوئی
نار پُرکھ نہیں جات نہ جنما نہ کو دُکھ سُکھ پایدا

(۵) نہ تد جتی ستی بن واسی نہ تد سِدھ سادھک سُکھ واسی
جوگی جنگم بھیکھ نہ کوئی نہ کو ناتھ کہایدا

(۶) نہ سچ سنجم تلسی مالا گوپی کاہن نہ گئو گوالا
تنت منت پاکھنڈ نہ کوئی نہ کو ونسی وجانیدا

(۷) کرم دھرم نہیں مایا ماکھی جات جنم نہیں دیسے آکھی
ممتا جال کال نہیں ماتھے نہ کو کِسے دھایدا

عالم کی پیدائش کے متعلق سوچتی ہے تب وہ اپنی قدرت کاملہ سے اوتار لے کر شیش ناگ کی چھاتی پر آرام کرتے ہیں اُن کو بیراٹ روپ کہا جاتا ہے جن کے ہزار سر بے حد ناک ہزار بازو ہزار پاؤں ہوتے ہیں اُن کے ناف کنول نکلتا ہے اور اسی پھول سے برہما پیدا ہو کر چودہ طبق پیدا کرتے ہیں۔

(۸) تِند بنڈ نہیں جیون جندو — نہ تد گورکھ نہ ما چھندو
نہ تدگیان دُھیانُ کل اوپت نہ کو گنت گنایدا

(۹) ورن بھیکھ نہیں برہمن کھتری — دیو نہ دیو ہرا گتو گا تیری
ہوم جگ نہیں تیرتھ نہاون نہ کو پوجا لایدا

(۱۰) جپ تپ سنجم نہ برت پوجا — نہ کو آکھ وکھانے دوجا
آپے آپ اُپائے وِگسے آپے قیمت پایدا

(۱۱) نہ کو مُلاّ نہ کو قاضی — نہ کو سیخ (شیخ) مسایخ حاجی
رعیت راو نہ ہومے دُنیا نہ کو کہن کہایدا

(۱۲) بھاو نہ بھگتی نہ سوِکتی — ساجن میت بنڈ نہیں رکھتی
آپ ساہُ آپے وبحارا سانچے ابہو بھایدا

(۱۳) بید کتب نہ سمرت ساست — پاٹھ پُران اُدے نہیں آست
کہتا بکتا آپ اگوچر آپے الکھ لکھایدا

(۱۴) جا تِس بھانا جگت اُپایا — باجھ کلا اُڑان رہایا
برہما بِسن نہیں اُپائے مایا مودھایدا

(۱۵) بِرلے کو گور سبد سنایا — کر کر دیکھے حُکم سبایا
کھنڈ برہمنڈ پاتال ارنبھے گپتو پرگٹی آیدا

(۱۶) تا کا انت نہ جانے کوئی — پورے گور تے سوجھی پائی
نانک ساچ رتے بسمادی بِسم بھئے گُن گایدا

(دوارو انجلی محلہ پہلا)

مذکورہ بالا اشعار سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ گورو صاحب نے ہندو منطق کو صاف و سلیس زبان میں واضح کر دیا ہے۔ اہل ہنود برہما سے تکوین عالم تسلیم کرتے ہیں۔ گورو صاحب نے برہما بسن اور مہیش کو مخلوق قرار دے کر پیدائیش عالم اُسی واحد ہستی کا کرشمہ بتایا ہے۔

مختلف مذاہب میں مختلف طریقوں سے بتایا گیا ہے کہ دُنیا کا وجود کب قایم ہوا۔ اور کیوں ظہور رہوا۔ سائنسداں اس کی پیدائیش لاکھوں بلکہ کروڑوں سال پہلے کی بتاتے ہیں۔ ہندوؤں میں چار جُگوں (ست جُگ۔ ترتیا جُگ۔ دواپر اور کلجگ) سے وقت کی تقسیم کی گئی ہے اور اس طرح لاکھوں سال پہلے دُنیا کا وجود قایم ہوا۔ تاریخ فرشتہ کی سند سے تقریباً سات ہزار سال پہلے عالم کا وجود قایم ہوا۔ گورونانک دیوجی فرماتے ہیں کہ جب یہ عالم وجود میں آیا اُس وقت کے بارے میں کوئی سائنسداں یا مذہبی رہنما پیغمبر یا پیر نہیں بتا سکتا ہے۔ قادر ہی صحیح تاریخ جانتا ہے۔ انسان کا علم اور عقل اُس کی قدرتِ کاملہ سے ناواقف ہیں۔ انسانی عقل و فکر سے اُس کے کرشمے بالاتر ہیں ؎

کون سو ویلا وکھت (وقت) کون کون تھت کون وار[ع۱] کون سی رُتی ماہ کون جت ہوا، آکار
ویلا نہ پایا پنڈتی جے ہووے لیکھ پُران وکھت نہ پایو قادیا (قاضیاں) جے لکھن لیکھ قران
تھت وار نہ جوگی جانے رُت ماہ نہ کوئی جا کرتا سرٹھی کو ساجے آپے جانے سوئی

(جپ پوڑی ۲۱)

ترجمہ: وہ کون سا زمانہ اور وقت تھا اور وہ کون سی ساعت

ع۱ گورو گوبند سنگھ جی لکھتے ہیں ؎

تُمرا لکھا نہ جائے پسارا کہیہ بدھ سجا پر تھم سنسارا

اور یوم تھا وہ کون سا موسم اور مہینہ تھا جس وقت (اُس ذاتِ کریم) نے عالم کا وجود قایم کیا۔ پنڈتوں کو اس وقت کا پتہ نہیں چلا کیوں کہ پورانوں میں اس کی کوئی تعبیر نہیں۔ قاضی بھی قرآن شریف کی بنا پر اس وقت کے متعلق کچھ نہیں لکھ سکے۔ جوگی (صوفیائے کرام یا فقرا) بھی اس ساعت کو نہیں جانتے" اس موسم یا گھڑی یا لمحہ کے متعلق کوئی بھی کچھ نہیں جانتا۔ جب اللہ اس عالم کو پیدا کرتا ہے وہی خود اس کے بارے میں جانتا ہے۔

ایضاً

آدکو بسمادُ بیچارُ کھتی اے سُن نرنتر واسُلیا (سِدھ گوشٹ)

گورو صاحب کہتے ہیں کہ اگر ہم دُنیا کے آغاز کے متعلق عقل کے گھوڑے دوڑائیں تو سوائے حیرانی و پریشانی کے اور کچھ دستیاب نہیں ہوتا۔ عالم کے وجود سے پیشتر خدا کی ہستی موجود تھی اور وہ ہر جگہ حاضر و ناظر تھا اور ہر جگہ سرایت کئے ہوئے تھا۔

ہر مذہب میں وجودِ عالم کے متعلق مختلف وجوہات ہیں۔ کسی نے یہ بھی کہا ہے کہ انسان کی معرفت کے لئے دُنیا کا وجود قایم کیا۔ کسی مذہب کا خیال ہے کہ جب قادرِ قدرت کا زیردست اثر ہوتا ہے تو وہ دُنیا کی کھیل پیدا کرتا ہے۔ اول وہ کُن کہتا ہے تو دُنیا کا وجود قایم ہو جاتا ہے۔ کچھ علما کا خیال ہے کہ انسان اور حیوان یا باقی ذی روح دُنیا کے اعمال کے مطابق دُنیا کا سلسلہ قایم ہو جاتا ہے۔ گورو نانک دیو وجودِ عالم کو حکمِ الٰہی کا ایک کرشمہ قبول کرتے ہیں مگر آپ کا عقیدہ ہے کہ جب دُنیا کا وجود نہ تھا تو ذی روح مخلوقات نے کوئی عمل یا فعل نہ کیا تھا۔ اس لئے ہم یہ نہیں کہہ

سکتے کہ انسانوں حیوانوں اور دیگر ذی روح مخلوقات کو اُن کے اعمال و افعال کا عوض دینے کے لئے نظامِ عالم قایم ہوا ہے

حُکمی[1] ہووَن اُکار حُکم نہ کہیا جائی — حُکمی ہووَن جی حُکمی مِلے وِڈیائی

چوں کہ اللہ کی ذات تمام قوا اور طاقتوں کی مالک تھی اس لئے دُنیا کو پیدا کرنے کے وقت نہ اُس نے کسی دوسرے سے مشورہ لیا اور نہ ہی اس بڑے کام کے لئے اُسے کسی کی اعانت و مدد کی ضرورت پڑی[2] اُس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے عالم کا وجود و نظام قایم کیا۔ اور اس میں دیگر قوتوں، نیکیوں اور بدیوں کو بھی پیدا کر دیا۔ عوام اِن رُکاوٹوں سے گھرنے شروع ہو گئے اور اس طرح عالم کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے

عہ[1] گورو ارجن دیو فرماتے ہیں ہے

جب آکار ایہہ کچھ نہ درشٹیتا — پاپ پُن تب کاہے تے ہوتا
جب دھاری آپن سُن سمادھ — تب بیر برودھ کس سنگ کمات
جب اس کا برن چِن نہ جابت — تب ہرکھ سوگ کہو کسے بیاپت
جب آپن آپ آپی پار برہم — تب موہ کہا کس ہووت بھرم
آپن کھیل آپی ورتیجا — نانک کرنے ہار نہ دوجا (گوڑی سکھمنی محلہ پانچ)

عہ[2] نظامی گنجوی سکندر نامہ میں لکھتے ہیں ہے

بہر جہ آفریدی دلستی طراز — نیازت نہ اے از ہمہ بی نیاز
نہ بود آفرینش تو بودی خدائی — نباشد ہمہ ہم تو باشی بجائی
نہ خلوت بدی کافرینش نبود — نہ چوں کردہ شد بر تو زحمت فزود

کِت، کِت، بِدھ جگ اُپجے پُرکھا کِت کِت دُکھ ِ نس جاتی

ہَومے وِچ جگ اُپجے پُرکھا نام وِسرے دُکھ پاتی

(سدھ گوشٹ رام کلی محلہ پہلا)

گورونانک دیوجی کا قول ہے کہ جب گمراہ انسان مُرشدِ کامل کی پناہ میں آجاتا ہے تو پھر تکبّر جو انساں کے تمام اوصافِ حمیدہ کا قاتل ہے نیست ونابود ہوجاتا ہے۔ اور دُنیا اور خدا کی ہستی اُس پر روشن ہوجاتی ہے اور دُنیا صرف اُس ذات کریم کا ایک کھیل نظر آتی ہے۔ انسان اہم برہم اسمی (انا الحق) کی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ پیدائش وموت ایک سُراب یا دھوکا ہے اور وہ معرفت کے لئے گمراہی ہے ؎

گورمکھ ہووے سو گیان تت بےچارے ہوئے سبد جلائے

تن من نِرمل نِرمل پانی ساچے رہے سمائے

(سدھ گوشٹ رام کلی محلہ پہلا)

جب انسان مُرشدِ کامل کی ہدایت پر عمل کرتا ہے تو شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت سے گذرتا ہوا اصلیت کو حاصل کرلیتا ہے۔ صرف اُسے خدا کی ہستی ہی چاروں طرف دکھائی دیتی ہے اور آخر وہ فنا فی اللہ ہوجاتا ہے اور دوئی مِٹ جاتی ہے۔

کرکرپا میرا چت لایا ست گورمو کو ایک بجھایا

ایک نرنجن گورمکھ جاتا دوجا مار سبد پچھاتا

(گوڑی گورو یری محلہ پہلا)

دُنیا میں جمادات، نباتات اور حیوانات پیدا کئے گئے۔ انسان کو حیوان ناطق کا درجہ بخشا اور پھر اسے عقل وتمیز بخش کر اشرف المخلوقات کا بُلند مرتبہ دیا۔ تاکہ انسان جو

اپنی اصلیت سے دور ہو گیا ہے، ریاضت اور عبادت کے ذریعہ پھر وصل حاصل کرے

در اصل انسان کے فراق اور وصل ہی دو ایسے اوصاف ہیں جس سے دنیا کا نظام چل

رہا ہے ؎

سنجوگ وجوگ دوے کار چلاوے لیکھے آوے بھاگ

جب انسان (سالک) خودشناسی کا درجہ حاصل کرکے خودشناسی کی منزل

تک پہنچتا ہے تو اُسے عالم کی حقیقت نظر آجاتی ہے اور یہ منظر اُس کے سامنے آتا ہے ؎

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

کہ ہر شے میں جلوہ تیرا ہو بہو ہے

سوائے اللہ کی ذات کے اُسے اور کچھ نظر ہی نہیں آتا اور وہ خیال کرتا ہے کہ جو

کچھ میں پہلے سمجھتا تھا وہ ایک فریب تھا یا ایک سُراب تھا جو میری آنکھوں نے دیکھا۔

بنا برایں بہت سے علما نے دُنیا کو جھوٹا یا ایک خواب کہنا شروع کر دیا۔ گورو نانک دیو جی

کا عقیدہ ہے کہ یہ درست ہے کہ ہم جو کچھ دنیا کو خیال کرتے ہیں وہ یہ نہیں بلکہ اس کی

حقیقت کچھ دیگر قسم کی ہے مگر یہ جھوٹی نہیں ہو سکتی کیوں کہ اِسے ذات اللہ نے پیدا کیا ہے

اور اللہ کا کوئی کام باطل نہیں ہو سکتا۔

سچے تیرے کھنڈ سچے برہمنڈ — سچے تیرے تُو سچے آکار

سچے تیرے کرتے سرب بیچار — (سلوک محلہ پہلا وار آسا محلہ پہلا)

یہاں ایک شک ضرور گذرتا ہے اور وہ یہ کہ خود گورو صاحبان نے اس دنیائے

دنی کو ایک خواب یا دھواں بتایا ہے جس کی کوئی اصلیت نہیں تو پھر یہ سچا کیسے ہوا۔ در اصل

گورو صاحب کا مقصد یہ ہے کہ جو کچھ یا جس نقطہ نظر سے ہم دُنیا کو خیال کرتے ہیں اُس

لحاظ سے واقعی دُنیا ایک خواب ہے۔ کیوں کہ اس کی ہر شے فانی ہے۔ مگر یہ کہنا کہ باطل ہے غلط ہے کیوں کہ خدا کا کوئی عمل باطل نہیں ہو سکتا۔ اُس نے اپنے حکم سے اسے پیدا کیا ہے۔ حرص۔ تکبّر۔ غصّہ۔ شہوت۔ نفسِ امارہ، عشقِ مجازی وغیرہ کو ذاتِ الٰہی نے اس لئے پیدا کیا تاکہ عارف کا امتحان لیا جائے۔ جو سالک ان قوتوں کے زیر نہ ہو کر تمام قوتوں کو عقل کے ماتحت کر دیتا ہے وہ فرشتوں سے بلند تر درجہ حاصل کر کے قرب اللہ حاصل کرتا ہے اور روحانی ترقی کے زینہ پر چڑھتا جاتا ہے۔ ان قوتوں پر فتح حاصل کرنا ہی قرب خدا ہے۔ جو لوگ مرشدِ کامل کی زیرِ ہدایت نفس امارہ پر قابو حاصل کر لیتے ہیں وہ لوگ زندگی کا صحیح مقصد پا لیتے ہیں۔ گورو صاحب کی منطق میں دُنیا کی ہر شے خدا کی پیدائش ہے یعنی نیکی عا اور بدی کا پیدا کرنے والا وہی خدا ہے ؎

حکمے اندر سبھ کوئے باہر حکم نہ کوئے (جپ)

بعض علما کا خیال ہے کہ دنیا ایک ہی دفعہ وجود میں نہیں آتی بلکہ اس کا سلسلہ ابد تک اسی طرح پیدا ہونے کا جاری رہے گا۔ نانک دیو جی کا حکم ہے کہ یہ دُنیا ایک وحدت سے پیدا ہو کر کثرت اختیار کر گئی۔ اس کثرت میں وہی وحدت موجود ہے۔

کیتا پسا وایکو کواؤ تِس تے ہوئے لکھ دریاؤ

(جپ جی صاحب)

مہاراج گورو نانک دیو فرماتے ہیں کہ یہ عالم کئی دفعہ وجود میں آیا اور کئی دفعہ

عا نظامی گنجوی فرماتے ہیں ؎

بد و نیک را از تو آید کلید ز تو نیک و از من بد آید پدید

مِٹ گیا۔ موجودہ عالم اُسی سلسلہ کا ایک منظر ہے جو بعد ازاں اپنے وقت پر ختم ہو جائیگا اور پھر نیا دور شروع ہو جائے گا ؎

اسنکھ نا تو اسنکھ تھا تو　　　اگم اگم اسنکھ لو

اسنکھ کہہ سر بھار ہو

پورانوں میں اس عالم کو چودہ بھُوں یا لوکوں میں تقسیم کیا ہے۔ اسلام نے اسے چودہ طبقوں پر منقسم کیا ہے۔ بابا نانک کا یہ عقیدہ ہے کہ عالم کی تھاہ کوئی نہیں پا سکتا ہے۔ یہ کائنات بیکراں ہے۔ اس کے طبقات لامحدود ہیں صرف اللہ ہی اس بے انتہا عالم کی حقیقت سے آگاہ ہے ؎

پاتالا پاتال لکھ آگاسا آگاس　　　اوڑک اوڑک بھال تھکے، وید کہن اک وات

سہس اٹھارہ کہن کیتبا اصلوا اک دھات　　　لیکھا ہوتے تا لکھئے لیکھے ہوتے وِناس

نانک وڈا آکھئے آپے جانے آپ

(نیچے پاتالوں سے آگے اور پاتال ہیں۔ آسمانوں سے آگے اور لاکھوں افلاک ہیں اُس کی انتہا کی تحقیق میں آخر سب ماندہ ہو کر رہ گئے۔ تب ویدوں نے حقیقت کا انکشاف کیا وہ یہ (کہ وہ بے شمار ہے اُس کا پیدا شدہ عالم بے شمار و لامحدود ہے)۔ ہزار ہا رشی عُلما اٹھارہ پُران اور چار کتابیں (انجیل۔ فرقان۔ زبور اور قرآن شریف) بھی ایک اصلیت پر روشنی ڈالتے ہیں اور وہ یہ کہ خدا اور اُس کا پیدا شدہ عالم احاطہ تحریر میں آسکے تو پھر لکھیں۔ تحریر میں آتے آتے خود تحریر ہی ختم ہو جاتی ہے۔ گورو نانک دیو کا مقولہ ہے کہ وہ خالق جو سب سے بزرگ ترین ہے وہ خود کو اور اپنے پیدا کئے ہوئے عالم کو آپ ہی جانتا ہے (مراد یہ کہ وہ عقل و فکر سے بالاتر ہے اُس کی صفات کا ذکر کرنا

چاہیئے اور اُس کے ذکر میں مشغول رہنا چاہیئے اُس کے تھاہ پانے کی کوشش کرنا بے کار ہے)

اہلِ ہنود کا خیال ہے کہ زمین شیش ناگ کے سر پر رکھی ہوئی ہے۔ اسلام میں شاید اسے بیل اُٹھائے ہوئے ہے۔ ہندو عقیدہ کے مطابق بھی شاید اِسے بیل نے سر پر رکھا ہو۔ بابا نانک اس خیال سے بالکل متفق نہیں۔ آپ کا قول ہے کہ اگر اس زمین کے نیچے کوئی بیل ہے تو وہ کس چیز پر کھڑا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ کسی دوسری زمین پر کھڑا ہے تو اس طرح پھر ایک سلسلہ جاری ہو جائے گا اور یہ ایک پیچیدہ مسئلہ بن جائے گا۔ دراصل یہ زمین خداوند کریم کی قدرت کے سہارے ہی کھڑی ہے۔ اِسے سہارا ہے تو وہ طاقت الٰہی سے

جے کو بوجھے ہووے سچیار   دھولے اوپر کیتا بھار
دھرتی ہور پرے ہور ہور   تِس تے بھار تلے کون جور

جو لوگ دھرم کو ہی اس نظامِ عالم کا سہارا سمجھتے ہیں وہ اصلیت کو سمجھ گئے۔ اگر کوئی اس کے خلاف دعویٰ کرتا ہے تو خیال کیجئے کہ اس بیل پر کتنا بڑا بوجھ ہے۔ یعنی بیل زمین کے بوجھ کو اُٹھا نہیں سکتا۔ زمین اور ہے پھر اور ہے اور اُس بیل کے پاؤں کے نیچے پھر کیا ہے۔ بابا نانک نے تو آخر یہی نتیجہ نکالا ہے کہ یا خُدا تو لامحدود ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ آپ کے ذکر سے اپنی زبان کو تازہ[1] کرتے رہیں۔ تیرا عالم بھی لامحدود ہے۔ ہماری یہ کہاں عقل ہے جو تمہیں سمجھ سکیں اور یہ تیری دُنیا اس طریقہ سے وجود میں آگئی ہے کہ جس

ع[1] نظامی گنجوی فرماتے ہیں ~

زبان تازہ کردن باقرارِ تو   نینگنجتن عِلت از کارِ تو

سے بہتر بن نہیں سکتی۔

(۳) انسان

جب زمین و آسمان اور اجرام سماوی کا وجود قایم ہوا تو خُدا نے قدرت کاملہ سے جمادات، نباتات اور حیوانات کو پیدا کیا۔ انسان حیوانِ ناطق کے نام سے موسوم ہوا۔ عقل و تمیز[1] کے زیور سے اسے خداوند کریم نے آراستہ کیا۔ تھا تو یہ مشتِ غبار مگر اسے روح بھی بخشی اور عقل سے اس نے امتیازی درجہ حاصل کیا۔ انیس فرماتے ہیں ؎

آدم کو عجب خُدا نے رُتبہ بخشا ادنیٰ کے لئے مقام اعلیٰ بخشا
عقل و ہُنر و تمیز و جان و ایمان اس ایک کفِ خاک کو کیا کیا بخشا

اخلاقِ جلالی کے مصنّف کا مقولہ ہے کہ اگر انسان عقل کے ماتحت نفس امارہ پر فتح حاصل کرتا ہے اور قوت شہوانی کو عقل کی رہنمائی میں رکھتا ہے تو وہ انسان روحانی ترقی کرتا ہوا فرشتوں سے بلند ترین مراتب حاصل کرتا ہے۔ عقل و تمیز کی وجہ سے حیوان ناطق نے اشرف المخلوقات کا درجہ حاصل کیا ہے۔ اگر انسان عقل سے کام نہیں لیتا اور نفس امارہ کا غلام بن جاتا ہے تو پھر یہ حیوانات سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ انسان تبھی اشرالمخلوقات یا آدمی کہلانے کا مستحق ہے جب یہ آدمیّت و انسانیت حاصل کرتا ہے۔ اس فرض کو معمولی خیال نہ کرنا چاہئے گو ظاہرا طور پر آدمی ہے مگر اوصاف

---

[1] شیخ محمود شبستری 'گلشن راز' میں فرماتے ہیں ؎

در آدم شد پدید آں عقل و تمیز کہ تا دانست از آں

حمیدہ کے بغیر یہ حیوان سے بھی بدتر ہے۔ غالب فرماتے ہیں ؎

بس کہ دُشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا آدمی کو بھی میسّر نہیں انساں ہونا

تمام مخلوقات میں محض انسان ہی ذاتی عبادت و ریاضت، نیک اعمال و افعال سے وہ رُتبہ حاصل کرتا جسے فرشتے بھی حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ انسان ہی جذبات و خیالات، عقل و تمیز سے کام لیتا ہے۔ بابا نانک نے انسانی زندگی کو ایک ہیرے سے تشبیہ دی ہے۔ اور حکم کیا ہے کہ دنیوی عیش و آرام صرف ایک کوڑی قیمت رکھتے ہیں اس لئے حیات انسانی کے جوہر کو کوڑی بدلے مت گنواؤ۔ آپ فرماتے ہیں کہ انسان محض جسم ہی نہیں بلکہ اس میں جیو آتما (روح)[1] ذات اللہ جو کُل ہے اُس کا ایک فرد ہے۔ انسانی زندگی دیگر مخلوقات کی حیات[2] سے زیادہ قیمتی ہے۔ اسی زندگی میں سالک معرفت حاصل کرتا ہے۔ انسان کا جسم ہی نیست ہوتا ہے۔ روح (جیو آتما)[3] لافانی اور دائمی ہے ؎

ع[1] گورو امرداس کا قول ہے ؎ اے سریرا میریا ہر تم میں جوت رکھی، تا توں جگ میں آیا

ع[2] گورو ارجن دیو فرماتے ہیں ؎ اور جُون تیری پنہاری۔ اس دھرتی مہی تیری سکدادی

میرا میرا کر بِل لاہی ۔ مرن ہار اپنہ جیورا ناہی

ع[3] سری کرشن چندر روح (آقا) کے متعلق یوں فرماتے ہیں ؎

न जायते म्रियते वा कदाचिन्नायंभूत्वाभविता वा नभूय:
अजो नित्य:शाश्वतोऽयं पुराणेन हन्यते हन्यमाने शरीरे।

(باقی اگلے صفحہ پر)

اوہ بیراگی مرے نہ جائے   حکمے بادھا کرم کماتے

(آسا محلہ پہلا)

جسم تو مادہ ہے اس لئے یہ اپنی اصلیت کے متعلق کچھ سوچ نہیں سکتا۔ روح ہی خود شناسی و حقیقی منبع کے بارے میں سوچتی ہے۔ روح کیا ہے؟ اس کے متعلق بھی مختلف رائیں ہیں۔ کچھ علما تو روح کو ہی برہم (ذات الٰہی) خیال کرتے ہیں۔ کوئی اسے کل کا جزو کہتے ہیں۔ گورو نانک مسئلہ تناسخ میں یقین رکھتے تھے اس لئے آپ انسانی جسم میں روح کو اس حالت میں کل (برہم) قبول نہیں کرتے تھے۔ آپ کا عقیدہ ہے کہ روح کل کا ایک جزو ہے۔ اس لئے روح عبادت و ریاضت کے ذریعہ ترقی کرتی ہوئی کل بن جاتی ہے۔ کل اپنی ذات پر مکمل ہے مگر روح ادھوری ہے۔ کیوں کہ جب ارواح نہیں تھیں تو وہ اُس وقت بھی مکمل تھا اور جب پیدا ہو گئیں تو وہ پھر بھی اُسی حالت میں یکساں تھا ؎

تو پورا ہم اُورے ہوچھے تو گورا ہم ہورے

نظامی گنجوی لکھتے ہیں ؎ نہ پر گندہ تا فراہم شوی ۔ نہ افزودہ نیز تا کم شوی

انسان روحانی دُنیا کے علاوہ مادی دنیا میں بھی ترقی کرتا ہے وہ اس واسطے کہ اس کارخانہ قدرت کے اصولوں کی وہ تحقیق و تدقیق کرتا ہے اور قدرتی وسائل پر

یہ روح کسی وقت بھی نہ پیدا ہوتی ہے اور نہ مرتی ہے اور نہ ہی یہ ہو کر پھر ہونے والی ہے۔ کیوں کہ یہ پیدائش سے بالاتر، دائمی اور قدیم ہے جسم کے مٹ جانے سے بھی یہ نیست و نابود نہیں ہوتی۔

قابو پاکر اُن سے فیض حاصل کرتا ہے۔ بعینہٖ ہی قدرتی اصولوں پر عمل کرتا ہوا انسان روحانی ترقی بھی کرتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ حکم الٰہی کے زیر ہے۔ کیوں کہ جسم اور روح دونوں کا مالک وہی ذات ہے۔ انسانی طاقت[1] سے یہ باہر ہے کہ وہ کسی قدرتی اصول کی خلاف ورزی کر سکے۔ لیکن کچھ قوا انسان کو خُدا نے بخشی ہیں جن کے استعمال پر اُس کا اختیار ہے ؎

کیتا کہا کرے من مان   دیون ہارے کے ہتھ دان
بھاوے دے نہ دیئی سوئے   کیتے کے کہئے کیا ہوئے
(سری راگ محلہ پہلا)

ایضاً

سرب جیا سر لیکھ دُھرا وِن لیکھے نہیں کوئی جیو
آپ الیکھ قدرت کر دیکھے حکم چلائے سوئی جیو

روح (جیو آتما) میں اللہ نے اپنی ایک طاقت ودیعت کی ہوئی ہے جس کے ذریعہ انسان روحانی ترقی کرتا ہے۔ خودی کو مٹا کر فنا فی اللہ ہو جاتا ہے۔ جزو سے کُل بن جاتا ہے۔ نجات حاصل کرتا ہے۔ دائمی آرام روح کو نصیب ہوتا ہے۔ غالب نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

---

[1] گورو ارجن دیو لکھتے ہیں ؎

اس کا بل باہیں اِس ہاتھ
کہو مانکھ نے کیا ہو آوے   (گوڑی سکھمنی محلہ پانچواں)

عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا　　درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

گو ذاتِ کریم ذرّہ ذرّہ میں موجود ہے۔ روح اور جسم میں موجود ہے مگر وہ پھر بھی خُدا ہے۔ جسم کی ترکیب عناصر کے طفیل ہے۔ اور آخر ان میں ہی مِل جاتا ہے مگر روح ہمیشہ قائم رہتی ہے۔[1] جب تک انسان میں خودی و تکبّر موجود ہے تب تک یہ نجات حاصِل نہیں کر سکتا۔ گو یہ بحرِ بے کراں کا ایک قطرہ ہے یا کُل کا ایک جزو ہے مگر خودی اس قطرہ کو کل سے جُدا رکھتی ہے۔ ذردِ الٰہی سے انسان روحانی تکمیل حاصِل کرتا ہے۔ جب تک انسان ذکرِ الٰہی کرتا ہوا عبادت و ریاضت میں مشغول نہیں ہوتا اِس کی زندگی بے کار رہتی ہے۔ انسان اپنے اعمال کی بنا پر آواگون میں مبتلا رہتا ہے۔

جیسا کرے سو تیسا پاوے　　آپ بِیج آپے ہی کھاوے

(دھنا سری محلہ پہلا)

اگر انسان اپنے اعمال کی بنا پر حیوانات کے اجسام حاصِل کرتا ہے یا فرشتوں سے بلند ترین مناصب حاصِل کرتا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ارواح پیدا ہونے سے پہلے جیو آتما (روح) کہاں تھی۔ بابا نانک اس قسم کے سوالات کا جواب یوں فرماتے ہیں ؎

سوالات : جا ایہہ دیہہ نہ ہوئی تو من کے ٹھئے رہتا۔

---

[1] گورو تیغ بہادر فرماتے ہیں ؎

سا دھو ایہہ تن مِتھیا جانو　　یا بھیتر جو رام بست ہے سا چو تاہے بجھانو

نا بھی کمل اشٹبھ نہ ہوتے تا پون کون گھر رہتا۔
روپ نہ ہوتے ریکھ نہ کائی تا سبد کہاں لو لاتی
رکت بند کی مٹی نہ ہوتی مت جمت نہیں پاتی
جوابات : ہردا دیہہ نہ ہوتی اودھو تو من سُن رہے بیراگی
نا بھی کمل اشٹبھ نہ ہوتے تا نج گھر آپ بست انراگی
روپ نہ ریکھا جات نہ ہوتی تو اکلین رہیو سبد سو سار
گوں گگن جب تیے نہ ہو تو ترِبھون جوتی آپے نرنکار
مُراد جس طرح آتش میں ہی شعلے ہوتے ہیں سمندر میں ہی قطرے ہیں مگر وہ جُدا نظر نہیں آتے بعینہ ہی ارواح کا حال تھا۔ جب وجود عالم نہ تھا تو ارواح اُس کل میں ہی موجود تھیں۔ جب وہ وحدت کثرت میں نمایاں ہوئی تو ارواح جُدا جُدا نظر آنے لگیں۔ پھر یہ روح ترقی کرتی ہوئی اصل میں مل جاتی ہے۔

(۴) مقصد حیات

گذشتہ سطور میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور اس کی زندگی بہت قیمتی ہے۔ زندگی کا مقصد صرف یہاں تک ہی نہیں کہ روزانہ کمائی کی جائے اور اپنے عزیزوں کے لئے جائز اور ناجائز طریقوں سے دولت جمع کی جائے۔ خود عیش اڑائی جائے اور اہل وعیال کو اس دولت سے لُطف اندوز کیا جائے۔ بعض لوگ جسم کو ہی حیات خیال کرتے۔ اُن کا قیاس ہے کہ جسم ہی ہستی ہے۔ موت کے بعد جسم یہاں خاک میں مل جاتا ہے۔ دوسری کوئی دنیا نہیں

خدا کی ہستی بھی صرف خوف پیدا کرنے کے لئے فرض کر لی گئی ہے۔ بنا بر ایں انسانی زندگی کا مقصد ہے خواہشات انسانی کی تکمیل یا عیش آرام کی زندگی بسر کرنا ہی جائز ہے۔ عبادت وریاضت اور زہد وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ بابر ایک جگہ لکھتا ہے ؎

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

اس قسم کے خیالات مادہ پرستوں کے ہیں دورِ حاضر میں بھی مادہ پرست موجود ہیں ان کا خیال ہے کہ دُنیا کا انحصار ارتقا (EVOLUTION) پر ہے۔ اوّل معمولی ذی روح پیدا ہوئے۔ قدرتی طور پر ترقی کرتی ہوئی مخلوقات بہترین درجہ حاصل کر گئی اور یہ قدرت کا چکر ہمیشہ لگا رہتا ہے۔ قدرت ہمیشہ جنس کو قائم رکھنے اور بہتر بنانے کی کوشش میں کوشاں رہتی ہے۔ اگر مسئلۂ ارتقا کو ہی تسلیم کر لیا جائے تو یہ ماننا ہوگا کہ اس ارتقا کے سلسلہ کو قائم رکھنے والا بھی کوئی ہے جو ہر شے کو بہتری کی طرف لے جا رہا ہے خود بہ خود یہ نظام نہیں چل رہا۔ کوئی ناظم بھی ہے۔

روحانیت کے پرستار جسم کو فانی اور روح کو دائمی خیال کرتے ہیں۔ ان میں بھی دو قسم کے خیالات پائے جاتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اوّل خُدا نے ارواح پیدا کیں جو اُس کے حکم سے اجسام میں داخل ہو گئیں۔ ابتدا سے لے کر اختتام تک یہ ارواح اپنی اصلی حالت پر قائم رہتی ہیں۔ اِن تک خُدا پیغمبروں کے ذریعہ اپنے پیغام بھیج دیتا ہے۔ اور یہ ارواح حکم الٰہی کے مطابق عمل کرتی ہوئی موت کے بعد بہشت میں داخل ہوتی ہیں اور آتشِ جہنم میں عذاب پاتی ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ نیکی کے عوض بہشت اور بدی کے بدلے دوزخ نصیب ہوتا ہے۔

دوسرا خیال یہ بھی ہے کہ تمام ارواح ایک ہی ماخذ سے ماخوذ ہیں اُن سب کی اصلیت ایک ہی ہستی ہے صحبت کے اثر سے اُن میں نیکی اور بدی پیدا ہوتی ہے ؎

صحبتِ صالح تُرا صالح کُند   صحبت طالح تُرا طالح کُند

"اخلاقِ جلالی"، کے قابل مصنّف نے فرمایا ہے کہ پیدائش کے وقت انسان کی حالت ایک موم کے ڈلے کی مانند ہوتی ہے۔ جس قسم کی صحبت نصیب ہوتی ہے اُسی سانچے میں انسان ڈھل جاتا ہے۔ نیکی اور شر صحبت کا نتیجہ ہیں۔ اس لئے جُہلا کی صحبت[1] سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اعمال و افعال کا دل پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ اس لئے انسانی مزاج اعمال کے مطابق بن جاتا ہے۔

سانکھ شاستر کا عقیدہ ہے روح ازل سے ہی جہالت میں مبتلا ہوتی ہے اس لئے روح تکالیف و مصائب کا شکار بن جاتی ہے۔ یوں ہی جہالت دور ہوتی تو ساتھ ہی مصائب سے روح سبک دوش ہو جاتی ہے اور مسرّت دائمی حاصل ہوتی ہے۔

ویدانت کے مقلّدین کا مقولہ ہے کہ روح ہمیشہ سے مسرور (آنند روپ)

؏[1] شیخ سعدی فرماتے ہیں: دلا گر خردمندی و ہوشیار   مکن صحبت جاہلاں اختیار

ز جاہل حذر کردن اولیٰ بود   کز و ننگ دُنیا و عقبیٰ بود

ز جاہل گریزندہ چوں تیر باش   نیا میختہ چوں شکر تیر باش

ترا اژدہا گر بود یارِ غار   ازاں بہ کہ جاہل بود غم گسار

سر انجام جاہل جہنم بود   کہ جاہل نکو عاقبت کم بود

ہے ۔ قدرت کے چکّر (مایا یعنی دنیوی عیش) میں پھنس کر جہالت میں مبتلا ہو جاتی ہے ۔ جب مُرشد کی زیرِ ہدایت صفائے باطن پیدا ہوتی ہے اور جہالت کی تاریکی دُور ہو جاتی ہے تو روح پھر دائمی مسرّت حاصل کرتی ہے ۔

سری گورو نانک دیو کا عقیدہ ہے کہ روح اُس کُل کا جزو ہے مگر یہ کُل نہیں ہے اگر یہ ترقی کرے تو کُل بن جاتی ہے ۔ جیسے سمندر میں مل کر قطرہ سمندر بن جاتا ہے اسی طرح روح فنا فی اللہ ہو کر اللہ کی ذات بن جاتی ہے ۔ گورو گوبند سنگھ فرماتے ہیں ؎

جیوں جل میں جل آکھ کھٹاتا تیوں جوتی سنگ جوت سماتا

گورو صاحب جسمانی ترقی پر روحانی ترقی کو ترجیح دیتے ہیں ۔ اور انسان کا فرض اوّلیں ہے کہ وہ روحانی ترقی کرے ۔ دُنیا میں اگر انساں بلند سے بلند رُتبہ حاصل کر لے اور دنیوی عزّت حاصل کر لے تو یہ ہیچ ہے جب تک کہ الٰہی دربار میں وہ عزّت حاصل نہ کرے ۔ آپ کا عقیدہ ہے کہ اللہ ہر دل میں موجود ہے اور روح کی بنیاد اُسی واحد پر مبنی ہے ۔

جے جُگ چارے آرجا ہور دسونی ہوے

نواں کھنڈاں وِچ جانئے نال چلے سب کوئے

؏ گورو امرداس فرماتے ؎

کایا اندر آپے دسے الکھ نہ لکھیا جائی من مُکھ مُگدھ بُوجھے ناہیں باہر بھالن جائی

ست گور سیوے سدا سُکھ پائے ست گور الکھ دِتا لکھائی

چنگا ناؤں دکھائیکے کے جس کیرت جگ لے　　جے تِس ندر نہ آوی تا وات نہ پچھے کے

گورو صاحب فرماتے ہیں کہ حیاتِ انسانی سمندر کے ایک بُلبلے کی مانند ہے جس کے چاروں طرف خودی و تکبر کی دیوار پیدا ہو گئی ہے۔ خودی سے شخصیت کا وجود قائم ہوا۔ اور انسان اصلیت کو بھُول کر دور رہوتا گیا اور انفرادی حالت میں فعل عمل میں مبتلا ہوا۔ اپنے اعمال کی بنا پر آوا گون کے چکر میں پھنس گیا جب تک خودی دور نہیں ہو گی تب تک اسی چکّر میں پھنسا رہے گا۔

ہومے ایہا جاتی ہے ہومے کرم کما ہے　　ہومے ایہی بندھنا پھر پھر جونی پائے

ہومے کِتھوں اُپجے کِت سجم ایہہ جا ہے　　ہومے ایہو حکم ہے پیئے کِرت پھرا ہے

ہومے دیرگھ روگ ہے دارو بھی اس ماہے　　کِرپا کرتے جے آپنی تا گور کا شبد کما ہے

نانک کہے سُنو جنو اِت سجم دُکھ جا ہے

خودی سے شخصیت پیدا ہوتی ہے اور پھر انسان غصّہ۔ حرص۔ شہوت اور تکبر وغیرہ میں بندھ جاتا ہے اور مقصدِ حیات کو بھُول جاتا ہے اور دنیوی عیش کو ہی منزلِ مقصود خیال کرتا ہے۔ نانک دیو ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

مت پنکھیرو کِرتُ ساتھ کب اُتم کب نیچ　　کب چندن کب اک ڈال کب اونچی پریت

ع۱ ایک فارسی داں شاعر کہتا ہے ؎

از خودی ہر کہ بروں رفت خدا پیدا کرد　　شب ز ظلمت چو بدر جست صفا پیدا کرد

شیوہ خاک نشینی چہ ثمرہا دارد　　چوں نشست آئینہ با خاک ضیا پیدا کرد

رہ نمائی بجہاں نیست بہ از خود رفتن　　چوں کسی رفت ز خود راہ نما پیدا کرد

نانک حکم چلائیے صاحب لگی ریت (سلوک محلہ پہلا وار ماجھ)

ایضاً

جیہے کرم کمائیے تیہا ہوسیی (سوہی محلہ پہلا)

ایضاً

کایا کاغذ من پروانہ سِر کے لیکھ نہ پڑھے اپانا
در گہہ گھریے تینے لیکھ کھوٹا کام نہ آوے ویکھ
نانک جے وِچ روپا ہووے کھرا کھرا آکھے سبھ کوئے

(دھناسری محلہ پہلا)

ایضاً

لب اندھیرا بندی خانہ اوگن پیر لوہاری (بسنت محلہ پہلا)

ایضاً

نانک اوگن جیتڑے تیتے گلی جنجیر (زنجیر) (سورٹھ محلہ پہلا)

گورو صاحب نے دُنیا کو ایک کھیل تصوّر کیا ہے۔ حیاتِ انسانی بھی اس کھیل کا ادنیٰ حصّہ ہے۔ اور یہ کھیل ذاتِ واحد نے قدرتِ کاملہ سے پیدا کی ہے ؎

کرنی کاغذ من مسوانی بُرا بھلا دوے لیکھ پئے جیو جیو کرت چلائے تیو چلئے تو گن ناہی انت ہرو
چت چیتس کی نہیں باوریا ہر بسرت تیرے گن گلیا
جالی رین جال دِن ہوا جیتی گھڑی پھاہی تیتی رس رس چوگ چگہ نت پھاسے چھوٹس موڑے کون گنی
کایا آہرن من وِچ لوہا پنچ اگن تت لگ رہی
کوئیے پاپ پڑے تس اوپر من جلیا سنہی چت بھئی

بھیا منور کنچن پھر ہو دئے جے گُر مِلے تینہا
ایک نام امرت اوہ دیوے تو نانک ترسٹس دیہا (مارو محلہ پہلا)

نانک دیو فرماتے ہیں کہ انسان تو اپنے مقصدِ حیات کو سمجھ۔ تیرا فرض ہے کہ تو ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے۔ کمائی کما اور جو مستحق ہیں اُن میں بانٹ کر کھا۔ رواداری و ہمدردی کے اوصافِ حمیدہ کو حاصل کر۔ خدمتِ خلق کو خدمتِ خُدا سمجھ۔ رستی کو اپنا اور خودی کو ترک کر کے خود شناسی پیدا کر۔ اس رنگین دُنیا کے دامِ فریب میں نہ پھنس ؎

من مُکھ نام دھو نیا رنگ کسنتھا دیکھ نہ بھُل۔
اِس کا رنگ دِن تھوڑیا چھو چھا اس کا مُل۔
دوجے لگ موئے مورکھ اندھ گنوار۔ (سری راگ کی وار محلہ تیسرا)

گورو صاحب کا مقولہ ہے کہ خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل کسی حالت میں نہیں ہوتی۔ دُنیوی عیش حاصل کرنے سے صبر و قناعت حاصل نہیں ہوتی بلکہ خواہشات کی آگ اور تیز بھڑک اُٹھتی ہے۔ بنابر ایں دنیوی عیش و آرام کو ترک کر کے خودی کو چھوڑ کر وہ ضیا جو اللہ کے نور سے مستعار ہمارے دل میں موجود ہے کو روشن کریں اور اِس روشنی کی رہنمائی میں اصلیت و حقیقت کی تلاش کریں اور خودی کو مٹا کر فنا فی اللہ ہو جائیں۔ جدھر دیکھیں اُدھر ذاتِ کریم ہی نظر آئے۔ دنیوی حرص و ہوا خود مِٹ جائیں گے۔ تیری زندگی کا مقصد یہ ہے کہ تو خود شناسی حاصل کر اور خلق کی خدمت میں اپنی زندگی وقف کر دے۔ علمی شان اور تکبر کو چھوڑ۔ شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کی منازل سے گذر کر تکمیل ذات پیدا کر۔ اور جلوہ خدا کو ہر جگہ دیکھ۔ ہر شئے کو اُسی اللہ کا جلوہ خیال کر۔ پیار و محبت کی دُنیا

الگ بنا۔ محبت ہی منزلِ الٰہی تک تجھے پہنچا دے گی۔

(۵) مُرشدِ کامل

گورو نانک دیو مُرشد کی ہستی میں یقینِ کامل رکھتے ہیں آپ نے سالک کو زوردار الفاظ میں بتایا ہے کہ مرشد کی رہنمائی میں ہی انسان معرفتِ خُدا حاصِل کر سکتا ہے۔ بغیر مرشد کے منزلِ مقصود پر پہنچنا بہت ہی مشکل ہے۔ جب تک سالک مُرشد کے روبرو سرِ تسلیم خم نہیں کرتا اُس کی روحانی بیماریاں دور نہیں ہوتیں۔ کسی فارسی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

مرشدِ کامل علاجِ دل کند ایں مُرادِ دِل بدل حاصل کُند
نامِ بے مُرشد می آور بر زبان مُرشدِ کامل دِہد از حق نشاں

بابا نانک مُرشد کی ہدایت میں رہنے کے لئے کمربستہ ہیں اور مُرشد کی ہستی ہی معرفت کے حاصِل کرنے کا ذریعہ ہے: ؎

ندر کرئے جے آپنی تا ندری ست گورپایا ایہہ جیو بُہتے جنم بھرمیا تا ست گور سُنایا
ست گور جیوڈ داتا کو نہیں سُبھ سنو لوک سبایا ست گور ملئے سچ پایا جنی وچہ آپ گوایا

عا۔ چند فارسی اشعار ملاحظہ ہوں:

از محبت تلخہا شیریں شود از محبت مس ہا زریں شود
از محبت دُردہا صافی شود از محبت دردہا شافی شود
از محبّت مُردہ زندہ می کند از محبّت شاہ بندہ می کند

جن سچو سچ بجھایا (وار آسا محلہ پہلا)

ایضاً

بن ست گور کنے نہ پایو بن ست گور کنے نہ پایا

ست گور وچ آپ رکھیون کر پرگٹ آکھ سنایا

ست گور ملئے سدا مکت ہے جن وچو موہ چکایا

اُتم ایہہ بیچار ہے جن سچے سیو چت لایا

جگ جیون داتا پایا (وار آسا محلہ پہلا)

ایضاً

پربھو ہر مندر سوہنا تس مہہ مانک لال — موتی ہیرا ہر ملا کنچن کوٹ ریسال

بن پوڑی گڑ کیوں چڑھے گور ہری دھیان نہال — گور پوڑی پڑی گور و گور تلہا ہر ناد

گور سر ساگر بوہتھو گور تیرتھ دریاؤ — جے تس بھاوے اُوجلی ست سرناون جاو

ایضاً

بن ست گور نام نہ پائیے بھائی بن نامے بھرم نہ جاتی

ست گور سیوے تا سُکھ پائے بھائی آون جان رہائی

ساچ سہج گور تے اوپجے بھائی من نرمل ساچ سمائی

گور سیوے سو بوجھے بھائی گور بن مگ نہ پائی (سورٹھ محلہ پہلا)

ایضاً

ایک ہی سرب سرب میں ایکا ایہہ ست گور دیکھ دکھائی

جن کئے کھنڈ منڈل برہمنڈا سو پربھو لکھن نہ جائی

دیپک تے دیپک پرگاسیا ترِبھون جوت دِکھائی
سچے تخت نیچ محلی بیٹھے نربھو تاڑی لائی
موہ گیا بیراگی جوگی گھٹ گھٹ کنگیری وائی
نانک سرن پربھو کی چھوٹے ست گور سچ سکھائی (رام کلی محلہ پہلا)

ایضاً

ہیکو پادھر ہیک، در گور پوڑی نج تھان
روڑو ٹھاکر نانکا سُبھ سُکھ سنا چو نام

دورِ حاضر میں کچھ سِکھ عُلما کا قیاس ہے کہ دس گورو صاحبان کے علاوہ دُنیا میں دوسرا کوئی گورو نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ عوام میں گور صاحبان کی ہستی بلند ترین ہے۔ اور اُن کا کلام مقدس ہے۔ اس لئے کسی دوسرے مُرشد کی رہنمائی کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ گورو صاحب نے خود ہی بتایا ہے کہ ماضی میں بہت سے لوگ مُرشد کی رہنمائی میں نجات حاصِل کر چکے تھے۔ گورو صاحب کے زمانہ میں اور کچھ تھوڑا عرصہ پہلے نامدیو۔ کبیر۔ روی داس وغیرہ کا درجہ حاصِل کئے ہوتے تھے اور اُن کے بعد بھی سالک مُرشد کی زیرِ نگرانی معرفت حاصِل کریں گے ؎

گورو کے بور ترے مُنی کیتے اِندر آدک برہما آدی ترے
سنک سنندن تپسی جن کئے گور پر سادی پار پرے

عوام کا خیال ہے کہ صرف اعتقاد ہی انسان کی نجات کا ذریعہ ہے۔ اگر مُرشد جاہل ہو تو بھی وہ مرشد ہے۔ سالک ایسے مُرشد کی رہنمائی میں منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔

آنکہ مرداں را رساند بر مُراد اعتقاد است اعتقاد است اعتقاد

بابا نانک اُس مُرشد کی رہنمائی چاہتے ہیں جو خود عارف ہو اور صحیح راستہ بتا سکے۔ اگر اس کے خلاف ہوگا مُرشد اور سالک دونوں ہی جہالت کے گڑھے میں گر جائیں گے ؎

نانک اندھا ہوے کئے دسے راہے سبھس مُہاے ساتھے
اگے گیا مُہے موہ پاہے سو ایسا آگو جاپے (سلوک محلہ پہلا وار ماجھ)

ایضاً

اندھا آگو جے تھئے کیوں پادھر جانے آپ مُسے مت ہوچھے کیوں رہ پچھانے
کیوں رہ جاوے محل پاوے اندھ کی متی اندھلی
دن نام ہری کے کچھ نہ سوجھے اندھ یو دودھندنی
(سوہی محلہ پہلا)

ایضاً

کیتے گور چیلے پھُن ہوا کاچے گورتے مُکت نہ ہوا
اس لئے مُرشدِ کامل کی ہدایت پر عمل کرنا چاہیئے اور اُسی کی پناہ میں آنا چاہیئے تو پھر معرفت حاصل ہو گی۔ مُرشد کامل انسان کی خودی کو دور کر دے گا اور رہِ نجات دکھا دے گا۔

بِن گور روگ نہ تٹئی ہومے پیڑ نہ جائے
گور پرسادی من وسے نامے رہے سمائے
گور سبدی ہر پائیے بِن سبدے بھرم بھُلائے (سری راگ محلہ پہلا)

ایضاً

بھائی ہے گور بن گیان نہ ہوئے　　پوچھو برہمے نار دے بید بیاسے کوئے

(سری راگ محلہ پہلا)

ایضاً

بِن ست گور سیوے جوگ نہ ہوئی　　بِن ست گور بھیٹے مکت نہ کوئی

بِن ست گور بھیٹے نام نہ پایا جائے　　بِن ست گور بھیٹے لہا دُکھ پائے

بِن ست گور بھیٹے لہا گرب غبار　　نانک بِن گور مو آ جنم ہار

(رام کلی محلہ پہلا سِدھ گوشٹ)

گورو صاحب سالک کو حکم دیتے ہیں کہ وہ ہمیشہ مُرشد کی خدمت کے لئے کمربستہ رہے۔ مُرشد کی خدمت اُس کی نصیحت پر عمل کرنا ہے۔ اس عمل سے معرفت حاصل ہوتی ہے ؎

ہر گور پوچھو آپنا گور پچھ کار کماو　　سبد صلاحی من وسے ہومے دُکھ جل جاو

سہجے ہوے ملاوڑہ ساچے ساچ ملاو　　سبد رتے سے نرملے تج کام کرودھ اہنکار

نام صلاحن صد سدا ہر راکھیں اُردھا　　سو کو منو وسارے سبھ جیا کا آدھار

سبد مرے سو مر رہے پھر مرے نہ دوجی وار　　سبدے ہی تے پائیے ہر نامے لگے پیار

بِن سبدے جگ بھُلا پھرے مرجنمے داروار (سری راگ محلہ پہلا)

ایضاً

سبھ رس بھوگن باد ہے سبھ سیگار دِکار　　جب لگ سبد نہ بھیدیے کیوں سوہے گوردوآ

(سری راگ محلہ پہلا)

ایضاً

پورے گورتے آپ پچھاتا سبد سچے ویچارا　　ہر دے جگ جیون صدو سیاتح کام کرودھ نکا را

سدا حضور رویا سبھ ٹھایں ہر دے نام اپارا　　جگ جگ بانی سبد پچھائی ناؤ میٹھا منے پیارا

ایضاً

پورے گورتے نام پایا جائے　　جوگ جگت سچ رہے سمائے

بارہ ماہ جوگی بھرماتے سنیاسی چھ چار　　گورو کے سبد جو امر جیئے سو پاتے موکھ دوار

بن سبدے سب دوجے لاگے دیکھو رے بچار　　نانک وڈے سے وڈ بھاگی جنی سچ رکھیا اُر دھار

(رام کلی محلہ پہلا)

ایضاً

ست گور سبدی پادھر جان　　گور کے تکئے ساچے تان

نام سمالہن دوڑی بانی　　تھئیں بھاوے دولہس پرانی

(ملدر محلہ پہلا)

اگر کوئی سالک معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ نفس امارہ پر قابو پانا چاہتا ہے۔ جہالت کے اندھیرے کو عرفان سے دُور کرنا چاہتا ہے تو مُرشد کے پند و نصائح پر کاربند ہو جائے۔ ایسے سالک کو اللہ کے اسم اعظم کا حصول ہو گا ؎

بِن گور سبدے من نہیں ٹھورا

سمرو رام نام اتی نرمل

اور یتا گو ہوے کورا

(آسا محلہ پہلا)　　حاشیہ اگلے صفحہ پر

ایضاً

گوروا ک نرمل سدا چانن نت ساچ تیرتھ مجنا (دھناسری محلہ پہلا)

مرشد کامل (ست گورو) اُس وقت معرفت کا بیان کرتا ہے جب ذات کریم غیبی الہام سے مرشد کو اپنے نور سے پُر کر دیتا ہے۔ اس الٰہی نور کی روشنی نے علم معرفت کے ذریعہ مُرشد سالک کو حقیقت سے آگاہ کرتا ہے ؎

ست گور وچ آپ رکھیون کر پرگٹ آکھ سُنایا (وار آسا محلہ پہلا)

ایضاً

تامیں کہیا کہن جا تجھے کہایا (وڈ ہنس محلہ پہلا)

ایضاً

گوریں سبد سموئے سبد ورتایا (وار ملدر محلہ پہلا)

گورو صاحب مُرشد کو اہمیت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو سالک مُرشد کے پند و نصائح پر کاربند ہوتا ہے اُسے مقدس کُتب کے مطالعہ اور مقدس مقامات کی زیارت کا اجر حاصل ہوتا ہے۔

سبھ ناد وید گوربانی   من داتا سارنگ پانی

تیرتھ برت تپ سارے   گور ملیا ہرنِستا رے

(رام کلی محلہ پہلا)

گورو ارجن دیو فرماتے ہیں ؎ جیوں مندر کو تھامے تھمن

تیوں گور کا سبد منے اسھن (گوڑی سکھمنی محلہ پانچواں)

اہلِ ہنود کا عقیدہ ہے کہ جب دُنیا میں ظُلم اور تشدد کا دور دورہ ہوتا ہے۔ انسان مادہ پرست ہو جاتا ہے۔ فرائض پر حقوق کو ترجیح دی جاتی ہے۔ لوگ نفس امارہ کا شکار بن جاتے ہیں۔ جہالت کی تاریکی چاروں طرف چھا جاتی ہے تو ذات الٰہی قالب انسانی میں ظاہر ہو کر عوام کو رہ راست دکھاتا ہے۔ سری کرشن چندر گیتا (باب چہارم) شلوک نمبر ۷ اور ۸ میں فرماتے ہیں ؎

यदा यदा हिधर्मस्य गलानिभर्वति भारत ।
अभ्यत्थानमधर्मस्य तदात्मानं सृजाभ्यहम ।।

परित्राणाय साधूनां विनाशाय च दुष्कृताम् ।
धर्म संस्थापनार्थाय संभवामि युगे युगे ।।

ترجمہ: اے ارجن جب دھرم (راستی) زوال پذیر ہوتا ہے اور ادھرم یعنی بے دینی بڑھ جاتی ہے۔ تب تب ہی میں اپنے آپ کو نمایاں کرتا ہوں۔
نیک لوگوں کی حفاظت اور شریر لوگوں کی تہدید و تباہی کے لئے ہر عہد اور ہر زمانہ میں ظاہر ہوتا ہوں۔
تلسی داس راماین میں بال کانڈ کے اندر شوجی کی زبانی اسی خیال کو یوں بیان کرتے ہیں ؎

जब जब होई धर्म कै हानी । बाढ़हिं असुर अधम अभिमानी ।।
करंहि अनीति जई नाही वरनी । सीदहिं बिप्र धेनु सुर धरनी ।।
तब तब प्रभु धरि विविध सरीरा । हंरहि कृपा निधि सजवन पीरा ।।

असुर मारिथापंहि सुरन्ह राखंहि निज श्रुति सेतु।
जग बिस्तारहि बिसद जस राम जन्म कर हेतु ॥

ترجمہ: جب جب دھرم کا ناش ہوتا ہے اور نیچ ابھیمانی راکشش بڑھ جاتے ہیں اور وہ ایسا انیائے کرتے ہیں کہ جس کا ورنن نہیں ہو سکتا۔ تتھا برہمن گو دیوتا اور پرتھوی کشٹ پاتے ہیں تب تب دے کرپا ندھان پربھو بھانتی بھانتی کے شریر دھارن کر سجنوں کی پیڑا ہرتے ہیں۔ وے اسروں کو مار کر دیوتاؤں کو ستھاپت کرتے ہیں۔ ویدوں کی مریادا کی رکشا کرتے ہیں اور جگت میں اپنا نرمل یش پھیلاتے ہیں۔ شری رام چندر کے اوتار کا یہ کارن ہے۔

بابا نانک نے ذاتِ الٰہی کو پیدائش اور موت سے بالاتر قبول کیا ہے۔ مگر اس قسم کے جہالت سے پُر عہد میں ذات کریم کسی گورو (مرشد) کو بھیجتی ہے جو گمراہوں کو رہ راست دکھاتا ہے۔ مُرشد کی ہستی کے بغیر انسان خود شناسی کی منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ کسی کا یہ کتنا عمدہ مقولہ ہے ؎

بھولے پنڈت پڑھ پڑھ پوتھی ۔۔۔ ست گورباج کہئے سب تھوتھی
جہہ بدنا کی روپ نہ ریکھا ۔۔۔ بن گور پاوے کون پریکھا
بن گور گیانی گت نہیں تیری ۔۔۔ گور سیوے شن سکہ بدھ میری
گور کی سیوا اپھل نہ جائے ۔۔۔ گور سیوے سو ہر کو پاوے
جس نے پہنچی ہو گور دیکھا ۔۔۔ دن پایو وہ پورکھ الیکھا

طالب کا کام ہے کہ وہ مُرشد کے دکھائے راستہ پر ثابت قدمی سے چلتا

جائے منزلِ مقصود پر پہنچنا نہ پہنچنا مرضی حق پر موقوف ہے۔ راہ سلوک میں سالک کا تحمل۔ صبر و قناعت روز افزوں رنگ لاتے ہیں اور آخر وہ معرفت حاصل کرتا ہے۔

گورو نانک دیو سچے۔ ہمدرد۔ نیک چلن۔ انسانیت کے پُتلا انسان کو گوروجی کا درجہ دیتے ہیں۔ ہر انسان کی پیروی کرنے سے نجات حاصل نہیں ہوتی۔ صرف مرشد کامل جو علم معرفت کے ساتھ عامل ہے وہ رہنمائی کرسکتا ہے۔ ورنہ سالک جہالت کی تاریکی میں گمراہ ہو جائے گا۔ مُرشد اور سالک دونوں ہی گڑھے میں گر جائیں گے۔

(۶) صحبتِ صالح (ست سنگ)

صحبت صالح ترا صالح کند   صحبت طالح تُرا طالح کند (مولانا روم)

ارسطو انسان کو حیوانِ معاشرہ (SOCIAL ANIMAL) کے نام سے موسوم کرتا ہے اور اُس کا خیال ہے کہ انسان ہمیشہ معاشرہ میں رہنا پسند کرتا ہے اور معاشرہ کی اعانت سے ترقی کرتا ہے۔ اگر کوئی انسان معاشرہ کو پسند نہیں کرتا اور خلوت پسند ہے تو یا وہ فرشتہ ہوگا یا محض حیوان۔ اخلاقِ جلالی میں قابل مصنّف انسانی فطرت کے متعلق لکھتا ہے کہ اگر پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے تو قابلِ یقین ہے مگر انسان کی فطرت تبدیل نہیں ہوتی۔ صرف ایک ہی ذریعہ ہے جس سے انسان کے مزاج میں کوئی تفاوت پیدا ہو سکتی ہے وہ ہے "صحبت"، صحبت کا اثر تخم کی تاثیر سے زیادہ موثر ہوتا ہے۔ بد صحبت سے بدی اور نیک صحبت سے نیکی حاصل ہوتی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

گفتہ ام حرفے کہ می باید بآب زر نوشت   نیستِ اکیرے بہ از صحبتِ کامل عیار

آنچہ باشد در بساط از آب باشد خاک را   ہرچہ حاصل گشت ہر کس را از فیض صحبت است

صحبتِ پاکاں نباشد بے اثر رشتہ را ہموار گوہر کردہ است
صحبتِ اندر جوہر قابل کند تاثیر و بس ورنہ شاخ گُل زبوئے گُل چرا محروم شُد
صحبتِ اہلِ نظر دل را مصفا می کند نور گردد تو تیا در دیدہ چوں جا کُند

صحبتِ درویشان تو انسان کے اخلاق کے لئے سونے پر سہاگا ہے جس طرح پارس چھو کر لوہا سونا بن جاتا ہے۔ چندن کے قریب درخت خوشبو سے مالامال ہو جاتے ہیں اور صحبتِ نیکاں انسان کے دل کو نیکی سے لبریز کر دیتی ہے۔ **شاہ حسین** لاہوری فرماتے ہیں ؎

سادھ سنگت دے اوہلے دہندے بدّھ تناں دی سوری
کہے حسین فقیر نمانا ایہہ شاہاں دی مت لے
کہے حسین فقیر سائیں دا پیر شاہاں دے چُم
سادھاں دی میں گولی سوساں گولیاں دے کرم کریساں

طالب جب درویشوں کی صحبت میں جاتا ہے تو دل میں عشقِ الٰہی پیدا ہوتا ہے۔ رہ طریقت پر سالک قدم دھرتا ہے۔ خدمت درویشاں اپنا رنگ لاتی ہے۔ الٰہی راز کا انکشاف ہوتا ہے۔ دل میں صفائی پیدا ہوتی ہے۔ محبوبِ حقیقی کے دیدار کی زبردست خواہش پیدا ہوتی ہے۔ رضائے خدا پر انسان گامزن ہوتا ہے۔ ہر مشکل کا مقابلہ کرتے ہوئے سالک منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ بابا نانک نے صحبتِ درویشاں کو اکسیر بتایا ہے۔ ست سنگ کو ایک کٹھالی بتایا ہے۔ جس میں سالک کا دل ڈھل کر کُندن بن جاتا ہے۔ گورو صاحب فرماتے ہیں ؎

اُتم سنگت اوتم ہووے گُن کو دھاوے اوگن ڈھووے

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی آدمی کو درویشی لباس پہنے ہوئے دیکھ کر درویش خیال نہ کرنا چاہیے۔ درویش وہ ہے جو عمل کرتا ہو۔ کیوں کہ وہ عالم جو عمل کے بغیر ہے وہ ایک حیوان ہے جس پر چند کتابیں لدی ہوتی ہیں۔ اس لئے ایک عامل درویش کی صحبت سے فیض حاصل ہو سکتا ہے۔ جس صحبت میں ذکر اللہ ہوتا ہے وہیں سے انسان مستفید ہو سکتا ہے۔

ست سنگت کیسی جانئے   جِتھے اِکو نام وکھانئے
ایکو نام حُکم ہے نانک ست گور دیا بجھائے جیو   (سری راگ محلہ پہلا)

گورو نانک دیو طالب حق کی صفات و اوصاف پر بھی روشنی ڈالتے ہیں ؎

گورمکھ ساچے کا بھاو پاوے   گورمکھ بانی اگھڑ گھڑاوے
گورمکھ نرمل ہری گن گاوے   گورمکھ پوتر پرم پد پاوے
گورمکھ دوم درم ہر دھیاوے   نانک گورمکھ نیچ سماوے
(رام کلی محلہ پہلا سِدھ گوشٹ)

بابا نانک کا حکم ہے کہ ظاہر پرست درویش کی صحبت کا کوئی فائدہ نہیں۔ خدا رسیدہ فقر کی صحبت انسان کو اصلی معنوں میں فیض پہنچاتی ہے۔ ظاہر پرستوں کے متعلق آپ فرماتے ہیں ؎

(۱) من مکھ لہر گھر تج وِگوچے اوراں کے گھر ہیرے
گرہِ دھرم گوائے ست گور نہ بھیٹے دُرمت گھومن گھیرے
دسنتر بھنوے پاٹھ پڑھ تھکا کا ترسنا ہوئے ودھیرے
کاچی پنڈی سبد نہ چینے اُدر بھرے جیسے ڈھورے

بابا ایسی روت روے سنیاسی۔
گور کے سبد ایک لِو لاگی۔
تیرے نام دتے ترپ تاسی۔
(۲) کھولی گیرو رنگ چڑھایا وستر بھیکھ بھیکاری
کاپڑ پھار بنائی کِھنتھا جھولی مایا دھاری
گھر گھر مانگے جگ پربودھے من اندھے تپ ہاری
بھرم بھلانا سبد نہ چینے جوئے باجی ہاری
(۳) انتر اگن نہ گور بن بوجھے باہر پُوار تاپے
گور سیوا بِن بھگتا نہ ہووی کیوں کر چینیں آپے
نِندا کر کر نرک نِواسی انتر آتس جاپے
اٹھ سٹھ تیرتھ بھرم وگوچے کیوں مل دھوپے پاپے
(۴) چھانی خاک بھبھوت چڑھائی مایا کا رنگ جو ہے
انتر باہر ایک نہ جانے سچ کہے تے چھو ہے
پاٹھ پڑھے مکھ جھوٹو بولے نگرے کی مت او ہے
نام نہ جپئی کیوں سُکھ پاوے بِن ناوے کیوں سو ہے
(۵) موند منڈائے جٹا سکھ بادھی مون رہے ابھیمانا
منوا ڈولے دہ دِس دھاوے بِن رت آتم گیانا
امرت چھوڈ لہا بکھ پیوتے مایا کا دیوانہ
کرت نہ مٹئی حکم نہ بوجھے پسو آما ہے سمانا

(۶) ہاتھ کمنڈل کا پڑیا من ترسنا اُپجی بھاری
استری تج کر کام ویاپیا چِت لایا پرناری
سِکھ کرے ہر سبد نہ چینے لنپٹ ہے بازاری
انتر بکھ باہر نِبھراتی تا جگ کرے خواری

(۷) سو سنیاسی جو ست گور سیوے وِچو آپ گوائے
چھادن بھوجن کی آس نہ کری اچنتت ملے سو پائے
بکے نہ بولے کِھما دھن سنگرہ تامس نام جلائے
دھن گِرہی سنیاسی جوگی جِہ چرنی چِت لائے

(مارو محلہ پہلا)

صاحب فرماتے ہیں کہ ہم تو اُن درویشوں کے خاک پا ہیں جن کے دل میں ہمیشہ راستی ہے۔ خلقِ خدا سے محبّت کرتے ہیں۔ ذکرِ الٰہی سے کبھی فرصت ہی نہیں مِلتی۔ رواداری کا جذبہ جن کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہو۔ ہم ایسے خدا رسیدہ کے خادم ہیں ؎

سچ رِدے سچ پریم نواس پرنوت نانک ہم تا کے داس

(۷) اعمال وافعال (کرم)

کیا کیا دُنیا سے صاحبِ مال گئے دولت نہ گئی ساتھ نہ اطفال گئے
پہنچا کے لحد تلک پھر آئے سب لوگ ہمراہ گر گئے تو اعمال گئے

(انیس)

پیدائش اور موت کے لحاظ سے ہر انسان خواہ وہ کسی نسل کا ہو یا کسی ملک کا ہو یکساں ہیں۔ نسلی امتیاز انسان کے خود ساختہ ہیں۔ دربارِ الٰہی میں اعمال کا جائزہ لیا جائے گا وہاں نسلی امتیاز و شان کی کوئی وقعت نہیں ہوگی۔ نیک اعمال سے انسان اس دُنیا میں عزت حاصل کرے گا اور دربارِ الٰہی میں سُرخ رو ہوگا۔ سری کرشن چندر نے گیتا میں ارجن کو سمجھایا ہے کہ نیک اعمال جو مقدس کتب میں درج ہیں ضرور کرنے چاہئیں اور بد افعال سے احتراز کرنا لازم ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عبادت و ریاضت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وِرد، روزہ، نماز، غسل، گایتری سندھیا کی کیا ضرورت ہے۔ مگر یہ ایک غلط خیال ہے۔ نیک عمل ضرور کرنا چاہیئے اور بد سے پرہیز لازمی ہے ؎

नियतं कुरु कर्मत्वं कर्मज्यायो ह्याकर्मण: ।
शरीर यात्रापि च ते न प्रसिद्धयेदकर्मण: ॥

ترجمہ: پس عمل کو درست طریقے سے انجام دو۔ کیوں کہ عمل بے کاری سے بہتر ہے۔ بے کاری سے تو جسم کی نگہداری بھی ممکن نہیں)

گورو صاحب دُنیا کی ہر شے کو الٰہی حکم کی کھیل مانتے ہیں اور حکم الٰہی اعمال کا پھل دینے والا ہے۔ انسانوں کے اعمال و افعال اور اُن کے پھل کے درمیان الٰہی حکم کا ہاتھ ہے۔ درحقیقت گورو صاحب کا عقیدہ ہے کہ نیک اور بد حُکم خدا کے زیرِ ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جس طرح کسی بداعمال کو سزا دینے کے لئے کسی حاکم کی ضرورت ہے۔ اسی طرح روحانی سزا دینے کے لئے الٰہی حکم ہے۔ ہمارے بد افعال ہمارے لئے قید ہیں۔ اعمال کا ثمر ہمیں ضرور ملے گا۔ بد افعالی انسان کے انحطاط کا باعث ہے۔

اور رنج والم کا منبع ہے ؎

نانک اوگن جیتڑے تیتے گلی زنجیر (سورٹھ محلہ پہلا)

ایضاً

گھڑی جیسے کا لیکھا لیجے بُرا بھلا سہوجیا (تکھاری محلہ پہلا)

گورونانک دیو اعمال کے متعلق یوں فرماتے ہیں ؎

کرنی کاغد من مسوانی بُرا بھلا دُوئے لیکھ پئے جیوجیو کرت چلدئیے تیوچلیئے توگُن ناہیں انت ہرے

چت چیتس کی نہیں باوریا

ہر بسرت تیرے گُن گلیا (رہاو)

جالی رین جال دِن ہوا جیتی گھڑی پھاہی تیتی

رس رس چوگ چگے نت پھاسے چھوٹس موڑے کون گُنی

کایا آہرن من وچ لوہا پنچ اگن تت لاگ رہی

کوئیلے پاپ پڑے تس اوپر من جلیامنی چنت بھئی

(مارو محلہ پہلا)

ایضا

نانک آکھے رے منا سُنئے سِکھ صحیح لیکھا رب منگیسا بیٹھا کڈھ وہی

طلبا پوسن عاقیا باقی جناں رہی ازراعیل فریشتہ ہوسی آئے تئی

آون جان نہ سجھئی بھیڑی گلی پھہی کُوڑ نکھُٹے نانکا اوڑ سچ رہی

(سلوک محلہ پہلا وار دام کلی محلہ ۳)

ایضاً

جیسا کرے سو تیسا پاوئے　　　آپ بیج آپیے ہی کھاوئے

(دھناسری محلہ پہلا)

ایضاً

کیتا آپو آپنا آپے ہی لیکھا سنڈ ھیلے　　　(وار آس محلہ پہلا)

ایضاً

دوے دوس نہ دیو کسے دوس کرماں آپتیا　　　جو میں کیا سوئیں پایا دوس نہ دیجے اور جنا

(آسا محلہ پہلا پٹی)

گورونانک دیوجی کا عقیدہ ہے کہ جو قسمت دربارِ الٰہی سے انسان کے اعمال کی بنا پر لکھی گئی ہے وہ کبھی مٹ نہیں سکتی۔ اپنے اعمال کا پھل ضرور ملے گا۔

مت پنکھیرو کرت ساتھ کب اُتم کب پنچ　　　کب چندن کب آک ڈال کب اوچی پریت

نانک حکم چلائیے صاحب لگی ریت　　　(سلوک محلہ پہلا وار ماجھ)

ایضاً

بابا آیا ہے اُٹھ چلنا اودھ پندھے ہے سنسا دوا　　　سِر سِر سچڑے لکھیا دُکھ سُکھ پُرب ویچار دوا

دُکھ سُکھ دیا جیہا کیا سو نبھے جیا نالے　　　جیے کرم کرائے کرتا دوجی کار نہ بھائے

آپ نرالم دھندے بادھی کر حکم چھڈاون ہارو　　　اج کل کر دیاں کال بیاپے دوجے بھائے بکارو

(وڈہنس محلہ پہلا الاہنیا)

ایضاً

لیکھ نہ مٹئی پُرب کمایا کیا جاناں کیا ہوسی (دھنا سری محلہ پہلا چھنت)

ہمارے پہلے اعمال ہمیں محدود دائرہ پر چلاتے ہیں جب تک ہم عقل کو اپنا رہنما بنائے رکھتے ہیں اور ذات اللہ کی پناہ میں نہیں آتے خودی کا شکار بنے رہتے ہیں تب تک روحانی آزادی حاصل کرنا مشکل ہو جاتی ہے ؎

سبدے سادنہ آیو نام نہ لگو پیار رسنا پھکا بولنا نت نت ہوے خوار

نانک پئیا کرت کماونا کوئے نہ میٹن ہار (سلوک محلہ پہلا وار سوہی)

ایضاً

جیتے جی لکھی سرکار کرنی اوپر ہووگ سار (بسنت محلہ پہلا)

ایضاً

لیکھ نہ مٹئی ہے سکھی جو لکھیا کرتار (راگ رام کلی محلہ پہلا دکھنی اونکار)

ایضاً

واری خصم کڈھائے کرت کماونا (وڈہنس محلہ پہلا چھنت)

انسان کی ہر حرکت حکم الٰہی کے تحت ظہور پذیر ہوتی ہے۔

سرور ہنس دُھرے ہی میلا خصمے ایوے بھانا

سرور اندر ہیرا موتی سو ہنسا کا کھانا

بگلا کاگ نہ رہی سرور جو ہووے اتی سیانا

اوناں رزق نہ پیو اوتھے اوناں ہور وکھانا

سچ کمانے سچو پیے کوڑے کوڑا مانا

نانک تن کو ست گور ملیا جناں دُھرے پیا پروانا (سلوک محلہ پہلا

گوروصاحب کا مقولہ ہے کہ حکم الٰہی کا قلم انسان کے اعمال کے مطابق چلتا ہے ؎

دُھر کرم جنا کو تُدھ پایا تا تِن خصم نہ دھایا
ایناں جنتا کے وس کچھ ناہیں تُدھ ویکی جگت اُپایا
اِکناں نوں تو میل لیہے اِک آپے تُدھ کھوآیا
گور کرپا تے جانیا جِتھے تُد آپ بجھایا
سہجے ہی سچ سمایا (وار آسا محلہ پہلا)

الیضاً

جو کچھ کینو سو پربھو رضائے — جو دُھر لکھیا سو میٹنا نہ جائے
حُکمے بادھا کار کمائے — ایک سبد راچے سچ سمائے

جب انسان مُرشدِ کامل کی ہدایت کے مطابق عمل کرتا ہے اور رضائے خُدا پر چلنا اپنا فرض اوّلیں خیال کرتا ہے تو پھر وہ روحانی آزادی کو حاصل کرتا ہے۔

کیتے پنڈت جوتکی بیداں کریں بچار — داد درود دھ سلاہنے وادے آون جان
بِن گور کرم نہ چُھٹی کہہ سُن آکھ وکھان (سری راگ محلہ پہلا اسٹپدیاں)

گوروصاحب فرماتے ہیں کہ انسان روحانی تکمیل اُسی حالت میں کرسکتا ہے جب وہ رضائے خُدا کو ہی اپنا مطمحِ نظر بنائے رکھے اور رضائے الٰہی کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال لے ؎

حُکم رضائی چلنا نانک لکھیا نال

(جپ محلہ پہلا)

ایضاً

کرنی کار دُھر و فرمائی آپ ہوا من ماری ‎ نانک نام مہا رس میٹھا ترِسنا نام نِواری

ایضاً

سائی کار کما ونی دُھر چھوڑی تِنے پائے ‎ (وار آسا محلہ پہلا)

مذکورہ بالا اقوال سے ثابت ہوا کہ انسان کو اپنے اعمال کا عوض ضرور ملتا ہے گویہ کارخانۂ عالم الٰہی حکم کے زیرِ چل رہا ہے۔ اس لئے منزلِ مقصود کو حاصل کرنے کے لئے نیک اعمال کا خیال رکھنا چاہیئے۔ اور بُرے افعال کو ترک کرنا چاہیئے۔ بدعادات سے دل کو پاک کرنا چاہیئے ؎

خواہی کہ دِلت صاف شود چوں آئینہ ‎ دہ چیز بروں کُن از درونِ سینہ

حرص وحسد و بخل و حرام و غیبت ‎ بغض و غضب و کبر و ریا و کینہ

دِل منور کن ز انوارِ جلی ‎ چند باشی کانسہ لیس بوعلی

صحبت بد سے بدعادتیں اور نیک صحبت سے نیک اعمال کی رغبت حاصل ہوتی ہے بنا بریں نیک صحبت اختیار کرنی چاہیئے۔ تلسی داس فرماتے ہیں ؎

हानि कुसंग सुसंगिति लाहू । लोकहुं वेद विदित सब काहू ।।

بُری صحبت سے نقصان نیک صحبت سے فائدہ ہوتا ہے یہ بات بیدار لوگوں میں سے سب اس کو جانتے ہیں۔

(۸) مسئلہ تناسخ (آواگون)

دُنیا میں بلندی کے لئے پستی ہے

دو دن بھی جو رہتی نہیں وہ ہستی ہے
مرجانے کو پیدا ہوئے ہم اے بسمل
انسان کی ہستی بھی کوئی ہستی ہے

اہلِ ہنود کا اعتقاد ہے کہ ایک انسان موت کے اپنے اعمال کے مطابق کسی دوسرے جسم کو حاصل کرتا ہے۔ روح دائمی ہے نہ یہ مرتی ہے نہ پیدا ہوتی ہے۔ انسان کی روح کو اعمال کی بنا پر جسم ملتا ہے۔ پہلے جسم کو روح اسی طرح ترک کر دیتی ہے، جیسے کوئی پرانے لباس کو اتار کر نیا لباس پہن لیتا ہے۔ روح ہمیشہ ایک حالت پر رہتی ہے۔ سری کرشن چندر دوسرے دھیائے (گیتا) میں فرماتے ہیں.... شلوک ۲۰:

न जायते म्रियते वा कदाचिन्नायंभूत्वाभविता वान भूय
श्रजो नित्य:शाश्वतोऽयं पुराणोन हन्यमाने शरीरे ॥

(یہ روح کسی وقت (زمانہ) بھی پیدا نہیں ہوتی اور نہ وفات پاتی ہے اور نہ ہی یہ ایک دفعہ روح بن کر پھر روح ہونے والی ہے کیوں کہ یہ لافانی، دائمی اور قدیمی ہے۔ جسم کے نیست ہونے پر بھی یہ نیست نہیں ہوتی ہے)

گورو نانک دیو آواگون میں یقین کامل رکھتے تھے۔ آپ نے سالک کو خوب سمجھایا ہے کہ انسان کو نیک اعمال وافعال کرنے چاہئیں۔ کیوں کہ موت کے بعد اعمال کی بنا پر جسم ملے گا۔ اگر انسان گناہوں میں مبتلا رہے گا تو پھر اسے کتے یا دیگر حیوانات کے اجسام سے گزرنا ہوگا

اسی طرح چوراسی لاکھ اجسام میں سے گذرتے ہوئے انسانی جسم نصیب ہوگا۔
بنابرایں اس سنہری موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیئے۔

جُڑ جُڑ وچھڑے وِچھڑ جُڑے جیو جیو موئے موئے جیوے
کیتیا کے باپ کیتیا کے بیٹے کیتے گور چیلے ہوئے۔
آگے پاچھے گنت نہ آوے کیا جاتی کیا ہُن ہوئے۔
سبھ کرنا کرت کر لکھیئے کر کر کرتا کرے کرے۔
من مُکھ مریے گور مکھ تریے نانک ندری ندر کریئے۔

(سلوک محلہ پہلا وار سارنگ علہ ۴)

ایضاً

بابا نانک کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اگر انسان بد افعال کا شکار ہوگا تو اُس کی روح، سگ، سانپ وغیرہ کے اجسام میں بھی داخل ہو کر تکالیف میں مبتلا ہوگی۔

سو کرسوان گردبھ منجارا   پسو ملیچھ نیچ چنڈالا

ع ۱ گورو ارجن دیو فرماتے ہیں:

لکھ چوراسی جون سبائی   مانس کو پربھ دی وڈیائی
اِس پوڑی تے جو نر چوکے   سو آئے جائے دُکھ پایدا

گورو تیغ بہادر کا قول ہے:

پھرت پھرت بہتے جُگ ہاریو مانس دیہہ لہی۔
نانک کہت ملن کی بر با سمرت کہا نہیں۔

گورتے مُنھ پھیرے تن جون بھوائیے۔
بندھن بادھیا آئیے جائیے۔ (بلاول محلہ پہلا)

ایضاً

پریت پنجری دُوکھ گھنیرے نرک پچے اگیان اندھیرے۔
دھرم رائے کی باقی لیجے، جن ہرؔی کا نام وِسارا ہے۔
(مارو محلہ پہلا سولہے)

ایضاً

جیوں آرن لوہا پائے بھن گھڑائیے۔
تیوں ساکت جونی پائے بھوے بھوائیے (سوہی چھنت محلہ پہلا)

جو انسان، سالک اور طالب رہ طریقت اختیار کرتا ہے اور مُرشدِ کامل کی پناہ میں جاکر اُس کے پند و نصائح پر عمل کرتا ہے وہ آواگون کے چکّر سے آزاد ہو جاتا ہے۔

عا گورو ارجن دیو کا عقیدہ ہے:

پھوٹو آنڈا بھرم کا منے بھیٹو پرگاس
کاٹی بیڑی پگہہ تے گور کینی بند خلاص
آون جان رہیو تپت کڑاہا بجُھ گیا
گور سیتل نام دیو

(۹) کشف و کرامات

کرامات کا تصوّر ہر مذہب میں موجود ہے۔ کچھ عارفوں و عالموں کا قیاس ہے کہ خُداوند کریم دُنیا میں جہالت، غفلت، ظلم اور تشدّد وغیرہ کو دفع کرنے کے لئے کسی پیغمبر، ولی، اوتار یا غوث وغیرہ کو بھیجتا ہے۔ تاکہ وہ پیغام الٰہی دُنیا کے سامنے پیش کریں۔ خدا کی طرف سے اِن ہستیوں کو کچھ طاقتیں بخشی جاتی ہیں جن کی وجہ سے وہ چند معجزات دکھاتے ہیں اور اہل دُنیا اُن کے قائل ہو جاتے ہیں اور اُن کے حکم کے روبرو سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ پاتنجلی رِشی بھی اس قسم کی کراماتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جوگیوں کے ساتھ سِدھیوں کو جوڑا جاتا ہے۔ کچھ رشیوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ انسان ریاضت اور عبادت سے اس رُتبہ تک پہنچ جاتا ہے کہ جو کچھ بھی وہ چاہے وہی کچھ ہو سکتا ہے۔ گورو نانک اور دیگر گورو صاحبان نے بھی کراماتوں کا ذکر کیا ہے۔ مگر انھوں نے کرامات دکھانا قہر خیال کیا ہے۔ جنم ساکھی میں گورو نانک دیوجی کے متعلق بہت معجزے اور کراماتوں کا ذکر آتا ہے جو اُن سے ظہور پذیر ہوئیں۔ مگر اُن کی بانی (کلام) سے یہ حقیقت بالکل واضح نہیں ہوتی کہ انھوں نے کوئی کرامات دکھائی ہو۔ وہ تو پیدل ہندوستان میں گھومتے رہے۔ دُشوار گذار مقامات پر بھی گئے۔ مگر کسی کرامات کے ذریعہ نہیں انھوں نے تو ہمّت اور حوصلہ سے کام لیا ہے۔ رام چندر جی نے سمندر پر پُل باندھا تھا۔ آج لوگ اسے کرامات کا نام دیتے ہیں مگر رام نے ہمّت مردانہ سے کام لیا تھا۔ سری کرشن چندر نے مہابھارت میں ارجن کی امداد کی کسی کرامات سے دُشمنوں کو نیست نہیں کیا بلکہ جنگ اور دلیری سے کامیابی

حاصل کی۔ حضرت محمد صاحب نے مخالفوں کے ساتھ جنگ کی ہمت سے کام لیا۔ بعینہٖ گورو گوبند سنگھ جی نے قوم، ملک اور دھرم کی خاص کر اپنے بچے قربان کئے مگر کرامات سے کام نہیں لیا۔ گورو ارجن دیو شہید ہو گئے مگر کرامات سے گریز کیا۔ گورو تیغ بہادر نے کرامات دکھانے پر موت کو ترجیح دی۔ مگر ہم اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ ہندو، مسلمان، عیسائی اور سکھ مذہب میں کراماتوں اور معجزوں کا ذکر ضرور ملتا ہے۔ گورو نانک دیو فرماتے ہیں ؎

پہراں اگن ہوئے گھر بادھا بوجن سار کرائی
سگلے دوکھ پانی کر بیواں دھرتی ہاک چلائی
دھر ترازی انبر تولی پچھے ٹنک چڑھائی
ایوڈو دھا ماوہ ناہیں سبھ سے نتھ چلائی
ایتا تان ہووے من اندر کری بھی آکھ کرائی
جیوڈ صاحب تیوڈ دانئیں دے دے کرے رضائی
نانک ندکرے جس اوپر سچ نام وڈیائی

(سلوک محلہ پہلا وار ماجھ)

گورو نانک دیو نے اشارہ کیا ہے کہ طالب کو کراماتیں حاصل کرنے کے لئے زیادہ توجہ نہ دینی چاہئے۔ عبادت و ریاضت کو ترک نہ کرنا چاہئے۔ اگر سالک معجزات حاصل کرنے کی دُھن میں لگ گیا تو فرائض کی انجام دہی سے قاصر رہ جائے گا۔ کراماتیں ایک دوسرا ذریعہ ہے۔ جو نام اور وِرد کا ذائقہ ہے وہ سب سے بالاتر ہے ؎

آپ ناتھ ناتھی سبھ جاکی رِدھ سِدھ اور اساد (جپ محلہ پہلا)

ایضاً

سدھ ہوواں سِدھی لائی رِدھی آکھاں آء

گپت پرگٹ ہوئے بیسیا لوک را کھے بھاو

مت دیکھا بھولا ویسرے تیرا چِت نہ آوے ناو

(سری راگ محلہ پہلا)

بابا نانک نے کراماتوں کو اللہ کی خاص طاقتوں کا نام دیا ہے۔ اِن کی ہستی کو تسلیم بھی کیا ہے مگر طالب کو نصیحت کی ہے کہ کراماتوں کے جال میں بھولے پنچھی کی طرح نہ پھنسے۔ کیوں کہ یہ طاقتیں بعض اوقات خودغرضی کے لئے بھی استعمال کی جاسکتی ہیں۔ اِن کی پیروی میں انسان محبوبِ حقیقی کو بھُول جاتا ہے۔ بنا بر ایں ہمیشہ ذکر الٰہی میں وقت بسر کرنا چاہئے فرمایا ہے ؎

پنکھی ہوکے جے بھواں سے اسمانی جاؤ

ندری کِسے نہ اُؤ نہ کچھ پیا نہ کھاؤ

بھی تیری قیمت نہ پوے ہو کیوڈ آکھا ناو

(۱۰) معاشرہ و برادری

انسان اپنے مذہب کے اُصولوں کے مطابق ایک دوسرے سے تعلّقات پیدا کرتے ہیں۔ جب کسی مذہب کی ابتدا ہوتی ہے اور اُس کے مُبلغ اُس کی تبلیغ کرتے ہیں تو آہستہ آہستہ برادری میں ایک حلقہ پیدا ہوتا ہے اور اُس حلقہ میں مقلّدین کا اضافہ ہوتا ہے۔ جب تک اصولوں میں سادگی اور اصلیت قائم

رہتی ہے تب تک وہ مذہب پھلتا پھولتا رہتا ہے مگر یوں ہی بد رسم و رواج کا دخل ہوتا ہے تو مقلّدین اُکتا جاتے ہیں اور اُس مذہب میں لوگوں کا اعتقاد کم ہونا شروع ہو جاتا ہے لوگ پھر سے سادگی اور اصلیت کی تلاش میں کمربستہ ہو جاتے ہیں اور مذہب کی پیچیدگیوں اور اُلجھنوں سے چھٹکارا پانا چاہتے ہیں۔ سری گورو نانک دیو جی جس عہد میں پیدا ہوئے ہندوستان میں ہندو دھرم اور اسلام میں بہت سی اُلجھنیں پیدا ہو گئی تھیں۔ ذات پات کا مسئلہ بہت سخت ہو چکا تھا۔ حقارت و نفرت نسلی امتیاز کو مضبوط کر رہی تھی۔ گورو نانک دیو نے معاشرہ کی اس کمی کا احساس کیا اور زوردار الفاظ میں بتایا کہ سب لوگ یکساں ہیں اس لئے ذات پات کا فرق مٹنا چاہئے۔ سب انسان برادر ہیں۔ یہ تھا پہلا اصول برادری کا جس پر گورو نانک دیو نے زور دیا۔ فرماتے ہیں سہ (گورو امرداس)

جاتی کا گرب نہ کریو کوئی
برہمن بندے سو برہمن ہوئی
جات کا گرب نہ کر مورکھ گوارا
اس گرب تے چلے بہت وکارا (رہاو)
چارے ورن آکھے سبھ کوئی
برہم بند تے سب اوپت ہوئی
ماٹی ایک سگل سنسارا
بہو بدھ بھانڈے گھڑے کمہارا
پنچ تت مل دیہی کا آکارا
گھٹ ودھ کو کرے بے چارا

کہت نانک ایہہ جیو کرم بندھ ہوئی
بن ست گور بھیٹے مکت نہ ہوئی

(بھیرو محلہ تیسرا)

بابا نانک فرماتے ہیں ؎

آگے جات نہ جور ہے اگے جیو نوبے ۔ جن کی لیکھے پت پوے چنگے سیئی کے

(سلوک محلہ پہلا وار آسا محلہ پہلا)

ایضاً

کیسر کُسم مِرگ میں ہرنا سرب سریری چڑھنا

چندن بھگتا جوت انہیں سرلے پر مل کرنا (تلنگ محلہ پہلا)

ایضاً

سو برہمن جو بندے برہم ۔ جب تپ سنجم کماوے کرم

سیل سنتوکھ کا رکھے دھرم ۔ بندھن توڑے ہووے مُکت

سوئی برہمن پوجن جُگت (سلوک محلہ پہلا)

عہد وسطیٰ میں اچھوتوں سے چھُونا ایک گناہ خیال کیا جاتا تھا چھوٹی ذات والے کے ہاتھ سے روٹی نہیں کھائی جاتی تھی حالانکہ رام چندر نے بھیلنی کے بیر کھا کر ایک نئی رہ پیدا کی اور بتایا کہ چھوٹی ذات کے ہاتھ سے کھانا کھا کر مذہب میں کوئی خلل پیدا نہیں ہوتا۔ نشاد کے گلے ملے تھے۔ سری کرشن چندر نے بدر کا ساگ کھایا تھا۔ مہاتما بُدھ نے ذات پات کے مسئلہ کو ڈھیلا کیا تھا۔ بابا نانک نے بھی اِن بزرگوں کے دکھائے ہوئے راستہ کو پھر سے دکھایا۔ آپ نے ملک بھاگو کی نعمتوں کو ٹھکرا کر بھائی لالو کے گھر کھانا کھایا۔ اسلام میں حضرت محمد صاحب نے ایک زبردست بھائی چارہ پیدا کیا تھا۔ بابا نانک حقیقت شناس اور اصلیت پسند تھے۔ اس لئے انھوں نے انسانیت کی تلقین کی۔ آپ نے اس امر کا بھی

احساس کیا کہ عورتوں کے حقوق کی کوئی پروانہ کی جاتی تھی۔ اُنھیں حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ مناسب الفاظ میں انھیں یاد نہیں کیا جاتا تھا۔ گورو صاحب نے پھر ویدک عہد کی یاد دلائی جب کہ عورت کو اردھنگنی خیال کیا جاتا تھا فرماتے ہیں ؎

بھنڈ جمئے بھنڈ نمئے بھنڈ منگن ویاہ
بھنڈو ہووے دوستی بھنڈوں چلے راہ
بھنڈ موا بھنڈ بھالئے بھنڈ ہووے بندھان
سو کیوں مندا آکھئے جت جمے راجان
بھنڈو ہی بھنڈا ویجے بھنڈے باجھ نہ کوئے
نانک بھنڈے باہرا ایکو سچا سوئے
جت مکھ سدا بھاگا رتی چار
نانک تے مکھ اوجلے تت سچے دربار (اسلوک محلہ آسادی وار)

گورو صاحب نے برہمن کھتری ویش اور شودر کو اُن کے فرائض بتائے ہیں۔ نسل پر اعمال کی ترجیح دی ہے ؎

کھتری سوجو کرما کا سور | پُن دان کا کرے سریر
کھیت پچھانے بیجے دان | سو کھتری درگہ پروان
لب لوبھ جے کوڑ کماوے | آپنا کیتا آپے پاوے (اسلوک محلہ)

چوں کہ حکومت رعایا کی خوشحالی کے لئے ہوتی ہے اور برادری و معاشرہ کی ترقی کا باعث ہوتی ہے اس لئے گورو صاحب نے وقتی حکومت کے ظلم و تشدد کو دیکھ کر اُن کے خلاف آواز بلند کی ؎

کل کاتی راجے قصائی دھرم پنکھ کر اُڈر یا
کوڑا ماوس سچ چندرما دیسے ناہیں کے ُچڑھیا
ہوں بھال وِکونی ہوئی انھیرے راہ نہ کوئی
وِچ ہومے کر دُکھ روئی کہونانک کن بدھ گت ہوئی
(سلوک محلہ پہلا ور دھا بجھ)

ایضاً

راجے سیہ مقدم کُتے جائے جگائیں بیٹھے سُتے
چاکر نہدا پاین گھاو رت پت کتو چٹے جاو
جِتھے جیا ہوسی سار نکی وڈھی لا اعتبار
عدالت وانصاف کا خون ہوتے دیکھ کر سری گورونانک دیوجی فرماتے ہیں ؎
قاضی ہوئے کے بہے نیائے پھیرے تسبیح کرتے خدائے
وڈھی لیکے حق گواتے جے کو پچھے تا پڑھ سُنائے
(سلوک محلہ پہلا)
شادی کے متعلق آپ کا مقولہ ہے کہ پنڈتوں نے ویدک رسم ورواج کی سادگی میں دروغ شامل کردیا ہے ؎
جھوٹھ نہ بول پانڈے سچ کہیئے ہوجاے لے سبد گھر لہیے (رہاو)
گن گن جوتک کانڈی کینی پڑھے سُنادے تت نہ چینی
سبھ سے اوپر گور سبد بیچار ہو کھتنی بدنی چھار
(رام کلی محلہ پہلا)

گورونانک دیوجی نے جزیہ کا ذکر بھی کیا ہے اور اسے ظلم کا ایک حصہ کہا ہے۔ کیوں کہ رعایا خواہ ہندو ہو یا مسلمان حکومت کا فرض ہے کہ وہ یکساں سلوک کرے فرماتے ہیں ؎

دیول دیوتیاں کر لاگا ایسی کیرت چالی (بسنت محلہ ۱)

مذکورہ بالا بیان سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ گورو صاحب نے کسی مذہب کو بُرا نہیں کہا اور نہ ہی اُس مذہب کے اچھے اُصول کی تردید کی ہے۔ آپ نے تو صرف اُن رسم و رواج کی تردید کی جو خود غرض علما نے سادہ لوح انسانوں کو ٹھگنے کے لئے مذہب کا جزو بنا دیا تھا۔

(۱۱) اِسم اعظم (نام)

دُنیا میں ہر شئے کسی نام سے پُکاری جاتی ہے۔ اگر کسی شئے کے نام لینے سے کچھ پتہ نہ چلے تو اُس کے اوصاف بیان کئے جاتے ہیں، حُلیہ بتایا جاتا ہے تو اُس شئے کا علم ہو جاتا ہے۔ ہر مذہب میں ذات کریم کا نام ہے۔ ایک نام نہیں بلکہ مختلف ناموں سے مختلف اوصاف کی بنا پر مشہور ہے۔ "خُدا" فارسی زبان کا نام ہے جو خود آمدن سے ماخوذ ہے یعنی خود بخود ہونے والا۔

स्वंभू سنسکرت کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں خود بخود ہونے والا۔ "رحیم" عربی میں رحم کرنے والے کو کہتے ہیں۔ ہندی میں "دیالو" نام سے مشہور ہے۔ گورونانک دیوجی نے اُس واحد ہستی کو کئی ناموں سے یاد کیا ہے جو پہلے سے ہی ویدوں، اُپنشدوں اور پرانوں میں پائے جاتے تھے۔ نام سے مراد صرف اِسم ہی نہیں بلکہ اُس

واحد ہستی کے اوصاف کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ گرنتھ صاحب میں رام، کرشن، گوبند، ہرے، مادھو، واسدیو اور نارائن وغیرہ کے نام موجود ہیں۔ یہ سب نام ویدک اور پورانک عہد کے ہیں۔ واہگورو لفظ گرنتھ صاحب میں نہیں ہے۔ یہ اسم اعظم گورو ہرگوبند صاحب کے عہد سے مستعمل ہوا۔ بعض علما کا خیال ہے کہ جب گورو نانک دیوجی دُنیا کے خیر آباد کہنے والے تھے تو اُنھوں نے آخری وقت واہ گورو کہہ کر چادر اوڑھ لی اور ذات اللہ میں اپنی ہستی کو فنا کر دیا اس لئے اللہ کے لئے واہگورو کا لفظ مستعمل ہو گیا۔ دیگر علما کا خیال ہے کہ و "واسدیو" سے ہ "ہری" سے گ گوبند سے اور ر "رام" سے ماخوذ ہیں۔ ہر نام کا پہلا حرف لے کر چاروں ناموں کو "واہگورو لفظ" سے تعبیر کیا۔ خواہ کچھ بھی ہو یہ سب نام ذات اللہ کے ترجمان ہیں۔ گورو نانک دیو فرماتے ہیں :

جیتا کیتا تیتا ناو — وِن ناویں نہیں کوئی تھاو (جپ)

نام سے مُراد ذات واحد سے لی گئی ہے جو ذرہ ذرہ میں موجود ہے۔

بابا نانک کا عقیدہ ہے کہ ذات کریم نے پیدائشِ عالم سے پیشتر ہی اپنا نام رکھ لیا تھا۔

آپی نے آپ ساجیو آپی نے رچیو ناوں (وار آسا محلہ پہلا)

زندگی اُسی انسان کی کامیاب ہے جس کے دِل میں خالق کا نام ہو۔

سو جیویا جس من وسیا سوئے — نانک اور نہ جیوے کوئے

جے جیوے پت لتھی جائے — سبھ حرام جیتا کچھ کھائے

راج رنگ مال رنگ رنگ رتا نچے ننگ

نانک ٹھگیا مُٹھا جائے — وِن ناویں پت گیا گوائے (سلوک محلہ پہلا وار ماجھ)

ایضاً

کیا کھادے کیا پیدے ہے ہوئے   جامن ناہی سچا سوئے
کیا میوہ کیا گھیو گڑ مٹھا   کیا میدہ کیا ماس
کیا کپڑ کیا سیج سکھالی   کیجے بھوگ ولاس
کیا لسکر کیا نایب خواصی   آوے محلی واس
نانک سچے نام ون   سبھے ٹول وناس

(سلوک محلہ پہلا وار ماجھ)

ایضاً

نانک ایہہ تن جال جن جیئے نام وساریا۔
پودی جائے پرال پچھے ہتھ نہ انبڑے ترت نوندھے تال

(سلوک محلہ پہلا)

ایضاً

سونے کا چوکا کنچن کوار   روپے کیا کارا بہت وستھار
رے من لیکھے کبھو نہ پائے   جامے نہ بھیجے ساچ نائے (رہاؤ)
دس اٹھ لیکھے ہووے پاس   چارے بید مکھاگر پاٹھ
پُربی ناوہے ورنا کی دات   ورت نیم کرے دن رات
قاضی مُلاں ہووے سیخ   جوگی جنگم بھگوے بھیکھ
کو گرہی کرماں کی سندھ   بن بوجھے سبھ کھڑیس بندھ

(نسبت محلہ پہلا)

نام کا حصول مرشدِ کامل کے ذریعہ ہوتا ہے۔

نام امولک رتن ہے پورے ست گور پاس
ست گور سیوے لگیاں کڈھ رتن دیوے پرگاس
دھن وڈھ بھاگی وڈبھاگیا جو آئے ملے گور پاس

(سری راگ محلہ پہلا)

ایضاً

ایہہ تن ہاٹ صراف کو بھائی وکھر نام اپار
ایہہ وکھر واپاری سو درڑھے بھائی گو سبد کرے بیچار
دھن واپاری نانکا بھائی میل کرے واپار

(سورٹھ محلہ پہلا اشٹپدیان)

ایضاً

نت نت رِدے سمال پریتم آپنا
جے چلے گُن نال ناہی دُکھ ستنا پنا

(سوہی محلہ پہلا اسٹپدیاں)

ایضاً

گُن ونتی سہورا ویا نرگن کو کے کائے
جے گن ونتی تھی رہے تا بھی سہورا ون جائے (وڈہنس محلہ پہلا)

اگر سالک وِرد تو کرتا ہے اُس کے نام کی تسبیح بھی پھیرتا ہے مگر دِل صاف نہیں تو کوئی فائدہ نہیں ہے

ہر ہر کرے نت کپٹ کماوے ہرِ د اسُدھ نہ ہوئی
ان دِن کرم کرے بہترے سپنے سُکھ نہ ہوئی

(گورو رام داس)

دِرد یعنی ذِکر الٰہی دل میں صفائی پیدا کرتا ہے۔

بھریے ہتھ پیر تن دیہہ پانی دھوتے اُترس کھیہ
مُوت پلیتی کپڑ ہوئے دے صابوں لیئے اوہ دھوئے
بھریے مت پاپاں کے سنگ اوہ دھوپے ناون کے زنگ

(جپ)

ایضاً

لاگی میل مِٹے سچ نائے گورپرسادرہے بولائے (آسا محلہ پہلا)

ایضاً

اہے نِس نام جپورے پرانی میکے ہچھے ہوہی (ملدر محلہ پہلا)

ایضاً

مایا موہ جگ بادھا جم کال
بادھا چھوٹے نام سنبھال (آسا محلہ پہلا اسٹپدیاں)

جس طالب کے دل میں اللہ کا نام بس جاتا ہے وہ دل پیار کا سوما۔ بن جاتا ہے۔

جورتے سہے آپنے تن بھاوے سبھ کوئے
قصہ مختصر گورو صاحب تلقین کرتے ہیں کہ اے سالک اگر تو منزلِ مقصود

تک پہنچنا چاہتا ہے تو مرشدِ کامل سے اُس کریم کے نام کو حاصل کر۔ سوتے جاگتے کھاتے پیتے ذکر اللہ میں مشغول رہ۔ پھر ذات تیرے دل میں ہی پیدا ہو جائے گی۔ صرف صفائی کی ضرورت ہے۔

ب (۱) ارشادات

(۱) راستی

گورونانک دیو کسی مذہب کے خلاف نہیں تھے۔ آپ انسانیت حاصل کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ آپ کا عقیدہ تھا کہ راستی انسانیت کا ایک حصہ ہے۔ اگر طالب راستی کو اختیار کرے گا تو اُتنا ہی وہ انسانیت کے قریب تر ہو گا۔ اُس میں وسیع دلی، وسیع نظری، رحم و کرم، توحید پرستی کا رُجحان پیدا ہو جائے گا۔ اس عہد میں جھوٹ یعنی دروغ کا دور دورہ تھا سچائی تو نام کو بھی نہیں رہ گئی تھی۔ اس زمانہ میں جھوٹے دیوتے، جھوٹے شاستر اور جھوٹے خیالات و جذبات کی حکومت تھی۔ جعل سازی، فریب ریا و مکر عوام کا مطمح نظر تھا۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ راستی بالکل نیست ہو گئی تھی۔ کہیں کہیں اس کا نام و نشان تھا۔ بابا نانک نے عبادت کے بعد راستی کو درجہ دیا ہے ؎

سچتا پر جانئے جے روی سچا ہوئے
کوڑکی مل اُترے تن کرے ہچھا ہوئے

(سچائی کے عمل سے دل صاف ہو جاتا ہے اور روح دروغ کی میل سے صاف ہو جاتی ہے)

من جھوٹے تن جھوٹے جیوا جھوٹھے ہوئے
مکھ جھوٹے جھوٹھ بولنا کیوں کر سُچا ہوئے

(جن کا جسم، دل، روح اور گفتار دروغ سے آلودہ ہوں وہ کیسے پاک و صاف ہوں گے)

ایضاً

سچا صاحب ایک، توُں جن سچو سچ ورتایا
جس توں دیہے تِس ملے سچ تا اِنی سچ کمایا
ست گورد ملِئے سچ پایا
جن کے ہردے سچ وسایا
مورکھ سچ نہ جانئی من مکھی جنم گوایا
وِچ دُنیا کاہے آیا

(یا الٰہی تو ہی ایک سچا مالک ہے۔ جو اپنے خدام میں سچ تقسیم کر دیتا ہے۔ سچ اُسی کو ملتا ہے جسے تو بخشتا ہے۔ وہ پھر سچ کی کمائی کرتا ہے۔ جن کے دلوں میں تو نے سچ بخشا ہے انھوں نے مرشد کامل کی زیر ہدایت حاصل کیا ہے۔ مگر بے وقوف سچ کی قیمت نہیں جانتے۔ ایسے کافروں نے فضول ہی اس دنیا میں زندگی کو حاصل کیا۔ ایسے لوگوں کی پیدائش فضول ہے) ؎

سچ بِن در سجے نہ کوئی

آپ سے کچھ عرصہ پیشتر شیخ سعدیؒ نے بھی سچائی کو ایک عمدہ وحمیدہ صفت بیان کیا تھا۔

(۲) ذات پات

ہندو معاشرہ کی سب سے خطرناک بیماری ذات پات کا مسئلہ ہے۔ رامانج اور ولبھ آچاریہ و دیگر اُن کے مقلّدین نے اِس مسئلہ کو اور بھی پیچیدہ کر دیا۔ بابا نانک نے اس مسئلہ کو زہر کا درخت خیال کیا اور اس کی جڑیں کاٹنے کی پوری پوری کوشش کی اور کسی حد تک اِسے کھوکھلا کر دیا۔ ہزارہا ہندو آپ سے اس لئے ناراض تھے کہ وہ ذات پات میں کوئی خیال نہ کرتے تھے۔ ملک بھاگو محض اسی وجہ سے آپ سے ناراض تھا۔ ایمن آباد اور لنکا میں وہ بڑھیوں کے گھر ٹھہرے تھے۔ دکن میں نام دیو (دھوبی) یا درزی کے ہاں قیام کیا تھا۔ گورو گرنتھ صاحب میں جن نام دیو، روی داس وغیرہ بھگتوں کا کلام ہے وہ آپ کے پیارے دوستوں میں سے تھے۔ جب بھی بابا نانک

اے دلا گر کنی راستی اختیار	شود دولتت ہمدم و بخت یار
نہ پیچد سر از راستی ہوشمند	کہ از راستی نام گردد بلند
مزن دم بجز راستی زینہار	کہ دارد فضیلت یمین و یسار
دم از راستی گر زنی صبح وار	ز تاریکی جہل گیری کنار
بہ از راستی درجہاں کار نیست	کہ در گلبنِ راستی خار نیست
راستی موجب رضائے خداست	کس نہ دیدم۔ کہ گم شُد از رہِ راست

اُن کے ملک میں گئے تو اُنہی کے ہاں ٹھہرے۔ مگر ہندو آج تک اِن سنتوں کو نیچ ذات کا ہی خیال کرتے آرہے ہیں۔ گورو صاحب فرماتے ہیں ؎

اونچے تے اونچا بڑا سبھ سنگ برہیہ
داس داس کودا سرا نانک کرہیہ

گورو صاحب کا ارشاد ہے کہ انسان سب یکساں درجہ رکھتے ہیں۔ دربارِ الٰہی میں ذات پات کا کوئی امتیاز نہیں۔

(۳) عدل

اس عہد میں رعایا کی کوئی پروا نہ کی جاتی تھی۔ حکام تعصّب کی عینک لگائے ہوئے تھے۔ ظلم و تشدّد کا دور دورہ تھا۔ بے انصافی حکّام کا شیوہ تھا۔ گورو صاحب نے اخلاقی و جسمانی عدالت کے لئے ارشاد فرمایا کہ اگر انسان عدل پسند نہیں ہوگا تو دوسروں کے حقوق کی پروا نہیں کرے گا۔ قاضی جسے علم کا خزانہ سمجھا جاتا ہے، وہ رشوت لے کر حق تلفی کر دے گا۔ جاہل کی تو بات ہی کیا ہے ؎

قاضی ہو کے بھئے اپنائے
وِڈھ لے کے حق گوائے

آپ نے معاصرین حکام کو اُن کی غلطی کا احساس دلایا ہے ؎

کل کاتی راجے قصائی دھرم پنکھ کر اُڈریا

مذکورہ بالا الفاظ اُس عہد کی بے انصافی کا ایک مکمل نقشہ ہیں۔ شیخ سعدیؒ نے بھی حکّامِ وقت کو خوب متنبہ کیا ہے۔

(۳) صبر

آرام دہ و پاک زندگی بسر کرنے کے لئے اور انسانیت کا وصف حمیدہ حاصل کرنے کے لئے انسان کا یہ فرضِ اولیں ہے کہ وہ صبر و قناعت پر عمل کرے۔

نام زیچ سنتوش سہاگار کھ غریبی ویس

چوانیرد ترا ایں ہمہ کام داد
چرا بر نیاری سر انجام داد
چو عدل است پیرایہ خسروی
چرا عدل را دِل نداری قوی
ترا مملکت پائیداری کند
اگر معدلت دستیاری کند
چو نوشیرواں عدل کرد اختیار
کنوں نام نیکست از ویادگار
جہاں را بانصاف آباد دار
دلِ اہل انصاف را شاد دار

واقعی صبر کا ہونا لازمی ہے۔ بزرگوار سعدیؒ بھی صبر و قناعت کو انسانیت کا زیور خیال کرتے ہیں۔

(۴) عبادت و ریاضت

بابا نانک بھگتی کے قائل ہیں۔ آپ صبح اُٹھتے تھے اور ریاضت و ورد میں مشغول ہو جاتے تھے۔ شام کو بھی اسی طرح مجلس سماع قائم ہوتی اور بعد ازاں آپ عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ آپ کا عقیدہ تھا کہ زیادہ پڑھنے سے معرفت حاصل نہیں ہوتی

---

۱ صبر: ترا گر صبوری بود دستیار — بدست آوری دولتِ پائیدار
صبوری بود کارِ پیغمبراں — نہ پیچند زیں رو بے دیں پروراں
صبوری کشاید در کامِ جاں — کہ جز صابری ہست مفتاح آں
صبوری برآرد مُراد دلت — کہ از علمِ آں حل شود مشکلت
صبوری بہر حال اولیٰ بود — کہ در ضمن آں چند معنیٰ بود
صبوری ترا کام گاری دہد — ز رنج و بلد رُستگاری دہد
قناعت: دلا گر قناعت بدست آوری — در اقلیم راحت کُنی سروری
اگر تنگ دستی ز سختی منال — کہ پیشِ خردمند ہیچ است مال
غنی گر نہ باشی مکن اضطراب — کہ سلطان نہ خواہد خراج از خراب
ندارد خردمند از فقر عار — کہ باشد نبی را ز فقر افتخار
قناعت تونگر کُند مرد را — خبر دہ حریصِ جہاں گرد را

بلکہ عملی زندگی وعبادت سے عرفان حاصل ہوتا ہے۔

۵ پڑھ پڑھ گڈی لدیئے پڑھ پڑھ بھریئے ساتھ
پڑھ پڑھ بیڑی پایئے پڑھ پڑھ گڈیئے کھات
پڑھیے جیتے برس پڑھیے جیتے ماس
پڑھیے جیتی آرجا پڑھیے جیتے ساس
نانک لیکھے اِک گل ہور ہوے جھکھنا جھاکھ

لِکھ لِکھ پڑھیا تیتا کڑھیا — بہو تیرتھ بھویا تیتو لویا
بہو بھیکھ کیا دیہی دُکھ دیا — سہو وے جیا اپنا کیا
ان نہ کھایا ساد گوایا — بہو دُکھ پایا دوجا بھایا
بستر نہ پہرے اہے نِس قہرے — مون دِگوتا کیوں جاگے گور بِن سوتا
پگ اُپے تانا اپنا کیا کمانا — ال مل کھائی سِر چھائی پائی
مورکھ اندھے پت گوائی — وِن ناتے کچھ تھائے نہ پائی

نانک دیو ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر انسان زیادہ پڑھ جائے گا اور اُس میں عمل نہ ہوگا تو اُس تعلیم کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ پڑھنے سے یا علم سے تو ہمیں معرفت حاصل کرنا ہے اور وہ حاصل ہوتی ہے نام جپنے سے یعنی عبادت سے۔ ظاہر داری یا جھوٹی نمائش فضول ہے۔ بندگی یا عبادت سے مُراد ہے خود کو غلامی میں رکھنا۔ نیک اعمال کے دایرہ سے باہر قدم نہ رکھنا۔ ہر مذہب میں عبادت کو فضیلت دی گئی ہے۔

شیخ سعدیؒ نے بھی گورو صاحب کی طرح عبادت کو بہت اونچا مقام دیا ہے

(۵) بے ثباتیٔ عالم

گورونانک دیو کا یقین کامل ہے کہ اِس دُنیا سے جو خواب و خیال کی مانند ہے پیار کرنا بے کار اور جہالت پر مبنی ہے۔ ذات کریم کے عشق میں غرق ہونا فرض ہے۔

عا کسے را کہ اقبال باشد غلام — بود میلِ خاطر بطاعت مدام

نہ شاید سر از بندگی تافتن — کہ دولت بطاعت تواں یافتن

بطاعت بود او ثنائے جان — کہ روشن ز خورشید باشند جہاں

سعادت ز طاعت میسر شود — دِل از نورِ طاعت منور شود

اگر بندی از بہرِ طاعت میاں — کشاید درِ دولت جاودان

ز طاعت نہ پیچد خردمند سر — کہ بالائے طاعت بنا شد ہُنر

پرستندہ آفرینندہ باش — درِ ایوان طاعت نشندہ باش

اگر حق پرستی کُنی اختیار — درِ اقلیم دولت شوی شہریار

سر از جیب پرہیز گاری برار — کہ جنّت بود جائے پرہیز گار

بآبِ عبادت وضو تازہ دار — کہ فردا ز آتش شوی دست گار

نماز از سرِ صدق برپائے دار — کہ حاصل کُنی دولتِ پایدار

ز تقویٰ چراغ رواں بر فروز — کہ چوں نیک بختاں شوی نیک روز

کسے را کہ از شرع باشد شعار — نترسد ز آسیب روزِ شمار

جھوٹی دُنیا سے محبّت کرنا زندگی کو ضائع کرنا ہے ؎ (سلوک محلہ پہلا)

کُوڑ راجہ کُوڑ پرجا کوڑ سبھ سنسار   کوڑ منڈپ کوڑ ماڑی کُوڑ بیس ہار

کوڑ سونا کوڑ رُپا کُوڑ پہنن ہار   کُوڑ کایا کُوڑ کپڑ کُوڑ روپ اپار

کُوڑ میاں کوڑ بیوی کھپ ہوئے کھار   کوڑ کوڑے نیہنوں لگا وِسریا کرتار

کِس نال کیجے دوستی سبھ جگ چلن ہار   کوڑ مِٹھا کوڑ ماکھو کوڑ ڈوبے پور

نانک وکھانے بنیتی تُدھ باجھ کوڑو کوڑ

گورو دیو فرماتے ہیں کہ یاالٰہی تیری ذات کے سِوا تمام عالم بے ثبات ہے اس کی ہر شئے کو فنا ہے۔ بنا برایں اس جھوٹی دُنیا سے لو لگانا جاہلوں کا کام ہے۔ برق دہلوی دُنیا کا نقشہ درج ذیل الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

اک طلسم خیال ہے عالم   طرب انگیز خار زارِ الم

بے ثباتی کا مجمع برہم   وقف صد انقلاب ہے ہر دم

یہ کھُلا رازِ دُور بینی ہے   جُز اصل کچھ نہیں یقینی ہے

جسم فانی جہان فانی ہے   نشۂ زیست سر گرانی ہے

نقش بر آب زندگانی ہے   ٹوٹتے ہی حباب پانی ہے

بحرِ ہستی سے تو کنارا کر   ساحل و موج کا نظارا کر

غالب فلسفۂ عالم کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

ہے غیبِ غیب جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود   ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں

شیخ سعدی دُنیا کی ناپائیداری کے متعلق یوں بتاتے ہیں ؎

بسا بادشاہاں سُلطان نشاں   بسا پہلوانان کشور ستاں

بساتند گرداں لشکر شکن
بسا شیر مرداں شمشیر زن

بسا ماہر ویاں شمشاد قد
بسا مشک بویاں خورشید خد

بسا ماہر ویاں نو خاستہ
بسا نو عروساں آراستہ

بسا نام دارو بسا کام گار
بسا سرو قد و بسا گلعذار

کہ کردند پیراین عمر چاک
کشیدند سر در گریبان خاک

چناں خرمن عمر شاں شد بباد
کہ ہرگز کسے زاں نشانِ نداد

ثباتے ندارد جہاں اے پسر
بغفلت مبر عمر دردے بسر

دریں باغ رنگیں درختِ درست
کہ ماند از جفای تبر زن درست

منہ دِل بریں منزل جانستاں
کہ دروے بندی دلی شادماں

منہ دِل بریں کاخ خرم ہوا
کہ می بارد آسماں صد بلا

منہ دِل بریں دیر کہنہ خراب
کہ خالی نباشد ز رنج و عذاب

منہ دِل برایں دیر ناپائدار
ز سعدی ہمیں یک سخن یاددار

(۶) کلامِ شیریں و انکساری

گورو صاحب کا ارشاد ہے کہ ہمیشہ شیریں گفتار سے کام لینا چاہئے اور عاجزی وانکساری کا وصف انسان کو اونچا کرتا ہے۔ ظاہرہ بلند منصب بے وقعت ہے ؎

(سلوک محلہ پہلا)

سمل رُکھ سرا یرا اتی دیرگھ اتی مُچ
اوے جو آوہے آس کر جائے نِراسے کت

پھل پھکے پھُل بک بکے کم نہ آویں پت
مِٹھت نیویں نانکا گُن چنگیائیاں تت

سبھ کو نِویں آپ کو پر کو نویں نہ کوئے ۔ دھرتار از و تولیے، نِونے سو گو ہرا ہوئے
اپرادھی دونا نویں جو ہنتا مرگا ہے ۔ سیلس نِوائے کیا تھئے جا رِدے کسُند جھجائے

بابا نانک فرماتے ہیں کہ سیمل کا درخت بہت خوبصورت ہے مگر جو پرندے اُس سے فیض حاصِل کرنے کی اُمید سے آتے ہیں وہ مایوس ہو کر لوٹتے ہیں۔ بعینہ وہ انسان جو ظاہرہ طور پر جلیل مناصب پر فائز ہوتے ہیں مگر دل کے بخیل ہوتے ہیں وہ بے کار ہیں۔ شیریں گفتاری ایک وصف حمیدہ ہے جو انسان کو حاصِل کرنا چاہیئے۔ عاجزی اور انکساری زیورِ انسانیت ہے جس سے انسان کو آراستہ ہونا چاہیئے۔ مگر فریب کی انکساری اور شیریں گفتاری درست نہیں ہیں۔ شکار کھیلنے والے بہت زیادہ جُھک جاتے ہیں مگر وہ چھُپ کر ہرن کو موت کے گھاٹ اُتارتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح فریبی انسان کی انکساری ہے۔

(۷) رحم وکرم

خُدا تعالیٰ کو ہم رحیم و کریم کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ انسان خلیفۂ خدا ہے اِس لئے اِسے بھی رحم و کرم کا مادہ پیدا کرنا چاہیئے۔ بابا نانک کا مقولہ ہے کہ اگر درویش میں رحم نہیں تو وہ قصائی ہے ؎

دَیا بِن سِدھ قصائی

گورو صاحب نے زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔ ہم یہاں خوفِ طوالت سے اتنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

شیخ سعدیؒ شیرازی نے بھی رحم و کرم کے متعلق تلقین کی ہے۔ہم یہاں بطور تمثیل شیخ کو اس واسطے پیش کرتے ہیں کیوں کہ وہ گورو صاحب سے پیشتر ہو گذرے تھے اور اُن کے کلام کا اثر اہلِ پنجاب پر بہت تھا۔ بابا نانک جہاں ویدوں شاستروں اُپنشدوں اور پورانوں سے متاثر تھے وہاں تصوّف سے بھی لبریز تھے۔

ع[1] دِلا ہر کہ بنہاد خوان کرم — بشُد نام دارجہان کرم
کرم نام دار از جہانت کُند — کرم کام گار امانت کُند
ورائے کرم درجہان کار نیست — ازیں گرم تر ہیچ بازار نیست
کرم مایۂ شادمانی بوَد — کرم حاصلِ زندگانی بوَد
دِلے عالمے از کرم تازہ دار — جہاں را زبخشش پُرآوازہ دار
ہمہ وقت شو در کرم مستقیم — کہ ہست آفرینندہ جانِ کریم

باب چہارم

(تبصرہ)

شمع حق سے جو منور ہو یہ وہ محفل نہ تھی | بارشِ رحمت ہوئی لیکن زمین قابل نہ تھی
آہ شودر کے لئے ہندوستان غم خانہ ہے | دردِ انسانی سے اس بستی کا دِل بیگانہ ہے
پھر اُٹھی آخر صدا توحید کی پنجاب سے | ہند کو ایک مردِ کامل نے جگایا خواب سے

(اقبال)

عہدِ وسطیٰ میں ہندوستان کی سیاسی معاشی و مذہبی حالت

تاریخ شاہد ہے کہ عہدِ وسطیٰ بلحاظ سیاست تغیر و تبدل و انقلابات کا زمانہ ہے۔ اگر کسی وقت امن و امان کا دور ہوتا تو جلدی ہی سیاسی حالات ملک کی حالت بدل دیتے۔ ایک طرف ہندو شاہی انحطاط پذیر ہوتی جا رہی تھی اور دوسری طرف اسلامی حکومت کی بنیادیں مضبوط و مستحکم ہو رہی تھیں۔ ۹۶۲ء سے ۹۸۷ء تک الپتگین و امیر

سبکتگین کے حملے پنجاب میں شروع ہو گئے۔ اُس وقت لاہور میں راجہ جے پال کی حکومت تھی جس کا دار الخلافہ بھٹنڈہ تھا۔

۱۰۰۱ء میں جے پال کی وفات کے ساتھ ہی ہندو شاہی کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ ہندو تہذیب و تمدن اور ویدک رسم و رواج بھی انحطاط پذیر ہو گئے۔ غزنوی خاندان کی حکومت پنجاب پر قائم ہوئی۔ لاہور کو ایک خاص وقعت و اہمیت حاصل ہوئی۔ محمود غزنوی کے حملوں سے ملک میں ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ دُنیا کے جس حِصّہ پر بھی اسلامی حکومت قائم ہوئی۔ اہل اسلام نے وہاں توحید پیش کی۔ مگر ہندوستان میں پہلے سے ہی ویدک توحید موجود تھی۔ اس لئے اسلام بھی اس سے متاثر ہوا۔ لیکن پھر بھی ہندوستان میں مذہبی ابتری ضرور تھی۔ اسلام نے بُت پرستی کے خلاف آواز اُٹھائی اور بُت شکنی کے پردہ میں شاہی طاقت کا استعمال بھی کیا۔ بعض حکومتوں کے دوران میں شخصی حکومت کی آڑ میں ظلم اور تشدّد سے بھی کام لیا گیا۔ اسلامی تہذیب کو پھیلانے کے لئے اس عہد میں جائز و ناجائز طریقے بھی استعمال کئے گئے۔ بعض وقات ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنایا گیا اور کئی خوف زدہ ہو کر اسلامی حلقہ میں داخل ہو گئے۔ برہمنوں کے ذات پات کے کڑے اُصولوں سے تنگ آ کر چھوٹی ذات کے لوگ اسلام کی پناہ میں آ گئے۔ اسلامی تہذیب کو پھیلانے میں صوفیائے کرام کا زبردست ہاتھ ہے۔ ان لوگوں کے دربار عوام و خواص کے لئے ہر وقت کھُلے رہتے تھے۔ ہندو مسلمان ایک جگہ مِلتے جُلتے تھے اس طرح پنجاب میں تصوف کا بہت اثر ہوا۔ گورو نانک دیو پر بھی کافی اثر دکھائی دیتا ہے۔

اسلامی حکومت کی داغ بیل غلام خاندان کے عہد میں پڑی ہے۔ مغل

حکومت سے پیشتر مختلف اسلامی حکومتیں تین سو برس تک قائم رہیں۔ ان میں سے غلام خاندان خلجی خاندان، تغلق خاندان، سیّد اور لودی خاندان برسرِ اقتدار آئے۔

۱۵۲۶ء میں ابراہیم لودی کو بابر بادشاہ نے شکست فاش دے کر موت کے گھاٹ اُتارا اور ایک ایسی زبردست حکومت کا سنگِ بنیاد رکھا جو صدیوں تک ہندوستان میں قائم رہی۔

اسلامی تہذیب، رسم و رواج کا اثر اس عہد میں پنجاب پر زبردست پڑا.... محمود غزنوی نے جہاں سترہ حملے کر کے ملک میں غارت گری سے دولت لوٹی وہاں ہندوؤں کے مقدس و متبرک مقامات (مندروں) کو بھی مسمار کر دیا۔ غزنوی حکومت یہاں بارھویں صدی کے آخر تک قائم رہی۔ اس زمانہ میں حکومت نے محض سیاسی تحت جمانے کی کوشش نہیں کی بلکہ اسلامی تہذیب و زبان کو پھیلانے میں بھی پوری پوری مدد کی۔ اسلامی حکومت کے قائم ہوتے ہی عُلما، فضلا، اُدبا تجار اور صوفیائے کرام نے لاہور کو اپنا مرکز بنا لیا۔

بعض رحم دل فقیروں، درویشوں اور صوفیوں کے پریم و محبت سے پُر الفاظ اور اُن کے سلوک نے وہ زبردست اثر کیا کہ بہت سے ہندو خود بخود مسلمان بن گئے اسلامی ادبی و علمی وِرثہ بھی بہت زبردست تھا۔ عربی اور فارسی میں ایک وسیع ادب موجود تھا۔ بنابرایں مُلتان، سیال کوٹ، لاہور اور پانی پت وغیرہ عالموں کے مرکز بن چُکے تھے۔ اسلامی تہذیب اور زبان ہندوستانی تہذیب اور زبان پر گہرا اثر کر رہی تھی اور غیر محسوس طریقہ سے زبان میں ایک زبردست تغیر واقع ہو رہا تھا۔ اِس عہد میں تعلیم بھی عربی اور فارسی کی دی جاتی تھی۔ مفتوح

فاتح کی زبان کو شوق سے سیکھتے تھے۔ لودی خاندان کے عہد میں سنسکرت پڑھنے کی ممانعت بھی تھی۔

ناتھ جوگی بھی مقامی بولیوں میں اپنے جذبات کی تلقین کر رہے تھے اور عوام کو اپنے کراماتی جال میں بھولے پنچھی کی طرح پھنسا رہے تھے۔ عیاشی کا دور بھی شروع تھا۔ نیکی پر بدی غلبہ پا چکی تھی۔ بعض بادشاہوں کی شخصی حکومت کے زیر اثر اہل ہنود کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ علاء الدین خلجی کے عہد میں تو ہندو مسلمانوں جیسا لباس نہیں پہن سکتے تھے۔ مقدم اور نمبرداروں کی عورتیں مسلمانوں کے گھروں میں کام کرتی تھیں، تب انھیں روزی نصیب ہوتی تھی۔ جزیہ سختی سے وصول کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ علاء الدین کو قاضی بتاتا ہے کہ اگر حاکم ہندوؤں سے جزیہ وصول کرنے جائے اور وہ ہندو سے کہے کہ منہ کھول اور اس میں وہ تھوک دے تو اسے جائز خیال کرنا چاہئے۔ فیروز شاہ نے برہمنوں سے بھی جزیہ وصول کیا۔ ایک برہمن جو بت پرست تھا اسے اسلام قبول کرنے کے لئے کہا مگر اُس کے انکار کرنے سے اُسے زندہ جلا دیا گیا۔ محمد شاہ تغلق ایک قومی بادشاہ تھا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کو یکساں خیال کرتا تھا۔ اہل ہنود سے سختی سے پیش نہ آتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اہلِ نظر نے اُسے بیوقوف تعلیم یافتہ بادشاہ کے نام سے مشہور کر دیا۔

یہ دُرست ہے کہ یہ سختیاں ذاتی تھیں اسلام کا اس میں کوئی ہاتھ نہ تھا مگر اہلِ ہند کی حالت تو ناگفتہ بہ۔ مذہبی آزادی ختم ہو چکی تھی حکام کے خلاف کسی قسم کی آواز بلند نہ کی جا سکتی تھی۔ عدل و انصاف کا خون ہو چکا تھا۔ افلاس کا دور دورہ تھا۔ رسم و رواج انحطاط پذیر تھے یہ تھی حالت ۱۴۶۹ء میں ہندوستان کی جب

سری گورونانک دیو کی پیدائش ہوئی۔

طبعی و فطری رُجحانات

گورونانک دیو کی سوانح عمری کے مطالعہ سے جو نتائج اخذ ہوتے ہیں وہ یہ کہ آپ نے طویل اسفار پہ اپنی زندگی کا بہت سا حصّہ صرف کر دیا۔ یا آپ کی کراماتوں اور معجزات کی تفصیل دستیاب ہوتی ہے۔ ابتدا میں آپ کے عہدِ طفلی اور شخصی حرکات، سکنات، خیالات اور جذبات کی تصویر نظر آتی ہے۔ ہم یہاں گورو صاحب اپنا اپنا زاویہ نگاہ پیش کریں گے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ رائے بھوئے کی تلونڈی میں جس بیدی خاندان میں آپ کی پیدائش ہوئی وہ نہ تو زیادہ امیر تھا اور نہ ہی افلاس زدہ تھا۔ آپ کے والد ماجد کالو رائے گاؤں کے پٹواری تھے اور جماعت وسطیٰ کے ایک رُکن تھے۔ اس لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ گورو صاحب افلاس کے تھپیڑوں سے تنگ ہو کر فقیری کی طرف جھکے اور نہ ہی یہ کہہ سکتے ہیں کہ گورو جی چاروں طرف سے شاہی ٹھاٹھ باٹھ یا جاہ و حشم سے محصور تھے اور مہاتما بُدھ کی طرح کسی مُردہ یا کوئی دوسرا واقعہ پیدا ہوا جس نے آپ کے دل پر گہرا اثر کیا ہو اور وہ زندگیٔ خانہ داری کو ترک کرنے کے لئے مستعد ہو گئے ہوں۔

آپ کی عہد طفولیت کے یہ کارنامے یہ واضح کرتے ہیں کہ وہ پیدائشی درویش تھے قضا و قدر نے اُن کی سرشت میں فقر کا خمیر تیار کر دیا تھا۔ ابھی آپ بالکل چھوٹی عمر کے تھے جب سادھوؤں کی طرح چوکڑی مار کر بیٹھ جاتے۔ جب والدہ پوچھتی کہ نانک! تو کیا کر رہا ہے آپ فرماتے کہ گیتا پڑھ رہا ہوں۔ والدین نے آپ کے درویشی رُجحانات

دیکھ کر آپ کو مودی خانہ میں اسامی دلوادی، وہاں بھی آپ غریبوں اور مفلسوں کی تواضع میں مشغول رہتے تھے کیوں کہ آپ تواضع[1] و خدمت خلق کو انسانیت کا ایک جزو خیال کرتے تھے بعد ازاں آپ نے خانہ داری، دولت اور کاروبار کو ٹھیک اُسی طرح ٹھکرا دیا جیسے مہاتما بُدھ نے کیا تھا۔ آپ تارکِ دُنیا بن گئے۔ آپ نے حضرت عیسیٰ کی مانند پریم و محبّت کا سبق سکھانا شروع کیا۔ مگر شنکر آچاریہ کی طرح مختلف مذاہب کے رہنماؤں، عُلما اور صوفیائے کرام سے مباحثات و مناظرات میں فتح حاصل کی --- اِن حالات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے یہی کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی سرشت میں ہی درویشی، ہمدردی، خدمتِ خلق، پیار و محبّت اور رواداری جیسے اوصاف حمیدہ گُندھے ہوئے تھے۔ خارجی اثرات کا کوئی اثر نہ تھا سوائے اِس کے کہ وہ عوام کو تکالیف میں مبتلا دیکھتے تھے۔

---

[1] تواضع کے متعلق شیخ سعدی فرماتے ہیں؛

دِلا گر تواضع کُنی اختیار	شود خلق دُنیا ترا دوست دار
تواضع کُند ہر کہ ہست آدمی	نزیبد ز مردم بجز مردمی
تواضع بود حُرمتِ افزائے تو	کُند در بہشت برین جائے تو
تواضع کُند زیادت کند جاہ را	کہ از مہر پرتو بود ماہ را
تواضع کلید در جنت ست	سرفرازی و جاہ را زینت ست
تواضع عزیزت کُند در جہاں	گرامی شوی پیش دلہا چو جان

تعلیم، علم دوستی۔ ماہر لسانیات

کچھ علما اور مؤرخین گورو صاحب کو ان پڑھ اور بے علم ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بہت سے عقیدت مندوں نے آپ کو اوتار ظاہر کرنے کے لئے ان پڑھ ثابت کیا ہے۔ ہمارا قیاس ہے کہ یہ اسلامی تہذیب کا اثر تھا۔ کیوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ کے متعلق آتا ہے کہ آپ اُمی تھے۔ بنا بر ایں گورو صاحب کے مقلّدین نے خیال کیا کہ شاید اوتار یا پیغمبر تعلیم حاصل نہیں کیا کرتے۔ وہ تو درگاہِ الٰہی سے ہی تعلیم کے زیور سے مزیّن ہوتے ہیں۔ تعلیم حاصل کرنا تو معمولی انسان کا کام ہے۔ اگر گورو نانک دیو کو دنیوی علوم میں دستگاہ پیدا کرتے ہوئے بتایا جائے گا تو شاید اُن کی پیغمبری میں کمی واقع ہو۔

علما، مورخین اور مقلّدین کا یہ خیال ہمارے قیاس میں بے بنیاد ہے اور دماغی اختراع ہے۔ سری کرشن چندر نے سندیپن سے تعلیم حاصل کی۔ سری رام چندر نے وشسٹ جی کے روبرو زانوئے تلمیذ جھکایا مگر وہ پھر بھی ہندوؤں کے اعلیٰ ترین اوتار کہے جاتے ہیں۔ اس لئے اگر گورو نانک دیو نے دنیوی علوم کی تحصیل کی ہو تو آپ کے پیغمبر یا ولی ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہوتی۔

تاریخ شاہد ہے کہ وقتی رسم و رواج کے مطابق سری گورو نانک دیو جی کو والدین نے باقاعدہ طور پر پانچ سال کی عمر میں تعلیم کے لئے مختلف اساتذہ کے زیر نگرانی بھیجا۔ آپ نے متواتر فارسی، سنسکرت اور ہندی میں دستگاہ حاصل کی۔ چوں کہ آپ کو غیر معمولی دماغ ودیعت ہوا تھا اور آپ میں علم دوستی کا جذبہ تھا

اس لئے جو کام سالوں میں ہوتا ہے وہ اُنھوں نے چند مہینوں میں ختم کیا۔ آپ کی تعلیم رِشیوں کے ڈھنگ کی تھی۔ جن رِشیوں نے وید، اُپ نشدیں، براہمن گرنتھ، رامائن اور مہابھارت وغیرہ لکھیں وہ ایم۔ اے پاس نہیں تھے مگر آج کے پی۔ ایچ ڈی بھی آپ کی تقلید میں ایک شلوک تک تو ویسا نہیں لکھ سکتے۔ یہی حالت بابا نانک کی تھی۔ موجودہ دور کے گیانی ایم۔ اے اور پی ایچ ڈی جپ جی صاحب کے ایک شلوک کے پایہ کا ایک شعر بھی تو موزوں نہیں کر سکتے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ نانک دیوجی نے اپنے معزز اساتذہ سے کون سی مقدس گیتا کا مطالعہ کیا اور کس معیار تک تعلیم حاصل کی۔ یہ دُرست ہے کہ آپ نے دنیوی علم میں دستگاہ حاصل کی مگر مولوی صاحب، پنڈت اور پاندھا جی سے روحانی تعلیم حاصل کرنے میں قاصر رہے۔ کیوں کہ یہ سب لوگ دُنیادار تھے اور روحانی تعلیم کا انھیں کوئی ذوق وچسکا نہ تھا۔

”دبستانِ مذاہب کا مصنّف لکھتا ہے کہ گورو صاحب کو ایک مسلمان فقیر نے روحانی تعلیم دی۔ ہم صرف اس حد تک متفق ہیں کہ اُس فقیر نے اسلامی شرع وفقہ سے ضرور آگاہ کیا ہو گا مگر ویدک تہذیب ضرور کسی سادھو سے حاصل کی ہو گی۔ کیوں کہ آپ اکثر سادھوؤں کی صحبت میں رہتے تھے۔ اگر اُس مسلمان فقیر نے ہی روحانی تعلیم سے آپ کو مالا مال کیا ہوتا تو بابا فرید کے کلام کی مانند اُس کا کلام بھی ضرور گرنتھ صاحب میں ایک خاص مقام حاصل کرتا۔

حق بات یہ ہے کہ بابا نانک ازلی توحید پرست تھے۔ آپ سوائے ذاتِ اللہ کے اور کسی کو قابلِ معبود خیال نہیں کرتے تھے اور بُت پرستی کے خلاف تھے دبستانِ مذاہب کا مصنّف آپ کی توحید کا قائل تھا۔ بنا بر ایں اُس نے سوچا ہو گا

کہ اسلام کے علاوہ شاید اہل ہنود توحید سے آگاہ نہیں ہیں حالاں کہ ہم یہ پہلے بتا چکے ہیں کہ
غزنوی عہد میں مسلمان ہندوؤں کی مکمّل توحید کو دیکھ کر حیران رہ گئے تھے۔ گورو صاحب
پر تصوّف کا اثر بھی تھا۔ مگر ہندوستان میں تصوّف خالص اسلامی نہیں تھا بلکہ اس
میں ویدانت کی چاشنی بھی موجود تھی۔ گذشتہ سطور سے واضح ہو جاتا ہے کہ جذبہ توحید
گورونانک نے اسلام سے نہیں لیا تھا بلکہ ویدانت سے ورثہ کے طور پر حاصل کیا تھا۔

آپ علم دوست تھے۔ ہندوستان کے مختلف مقامات کی مقامی بولیوں میں
بھی آپ نے قابلیت پیدا کی۔ فارسی اور عربی میں بھی دستگاہ تھی تبھی تو ایران، عراق
اور بغداد میں آپ نے عوام کو اپنے جذبات سے آگاہ کیا۔ اپ بھرنش زبان اور اُس کے
صرف و نحو سے بھی آپ آگاہ تھے۔ کیوں کہ جپ جی صاحب میں اپ بھرنش کی حرکات
ثلاثہ مستعمل ہیں۔ جپ جی صاحب کے شروع ہیں ਸੈਭ (سئے بھنگ) کا لفظ
آیا ہے یہ لفظ سنسکرت کے स्वंभू سے ماخوذ ہے۔ پراکرت سے گزرتا ہوا پنجابی
میں 'سئے بھنگ' کی شکل میں مستعمل تھا۔ گورو صاحب نے بالکل صحیح لکھا ہے۔ مگر
کسی . . . . . نے شاید اسی لفظ کو بگڑی ہوئی شکل میں دیکھ کر کہہ دیا ہو کہ بابا نانک
سنسکرت سے ناواقف تھے۔ ہم تو آپ کے کلام کی بنا پر بلا تردید، ڈنکے کی چوٹ کہہ
سکتے ہیں کہ گورو صاحب نے اعلیٰ پایہ کی تعلیم و فنی معیار کے مطابق حاصل کی تھی
اور آپ ایک زبردست ماہر لسانیات بھی تھے۔

سُلطان پور میں آپ نواب دولت خاں کے مودی خانہ میں مودی کی حیثیت
سے کام کرتے تھے۔ اور یہ اسامی اُسی کو دی جاتی تھی جو ایک خاص معیار تک
فارسی علوم سے آگاہ ہو۔ خط و کتابت کرسکتا ہو اور حساب بھی جانتا ہو۔ بہی کھاتہ سے آگاہ ہو۔

دکن میں دراوڑ قوم کے رہنماؤں سے گفتگو کا سلسلہ سنسکرت زبان میں ہوتا رہا۔ ایران میں فارسی خیالات کے اظہار کا ذریعہ تھی۔ بغداد اور مکہ شریف میں عربی سے کام لیا۔ بنا برایں یہ کہا جاسکتا ہے کہ بابا نانک گو ایم۔ اے، پی۔ ایچ ڈی یا ڈی لٹ وغیرہ کی ڈگریاں حاصل کئے ہوئے نہ تھے کیوں کہ اُس وقت تعلیم کا نظام ہی دوسری قسم کا تھا مگر آپ ایک اعلیٰ پایہ کے تعلیم یافتہ عالم و فاضل تھے۔

آپ نے اہلِ دُنیا کو جو روحانیت کی تعلیم دی وہ کسی سے مستعار نہ لی گئی تھی وہ تو گوروصاحب کی زندگی کے تجربات سے حاصل ہوئی تھی اور اُن کے ذاتی مطالعہ، ریاضت و عبادت نے علم الٰہی کے دروازے کھول دیئے تھے۔ آپ نے جب یہ کہا ؎ "نانک دُکھیا سبھ سنسار" تو یہ اُن کی زندگی کا تجربہ تھا۔ آپ نے ہر جگہ دیکھا۔ لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں اور آپ کو یہی نظر آیا کہ دُنیا میں کوئی شخص بھی تکلیف کے بغیر نہیں۔ جب اچھی طرح سے یقین ہوگیا تو یہ متبرک الفاظ شعر کی شکل میں آپ کی زبان سے نکل گئے۔ پند و نصائح تو آپ کے ذاتی تجربات کی پیدائش ہیں۔

خانہ داری (گرہستھ)

گورو نانک دیو ویدک تہذیب سے محض واقف ہی نہ تھے بلکہ عالم باعمل تھے۔ سری کرشن چندر و دیگر علما کا مقولہ ہے کہ گرہستھ آشرم دیگر آشرموں کی نسبت بہترین ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ گرہستھ کے فرائض کو انجام دیتا ہوا اس عالم میں اس طرح زندگی بسر کرے جیسے کنول کا پھول پانی میں رہتا ہوا نرلیپ ہے۔ رام،

کرشن، مہاتما بدھ، حضرت محمد صاحب سب شادی شدہ تھے۔ خانہ داری معاشرت کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہے۔ عوام کا یہ عقیدہ ہے کہ ایک دفعہ انسان گرہستھ میں پھنسا تو پھر تمام عمر اِسی قید میں گزر جائے گی۔ نواب دولت خاں نے بھی طنز کے طور پر سلطان پور میں گورو صاحب سے کہا تھا کہ یہ سب درویشی رُجحانات تبھی تک ہیں جب تک شادی نہیں ہوتی۔ والدین نے اسی نقطہ کو مدنظر رکھتے ہوئے گورو صاحب کی شادی کی تھی۔ گورو صاحب کے دو لڑکے سری چند اور لکشمی چند بھی ہو چکے تھے۔ مگر گورو صاحب ان دنیوی عیش و آرام و دولتوں کو روحانیت کے مقابلہ میں ایک قید خیال کرتے تھے۔ یہ زنجیریں آپ کو زیادہ دیر تک مقید نہ رکھ سکیں۔ عوام میں اپنے جذبات کو پھیلانے کے لئے مفلسوں و اپاہجوں کے آرام و مصائب میں شریک ہونے کے لئے، ظالموں کو رہ ظلم سے روکنے کے لئے آپ نے خانہ داری کو ترک کیا اور یہ ثابت کر دیا کہ آپ کی زندگی خانہ داری کے عہد میں واقعی کنول کی مثال تھی۔ جب دورِ شباب ختم ہوا۔ جوانی کے دن کافور ہوئے۔ نفسِ امارہ پر فتح حاصل کی تو آپ نے آخری عمر میں اپنے اہل و عیال کو پاس بُلا لیا۔ مگر آپ کی زوجہ مطہرہ و فرزند دیگر مریدوں کی طرح خدمت خلق میں مصروف تھے۔ گورو صاحب اپنے فرزندوں سے پیار کرتے تھے اس لئے نہیں کہ وہ آپ کے نورِ نظر یا لختِ جگر تھے بلکہ انھیں بھی آپ خادم خلق اور انسان خیال کرتے تھے اور انسانیت کے آپ عاشقِ صادق تھے۔ اگر آپ اُن سے بیٹے ہونے کی حیثیت سے محبّت کرتے تو پھر انگد کے مقابلہ میں گورگدی سری چند کو نصیب ہوتی۔ اور آپ کی زندگی بھی کنول کی مانند نہ ہوتی بلکہ عوام کی مانند دنیوی عشق میں آلودہ ثابت ہوتی۔ اگر آپ کے دِل میں ذرہ بھی موہ (دنیوی محبّت) ہوتا تو گورُو انگد

کے مقابلہ میں اُن کے اپنے بیٹے گدی نشین ہوتے۔ کیوں کہ آپ کے مُریدوں نے بھی عرض کیا تھا کہ گدی کے حق دار آپ کے بیٹے ہیں مگر گورو صاحب نے عدل وانصاف کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور اسی میں آپ کی بزرگی بھی ہے۔

آپ نے ایک زندہ مثال قائم کی کہ گرہستھ میں رہتے ہوئے بھی انسان معرفت حاصل کر سکتا ہے۔ جب آپ سُلطان پور میں مودی کے عہدہ کی سرانجام دہی دیتے تھے تو دولت سے آپ کو کوئی محبّت نہ تھی بلکہ مفلسوں اور غریبوں کی ضروریات کو پورا کرنا اپنا فرض خیال کرتے تھے۔ آپ خود سوکھی روٹی پر گذارہ کرتے تھے۔ جو دولت مودی خانہ سے حاصل ہوتی وہ بھی غریبوں میں بانٹ دی جاتی۔ یہ تھی اُن کی خُدا پرست طبیعت۔ اور یہ تھی غریبوں کے ساتھ ہمدردی۔

عورت کی وفات کے بعد یا عورت کی غیر موجودگی میں ہزار ہا لوگ فقیر، درویش، سادھو اور سنت بن جاتے ہیں۔ ہر ایک نے عورت کو روحانیت کی رُکاوٹ بتایا ہے۔ مگر بابا نانک نے عہدِ شباب میں ہی قوتِ شہوی پر غلبہ حاصل کیا اور دیگر قوتوں کو عقل کے تحت کر کے ترکِ دُنیا اختیار کیا۔ اِس لئے اُنھوں نے گرہستھ کو ترک نہیں کیا کہ عورت ذات سے اُنھیں نفرت یا حقارت تھی یا وہ عورت کو روحانیت کی رہ کا روڑا خیال کرتے تھے بلکہ آپ نے اُس مشکل کو جسے عُلما و اُدبا ایک دُشوار کام کہتے چلے آرہے ہیں آسان کر کے دکھا دیا۔ آپ نے ثابت کر دیا کہ اگر انسان کے دل میں عشقِ حقیقی کا جذبہ ہے تو اُس کی رہنمائی میں گرہستھ یا دنیوی عیش کو ترک کرنا کوئی مشکل نہیں اور اِسی خیال کی رہنمائی میں منزلِ مقصود کا پانا بھی آسان ہے۔ حسرت ؎

کچھ بھی شہرِ وصال دُور نہیں — جذبۂ شوق ہو جو رہ نما
دلِ انسان میں تابِ شعلۂ عشق — حُسنِ مطلق کی روئے حق میں ضیا
پردہ عشق و حُسن میں ہے وہی — الغرض نورِ ارض و نورِ سما
پھر نہ کیوں وصل حسن و عشق سے ہو — نور بالائے نور جلوہ نما

عورت، فرزند وغیرہ رہِ طریقت میں روڑا نہیں اٹکاتے۔ اگر انسان کے دل میں جذبۂ عشق موجود ہے۔ بلکہ عورت تو انسان کو ایمان پر چلاتی ہے اور فرزند دُنیا میں انسان کا نشان قائم رکھتے ہیں۔ آپ تو اس اصول کے حامی نہیں تھے کہ صرف معرفت تبھی حاصل ہو سکتی ہے اگر عورت کو ترک کیا جائے۔ آپ کے خیال میں تو ایسے لوگ کوتاہ نظر اور سالک نہ تھے سے غالب سے

دھمکی میں مر گیا جو نہ بابِ نبرد تھا — عشق نبرد پیشہ طلب گارِ مرد تھا

اوصاف حمیدہ کا پُتلا، نانک

کہا جاتا ہے کہ خداوند کریم نے اس عالم کو پیدا کر کے ایک خلیفہ مقرر کرنا چاہا اور خلافت کی امانت پہاڑوں، سمندروں، زمین اور آسمان وغیرہ کو پیش کی۔ خلافت کا بوجھ یا ذمہ داری اتنی بڑی تھی کہ اِن سب کے علاوہ فرشتے بھی انکار کر گئے۔ مگر اِس ضعیف انسان نے اِس بوجھ یا بارِ گراں کو اُٹھا لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان خلیفۂ خدا تبھی ہو سکتا ہے جب یہ اوصافِ الٰہی سے متصف ہو۔ اور صحیح معنوں میں انسان ہونے کا حق دار بھی اُسی حالت میں ہے جب یہ اوصافِ الٰہی کو حاصل کرے۔ خدا کو رحیم کہا جاتا ہے۔ انسان میں بھی جذبہ رحم ہونا چاہیئے۔ اِن

تمام اوصاف کو مدِّنظر رکھتے ہوئے ہم یہ کہیں گے کہ بابا نانک، رحم و کرم، صبر و قناعت، وفا و شجاعت، پیار و محبّت کے مجسمہ تھے۔ جب سُلطان پور میں آپ نے مودی خانہ کو ترک کیا اور حلقۂ درویشی میں داخل ہوئے تو نواب دولت خاں نے آپ کو بُلایا۔ پہلی دفعہ آپ نے پیش ہونے سے انکار کر دیا۔ جب دوسری دفعہ طلب کرنے سے آپ دربار میں حاضر ہوئے تو نواب نے تہدید آمیز لہجہ سے پوچھا کہ آپ میرے پہلی دفعہ بُلانے سے کیوں نہیں آئے؟ آپ نے دلیرانہ انداز مگر سادگی و احترام سے جواب دیا "میں اب آپ کا نوکر نہیں ہوں"، میں تو دربار الٰہی کے خدام کی فہرست میں نام درج کروا چکا ہوں۔ پھر آپ کے حکم کو حکمِ الٰہی پر کیسے ترجیح دیتا۔

عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ دولت مند لوگ متکبّر ہوتے ہیں۔ دولت کا نشہ انھیں اندھا کر دیتا ہے۔ اپنے بے گانہ میں انھیں تمیز نہیں رہتی۔ فرعونی و غروری حرکات اُن میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بہاری ؎

कनकु कनवा तें सौगुनी मादकत अधिकाइ ।
उहिं खाएँ बौराइ, इहिंपाए ही बौराई ।।

(سونا نشہ کے لحاظ سے دھتورے سے سو گنا بڑھ جاتا ہے۔ کیوں کہ دھتورا کھانے سے انسان پاگل ہوتا ہے۔ اور اس کے ملتے ہی دیوانہ ہو جاتا ہے)

دولت کا نشہ انھیں متکبّر و مغرور بنا دیتا ہے گو تکبّر جاہلوں کی عادت ہے۔[1]

---

[1] سعدی فرماتے ہیں:

تکبّر بود عادتِ جاہلاں تکبّر نہ آید ز صاحب دلاں

گورو صاحب کے اس دلیرانہ جواب سے نواب کو غصّہ آگیا۔ کہ میرا نوکر ہو کر اتنا مُنہ زور ہوگیا ہے اور یہ گستاخانہ جواب رُعب و دبدبۂ شاہی کی توہین ہے۔ نواب نے نانک کو مسلمان بنانے کا عزمِ مصمّم کرلیا۔ گورو صاحب سے کلمۂ حق اور نماز ادا کرنے کے لئے کہا گیا۔ گورو صاحب خندہ پیشانی، وسکونِ قلب سے نماز ادا کرنے کے لئے مستعد ہوگئے۔ شہر میں افواہ پھیل گئی کہ نانک اسلامی حلقہ میں داخل ہونے والا ہے۔ اہلِ ہنود حیران وپریشان تھے کہ شاہی عتاب سے نانک کو کیسے آزاد کرایا جائے۔ مگر گورو صاحب بالکل نہیں گھبرائے۔ نواب کے ہمراہ مسجد میں داخل ہوئے۔ نواب اور قاضی جماعت کے ہمراہ نماز ادا کرنے میں مصروف ہوگئے۔ بابا نانک کھڑے کھڑے سب کچھ دیکھتے رہے۔ نواب صاحب نماز کی ادائگی کے بعد بہت خفا ہوئے۔ آپ نے مُسکرا کر کہا کہ نواب صاحب میں نماز کس کے ساتھ ادا کرتا۔ قاضی صاحب تو گھر کے کاروبار میں مصروف تھے اور آپ کابل سے گھوڑے خرید رہے تھے۔ نواب یہ جواب سُن کر ششدر سا رہ گیا اور اُس نے تسلیم کیا کہ دل کی صفائی سے ہی نماز ادا کی جائے تو بہتر ہے۔ اور گورو صاحب پر بہت خوش ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ دل میں جب تک دُنیا کا لگاؤ ہے عبادت وریاضت بے کار ہے۔

آپ کے دِل کی قوت کی دوسری مثال دیکھئے ایمن آباد میں ملک بھاگو نے غصّہ سے لبریز ہو کر نانک دیو سے کہا —— تم شودر (بڑھی) کے گھر تو کھانا بڑے شوق سے کھاتے ہو مگر میری دعوت (برہم بھوج) میں شامل ہونا اپنی کسرِ شان خیال کرتے ہو۔ اِس بے عزّتی کو میں ہرگز برداشت نہیں کرسکتا۔ گورو صاحب نے خندہ پیشانی اور بےخوفی سے جواب دیا "ملک صاحب! آپ کا بھوجن (خوراک)

غریبوں کے خون سے آلودہ ہے اور شودر کی روٹی گاڑھے پسینہ کی پیداوار ہے۔"
بنابریں میں نے آپ کے مرغن و لذیذ کھانوں کو ترک کیا اور لالو کی سوکھی روٹی
کو ترجیح دی۔ میں تو ہاتھ سے کمائی ہوئی روٹی کھانے کا عادی ہوں۔ یہ سُن کر
ملک بھاگو لاجواب ہو گیا اور غصہ سے لال پیلا ہو گیا۔ درویش نانک نے
امیری غصہ کی کوئی پروانہ کی اپنے اصول پہ پابند رہے۔ یہ تھی گورو صاحب کی
خودداری اور اصول پسندی۔ آپ نے اس عمل سے دوبارہ ہندو تہذیب کو
زندہ کیا کیوں کہ آپ سے بیشتر رام نے بھیلنی کے بیر کھائے تھے اور سری کرشن چندر
جی نے دریودھن کے میوے ترک کر کے بدر کا بے نمک ساگ کھایا تھا۔
بعض اوقات مردانہ جنگلوں اور صحراؤں کی تکالیف سے گھبرا کر کہہ دیتا
تھا کہ آپ ہمیں شاید موت کے مُنہ میں جھونکنا چاہتے ہیں۔ نانک دیو ہمیشہ تسلی دیتے
تھے اور مصیبت میں ثابت قدم رہنے کی تلقین کرتے تھے۔ اور حوصلہ سے کام
لیتے رہے۔ کعبہ میں جب آپ ماندگی کی حالت میں سوئے تو مُلاں نے الصبح آپ
کو ٹھوکر مار کر جگایا اور کہا کہ اے کافر تو کون ہے جو بیت اللہ کی طرف پاؤں کئے
لیٹا رہا ہے۔ آپ غیر ملک اور غیر مذہب کے لوگوں میں ہوتے ہوئے گھبرائے
نہیں بلکہ احترام و ادب سے کہا "بھائی معاف کیجیے گا۔ میرے پاؤں اُسی طرف
کر دو جدھر خُدا نہیں ہے؟ بس یہ اشارہ ہی کافی تھا۔ مُلاں بھی خدا رسیدہ
تھا تاڑ گیا کہ یہ میری جہالت پر ایک سخت چوٹ ہے کیوں کہ اللہ تو ذرّہ ذرّہ میں
موجود ہے۔ پھر ایسی دُنیا میں کون سی جگہ ہے جہاں اللہ نہیں۔ جہاں اللہ
ہے وہی بیت اللہ ہے۔

مذکورہ بالا سطور سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ رحیم، کریم، سخی، صابر ہونے کے علاوہ ایک اعلیٰ پایہ کے شجاع تھے۔ گویا شجاعت اُن کی رگ رگ میں پیوست تھی۔ کیوں کہ زیادہ لڑنے والا جنگجو شجاع نہیں ہوتا۔ کیوں کہ شیر حیوانوں کو مارتا ہے۔ مُرغ ہمیشہ لڑتے رہتے ہیں سانڈ بھی اکثر لڑائی کرتے دیکھے گئے۔ مگر اصلی معنوں میں یہ شجاع نہیں۔ شجاع تو درحقیقت وہ انسان ہے جو اصولوں کی خاطر۔ حبِ وطن کی خاطر، مذہب کی خاطر ثابت قدم رہتا ہے۔

ہمدردی

ہر انسان ذاتی مفاد کے لئے شب و روز کوشاں رہتا ہے۔ حیوان بھی سارا دِن پیٹ پالنے کی فکر میں مصروف ہے۔ ذاتی عیش و آرام میں ہر ذی روح مبتلا ہے۔ شاہوں نے اپنی حکومت کو برقرار رکھنے کے لئے اپنے فرزند جگر بند کی پروا نہیں کی۔ بعض اولاد نے ذاتی آرام پر والدین کو قربان کر دیا۔ کوئی کسی کے غم میں شریک ہونا نہیں چاہتا۔ بلکہ مصیبت کی کہانی سُن کر مذاق اُڑاتا ہے اور مصیبت زدہ کی تکلیف کو دُگنا کر دیتا ہے۔ بابا نانک عہد طفولیت سے ہی ہمدردِ بنی نوع واقع ہوئے تھے۔ ہمیشہ دوسروں کے درد میں شریک ہونا اپنا فرضِ اوّلیں خیال کرتے تھے۔ بعض اوقات گھر کے برتن و دیگر اشیا لے جا کر مفلسوں، محتاجوں و غریبوں کو دے دیا کرتے تھے حالاں کہ والد اس حرکت پر بہت ناراض ہوتے تھے۔ سچے سودے کی تمام رقم تِشنہ و گرسنہ درویشوں کو کھلا آئے۔ مودی خانہ کی نوکری کے دوران میں غریبوں کو دِل کھول کر اناج و دیگر ضروریات کی اشیا بخش دیا کرتے تھے۔ سیر و سیاحت کے دوران میں جو بھی شے آپ کو نصیب ہوتی بانٹ کر کھاتے۔ اگر عقیدت مند دولت وغیرہ بھینٹ چڑھاتے تو محتاجوں میں بانٹ دیتے۔ اپنے لئے ایک

کوڑی بھی جمع نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ دوسروں کے لئے اپنا جسم بھی عنایت کرنے کے لئے تیّار رہتے۔ روہیلے کی خاطر آپ نے غلامی بھی قبول کی۔ آپ کی زندگی میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جب کہ آپ نے دوسروں کے لئے تن، من اور دھن کی قربانی نہ کی ہو۔ عمر کے آخری حصّہ میں آپ نے کرتار پور میں بود و باش اختیار کر لی تھی۔ شب و روز بے شمار مرید دیدارِ مبارک کے لئے آتے۔ نذرانے اور تحائف پیش کئے جاتے۔ کپڑے۔ اناج اور دولت کے ڈھیر لگ جاتے۔ گورو صاحب اِن تمام اشیا کو مسافروں، زائرین مفلسوں میں بانٹ دیتے۔ آپ کھیتی باڑی کر کے جو روزی کماتے وہ کھاتے بلکہ اُس میں سے بھی دوسروں کو کھلا کر کھاتے۔

ہمدردی اور سخاوت آپ کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے ؎

کھَٹ گھال کچھ ہتھوں دے ‌ ‌ ‌ نانک راہ پچھانن سے

آپ کا عقیدہ تھا کہ سخاوت بھی ایک انسانی وصف ہے جس کے ذریعہ انسان وظائف و رہ طریقت پر گامزن ہو جاتا ہے۔ سخاوت[1] انسان کے عیوب کو دھو ڈالتی ہے۔

---

[1] سعدی فرماتے ہیں ؎

سخاوت کند نیک بخت اختیار ‌ ‌ ‌ کہ مرد از سخاوت شود بختیار
بلطف و سخاوت جہانگیر باش ‌ ‌ ‌ درِ اقلیم لُطف و سخا میر باش
سخاوت بوَد کارِ صاحب دلاں ‌ ‌ ‌ سخاوت بوَد پیشۂ مقبلاں
سخاوت مِس عیب را کیماست ‌ ‌ ‌ سخاوت ہمہ درد ہا را دواست

اپنی آگ میں تو ہر ایک جلتا ہے مگر پرائی آگ میں کوئی مائی کا لال کودتا ہے۔
گورو صاحب نے عمر کا بہترین حصہ اہلِ ہندوستان بلکہ اہلِ عالم کے درد کو دُور کرنے میں صرف کر دیا۔ وہ گھر بیٹھ کر علمی فضیلت حاصل کرنا نہ چاہتے تھے۔ اہلِ اللہ کی خدمت کرنا ہی انسانیت ہے یہ تھا آپ کا نظریہ اور عمل۔

حِلم و انکسار

دُنیا میں بے شمار لوگ ہو گذرے ہیں جب کسی کی طاقت بڑھ جاتی ہے تو وہ مغرور ہو جاتا ہے۔ فرعون و نمرود اور ہرناکش وغیرہ خود کو خُدا خیال کرتے تھے۔ بعض پیغمبروں نے جب روحانی طاقت حاصل کی تو کسی نے خود کو خُدا کا بیٹا ظاہر کیا تو کسی نے دوسری رشتہ داری پر زور دیا۔ گورو نانک دیو جی کی زندگی اس لوث سے بالکل پاک و صاف ہے۔ آپ کے ساتھ ہر مذہب کے عالم نے بحث کی۔ صوفیائے کرام۔ جوگیوں نے مناظرے قائم کئے۔ گورو جی نے ہر جگہ فتح حاصل کی مگر غرور کو دماغ میں نہیں آنے دیا۔ ہر ایک سے ادب و احترام سے پیش آئے۔ اپنے اصولوں کو زبردستی قبول کروانے کی کوشش نہیں کی بلکہ حلیمی اور نرمی سے اپنے جذبات پیش کئے۔ جب کوئی قائل ہوا تو وہ خود آزادی سے حلقۂ مریدی میں شامل ہوا۔ آپ نے تمام عمر شیریں زبانی سے کام لیا ہے

مِٹھت نیویں نانکا گُن چنگیاں تت

ملک بھاگو اور دیگر علما نے جب آپ سے سخت کلامی کے لحظہ میں پوچھا کہ آپ نیچ و حقیر لوگوں کو اپنا قُرب کیوں دیتے ہیں ان کے ساتھ مِل کر کھانا کیوں کھاتے ہیں آپ ایسے

نیچوں سے احتراز اور پرہیز کیوں نہیں کرتے تو آپ نے مُسکرا کر فرمایا۔

نیچاں اندر نیچ جو نیچی ہوں اتی نیچ   نانک تِن کے سنگ ساتھ بڑیاں سو کیا ریس

آپ نے پند و نصائح بھی شیریں و نرم زبان میں موزوں کئے۔ آپ کا کلام حلاوت کے لحاظ سے بہت ہی بُلند ہے۔ جب کبھی آپ نے کسی غلط اصول کی تردید کی تو نرم الفاظ میں اور میٹھی میٹھی گفتار میں، اور رسیلے اشعار میں کچھ کہہ دیا جو کانوں کے راستے شربت کے گھونٹ کی طرح دِل میں اُتر گیا۔ ہردوار میں ہر کی پوڑی پر جا کر آپ نے دیکھا کہ لوگ بزرگوں کی رُوح کو پانی دینے کے لئے جانب مشرق سُورج کی طرف پانی پھینک رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر عوام کی معصومیت پر آپ کا دل پگھل گیا۔ آپ انھیں رہِ راست دِکھانا چاہتے تھے۔ فوراً مغرب کی طرف رُخ کر کے گنگا جی سے پانی اُلیچنے لگ گئے۔ زائرین یہ انوکھی بات دیکھ کر حیران رہ گئے۔ آپ سے پوچھا کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ علاقہ پنجاب میں کرتار پور کا میں باشندہ ہوں۔ وہاں میرے کھیت ہیں۔ اُن کی آب پاشی کا انتظام کر رہا ہوں تاکہ کھیتی سُوکھ نہ جائے۔ یہ سُن کر تمام لوگ ہنس پڑے اور کہا کہ بھلا پنجاب میں یہ پانی کیسے پہنچ جائے گا۔ آپ نے خندہ پیشانی سے جواب دیا کہ اگر سُورج کو لاکھوں کوس پر پانی پہنچ سکتا ہے تو پنجاب جو تقریباً تین سو کوس کے فاصلہ پر ہے پانی کیوں نہ پہنچے گا۔ تمام حاضرین اس جواب باصواب سے خوش ہوئے۔ بعینہٖ ایک واقعہ شاہِ بغداد یا شاہِ مصر کے ساتھ پیش آیا۔ بادشاہ سخت بخیل طبیعت کا تھا۔ رعایا سے سختی سے روپیہ وصول کرتا تھا۔ گورو نانک دیو جب بغداد پہنچے تو بادشاہ بھی آپ کی زیارت کے لئے آیا۔ گورو صاحب نے چند کنکر بادشاہ کو بطور امانت پیش کئے۔ شاہ نے پوچھا کہ انھیں واپس لینے کب آؤ گے تو آپ نے فرمایا کہ روزِ قیامت ہماری امانت لوٹا دینا۔ بادشاہ نے کہا کہ دوسری

دُنیا میں تو دُنیوی کوئی شے ساتھ نہیں جاتی۔ نانک دیو نے کہا کہ ہم نے سوچا تھا کہ آپ اپنے اندوختہ کے ساتھ یہ کنکریاں بھی لے آئیں گے۔ بادشاہ کی اس اشارہ باطنی سے آنکھیں کھُل گئیں اور وہ رہ راست پر گامزن ہوا۔ یہ تھی آپ کی حلیمی جس سے ہندو اور مسلمان دونوں آپ کے گرویدہ تھے۔

عظیم عالمی سیّاح (مہان یاتری، نانک)

تاریخ عالم کی ورق گردانی سے ہمیں بہت سے سیاحوں کے نام ملتے ہیں۔ مثلاً مارکوپولو، ابن بطوطہ، فرشتہ، دیگر عربی سیّاح، مہاتما بُدھ اور چینی سیّاح وغیرہ۔ اوّل تو ہر سیّاح کا مقصد دنیوی تھا سوائے مہاتما بُدھ کے۔ دوسرے یہ تمام سیّاح کسی خاص غرض اور مفاد کو پیشِ نظر رکھ کر گھومتے پھرتے رہے۔ چینی سیّاحوں کا مقصد بھی محدود ہی تھا۔ گورو نانک دیو کے متعلق ہم یہ بلا تردید کہہ سکتے ہیں کہ دُنیا کی تاریخ میں ہمیں اتنا بڑا سیّاح نہیں ملتا۔ جس عہد میں گورو نانک دیو جی نے ایک دفعہ نہیں بلکہ چار دفعہ طویل اسفار کئے۔ سفر کرنا نہایت دُشوار تھا۔ جنگل خطرہ سے پُر تھے۔ دریاؤں پر پُل نہ تھے۔ سڑکیں نام کو نہ تھیں۔ چور اور ڈاکوؤں اور رہزنوں کی کثرت تھی۔ پولیس کا کوئی انتظام نہ تھا۔ خط و کتابت کا کوئی سلسلہ قائم نہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اُن دنوں جب کوئی شخص پنجاب سے ہری دوار آتا تو اُس کے سب رشتہ دار رو رو کر اُس کے گلے ملتے کیوں کہ وہ خیال کرتے تھے کہ اِس کا واپس لوٹنا مشکل ہے۔ مہاتما بُدھ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ تمام ہندوستان میں گھومتے رہے۔ تبت میں بھی انھوں نے اپنے خیالات و جذبات کی اشاعت کی۔ مگر وہ ایران یا روسی علاقہ جات میں نہیں گئے۔

دوسری طرف گورونانک دیوہیں جو ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں گئے، بعض جزائر میں بھی پہنچے
لنکا، اور تبّت اور ہمالہ کے دیگر علاقوں وو ادیوں میں گھومتے رہے۔ ہندوستان سے
باہر ایران، عراق اور افغانستان وغیرہ گئے۔ ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کو ہر جگہ اونچا
کیا۔ دوسرے مذاہب کے علما، فقہا و اہلِ ظاہر و باطن سے علمی مباحثے ہوئے۔ ہر جگہ
آپ نے فتح حاصل کی اور ہندوستان کی عزّت کو بڑھایا۔

اُس عہد میں دورِ حاضر کی سہولیات نہ تھیں۔ سفر کو سقر کہا جاتا تھا۔ بہت سے
جنگلی علاقوں میں مردم خور انسان بھی رہتے تھے۔ بعض جنگلی اقوام انسانی قربانی کے
قائل تھے۔ گونڈوں نے یا کوڈے بادشاہ نے مردانہ کو قربانی کے لئے پکڑ بھی لیا تھا۔
مختلف علاقوں میں جُدا جُدا بولیاں مروّج تھیں جو ایک سیّاح کے لئے صدرُکا وٹوں
کا باعث تھیں۔ سواری کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اس قسم کی دُشوار اور پُرخطر حالت
میں بابا نانک نے ہندوستان کا ایک سفر نہیں بلکہ چار سفر کئے۔ یہاں تک ہی نہیں
افغانستان ہوتے ہوئے ایران، عرب اور مصر تک پہنچے۔ مادرِ ہند کی شان کو
ہر جگہ بلند کیا۔ اور اپنے جذبات کی تلقین کی۔ روایت ہے کہ موجودہ دور میں بھی
ایران اور عراق میں گوروجی کو نانک پیر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اُن کی یاد
میں ایک میلہ (مجلس) بھی قائم کی جاتی ہے۔ ہم جب تاریخ میں مصری، عربی،
ایرانی اور چینی سیاحوں کے حوالے پڑھتے ہیں تو اُن کی تعریف کرتے ہوئے سیر نہیں
ہوتے۔

یہ افسوس کا مقام ہے کہ گورونانک دیو جنھوں نے اتنی طویل یاترا کی اور اُن
تُرکوں، اُزبکوں ایرانیوں اور عربوں سے تعریف حاصل کی جنھوں نے اپنی تلوار کے

زور سے ہندوستان میں حکومت قائم کی اور اسلام پھیلایا۔ اس عظیم سیاح کے لئے ہم دو چار الفاظ بھی نہیں نکال سکتے۔

وفا شعاری و طاعت گذاری

عہدِ طفولیت سے ہی گورو صاحب طاعت گذار اور وفا شعار تھے۔ والدین نے جو حکم دیا اُسی کو گورو صاحب نے سر آنکھوں پر لیا۔ تعلیم کے لئے بھیجا تو علم حاصل کیا، تجارت کے لئے روپے دیئے تو آپ اس کام کے سرانجام دینے کے لئے مستعد ہوئے۔ گائے بھینس چرانے کا کام سری کرشن چندر کی طرح سونپا گیا تو بخوشی منظور کیا۔ سُلطانپور میں شاہی نوکری اختیار کرنے کا ارشاد ہوا تو سرِ تسلیم خم کر دیا۔ یہ دُرست ہے کہ آپ کا دِل دُنیوی دھندوں میں نہیں لگتا تھا۔ الہٰی رنگ ہر حالت میں چڑھا رہتا تھا۔ بے خودی کے نشہ میں مسرور رہتے تھے۔ بنا برایں آپ دنیوی کاموں میں کامیاب نہ ہو سکے۔ مگر حکم عدولی کا ایک واقعہ بھی نظر نہیں آتا۔ زنار کی رسم کے وقت آپ نے پنڈت سے گفتگو کا سلسلہ جاری کیا اور وہ دلائل کا قائل بھی ہو گیا مگر وہ والد کے حکم سے اِس رسم کو بخوشی منظور کیا۔ آپ نے جو وعدہ ذات کریم سے روزِ ازل کیا تھا اُس کو بھی یاد رکھا ؎ بابا طاہر ؎

مو از قالو بلیٰ تشویش دیرم   گنہ از برگ داروں بیش دیرم
چو فردا نومہ خونوں نامہ خونن   مو در کف نومہ سر در پیش دیرم

آپ نے کسی حالت میں خالق کو نہیں بھُلایا۔ ہر وقت اُسی یاد میں محو رہے عہدِ طفولیت میں ہی اپنے مالک کی یاد میں مشغول ہو جاتے۔ وجد کی حالت طاری

ہوجاتی مستی کی حالت میں خاموش ہوجاتے۔ والدین کو بیمار ہونے کا خطرہ ہوتا تو طبیب بلایا جاتا مگر وہ بے چارہ کیا کرسکتا تھا۔ بابا نانک الصبح بیدار ہوتے تھے اور عبادت و طاعت میں مصروف ہوجاتے تھے۔ وفات کے وقت بھی آپ طاعت گذاری میں مصروف تھے۔ وفا اور طاعت کو آپ انسانیت کا زیور خیال کرتے تھے۔ اور تمام

شیخ سعدی فرماتے ہیں ؎

طاعت:

کسے را کہ اقبال باشد غلام ... بود میل خاطر بطاعت مدام
نشاید سر از بندگی تافتن ... کہ دولت بطاعت تواں یافتن
بطاعت بود روشنائی جاں ... کہ روشن زخورشید باشد جہاں
سعادت ز طاعت میسر شود ... دل از نور طاعت منوّر شود
اگر بندی از بہرِ طاعت میاں ... کشاید درِ دولتِ جاوداں
ز طاعت نہ پیچد خردمند سر ... کہ بالائے طاعت نباشد ہنر

وفا:

الا در وفا باش ثابت قدم ... کہ بے سکہ رائج نباشد درم
مگرداں زکوی وفا روے دل ... کہ در روی جانا نباشی خجل
زراہِ وفا گر نہ پیچی عناں ... شوی دوست اندر دلِ دشمناں
مکُن بے وفائی چو دورِ سپہر ... متاب از رُخ دوستاں روے مہر
منہ پائے بیروں زکوئے وفا ... کہ از دوستاں می نیرزد جفا

عمر وفا شعاری اور طاعت گذاری کے حلقہ سے قدم باہر نہیں رکھا۔

عدل وانصاف کا مجسمہ نانک

سری گورو نانک انصاف پسند واقع ہوئے تھے۔ ظلم وجور کے بالکل خلاف تھے۔ بابر جیسے بادشاہ کے قتلِ عام کا نقشہ آپ نے زوردار الفاظ میں پیش کیا ہے۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کو آپ نے انصاف پسند ہونے کی تلقین کی ہے ؎

"حق پرایا نانکا اُس سؤر اس گائے"

بابا جی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ہندو حاکم کسی کی حق تلفی کرے گا تو اُس کے لئے پرایا حق مارنا گئو کے قتل کا گناہ ہوگا۔ اگر کوئی مسلمان حق تلفی کرے گا تو اُسے سؤر کی قسم ہے۔ لہنا جو بعد ازاں گورو انگد دیو کے نام سے مشہور ہوئے بابا نانک کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ شب و روز خدمت میں مستعد تھے۔ خدمت خلق میں مصروف رہتے تھے۔ گورو نانک دیو جی نے لہنا میں وہ اوصاف دیکھے جو ایک رہنما میں ہونے چاہئیں۔ آپ کے بیٹے سری چند بچپن سے ہی سادھو تھے اور ایک اونچے اخلاق کے درویش تھے۔ دوسرے بیٹے لکشمی چند گرہستی تھے اور خوش خُلق و شاہی طبیعت کے تھے۔ گورو صاحب نے اپنے دونوں بیٹوں کے مقابلہ میں انگد دیو جی کو گورگدی یا خلافت کا مستحق پایا۔ اور انھیں بیٹوں کی موجودگی میں اپنا جانشین مقرر کیا اور اس عمل سے عدلِ نوشیرواں[1] کو زندہ کیا۔

---

[1] سعدی ؎ چو نوشیرواں عدل کرد اختیار — کنوں نام نیک است از و یادگار

صُلحِ کُل نانک

گورونانک انسانیت کے پرستار تھے۔ ایک ہی ذاتِ مُطلق کو سب عالم کا خالق سمجھتے تھے۔ آپ کا عقیدہ تھا کہ پیدائش سے نہ کوئی مسلمان ہے اور نہ ہی کوئی ہندو یا عیسائی ہے۔ مذاہب تو انسان کے خود ساختہ ہیں۔ بنا بر ایں تمام انسان ایک ہی خدا کی اولاد ہیں۔ ہندو اور مسلمان کی تمیز پیدا کرنا انسانیت کو داغ لگانا ہے۔ آپ نے جہاں اہلِ ہنود کے مقدس مقامات کی زیارت کی وہاں مکّہ، مدینہ ایران اور افغانستان بھی گئے۔ آپ نے زنّار کی رسم کے خلاف آواز اُٹھائی تو یہ بھی بتایا کہ خدا کسی خاص گھر میں نہیں رہتا اُسے صرف کعبہ میں ہی حاضر نہ سمجھنا چاہئے بلکہ اُس کا جلوہ ذرّہ ذرّہ میں دیکھنا چاہئے۔ ہندو پنڈتوں، سادھوؤں اور سنتوں کے ساتھ آپ کی روحانی مُلاقاتیں ہوئیں اور تبادلہ خیالات بھی ہوا۔ مسلمان صوفیائے کرام، درویشوں اور حاجیوں سے بھی شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت اور دیگر اسلامی اُصولوں کے متعلق بھی بحث ہوئی۔ آپ ہندوؤں اور مسلمان بزرگوں کی عزّت کرتے تھے۔ کسی مذہب کو بُرا نہیں کہتے تھے۔ ہر ایک سے محبّت سے پیش آتے تھے۔ رائے بُلار مسلمان تھا مگر شاید ہی کوئی ہندو اُس وقت ایسا ہو جو آپ کا اتنا معتقد ہو جتنا کہ رائے بُلار تھا۔ وفات کے وقت مسلمان اور ہندو یکساں طور پر اُن کی نعش کو حاصِل کرنے کے خواہش مند تھے۔ یہ مشترکہ محبّت گورو صاحب کے صلح کل ہونے کا اشارہ ہے۔

وطن دوستی

"حُبّ الوطنی جزوِ ایمان" گورو صاحب وطن دوستی کو ایمان کا ایک جزو خیال کرتے تھے اور اس پر عمل پیرا بھی تھے۔ جب بابر نے ایمن آباد میں قتل عام کا منظر پیدا کیا تو آپ کے دل میں اہلِ وطن کی یہ حالت دیکھ کر ایک ولولہ پیدا ہوا اور نتیجہ کے طور پر بابر بانی کے اشعار موزوں ہوئے۔ بادشاہوں کو اہل ہند پر ظلم کرتے دیکھ کر آپ نے ظلم کے خلاف آواز اُٹھائی۔ اہلِ پنجاب کو دیکھا کہ وہ شب و روز فاتح کی زبان کی تحصیل میں مصروف ہیں۔ آپ نے اُن کو متنبہ کیا کہ کھتریوں نے اپنا دھرم ہی چھوڑ دیا ہے۔ اہلِ پنجاب کو پنجابی زبان کی طرف رغبت دلائی اور خود پنجابی زبان اور اردھ ناگری گورمکھی کو اپنے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔

ایران، افغانستان، عرب اور مصر میں جاکر مادرِ ہند کی عزّت کو بلند کیا۔ روحانیت کا پرچار کیا۔ اتفاق واتحاد کا سبق سکھایا۔ اہلِ ہند کو متنبہ کیا کہ بُت پرستی ویدک تہذیب کی پیدائش نہیں بلکہ یہ تو بعد کی پیداوار ہے۔ آریہ لوگ تو وحدت کی پرستش کے قائل تھے۔ بنا برایں توحید پرستی کو اپنانا چاہیئے۔ آپ کی اس آواز کا یہ اثر ہوا کہ جو بھولے لوگ اندھا دُھند اپنا مذہب تبدیل کر رہے تھے وہ رُک گئے۔ ملک کو اتفاق واتحاد کے رِشتوں میں بندھے رہنے کی تلقین کی۔

تنقیدی جائزہ

گورونانک دیو کی ہستی سے پنجابی ادب کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ آپ نے پہلی مرتبہ ادب کو معاشرہ کی اصلاح اور بہبودی کا آلہ بنایا اور قومی تعمیر کے لئے ادب کی اہمیت کو آشکارا کیا۔ گورونانک دیو جی کی عظیم شخصیت میں ایک فلاسفر، شاعر، مغنی، رہنما اور پیغمبروں کے تمام اوصافِ حمیدہ اُن میں موجود تھے۔ اِن تمام صفات کی جھلک اُن کے ادب میں صاف نظر آجاتی ہے۔ آپ کے ادب میں تخیّل، محاکات، شیریں موسیقیت، سلاست و بلاغت چھلک چھلک پڑتے ہیں۔ آپ نے توحید پرستی کی تلقین کرتے ہوئے انسانیت کو حاصل کرنا فرضِ اوّل بتایا ہے۔ 'خود شناسی خُدا شناسی ہے'، کا سبق آپ نے سکھایا۔ ذات پات کے مسئلہ کو ڈھیلا کر کے عمل کو اہمیت دی۔

آپ جی کا کلام گرنتھ صاحب میں درج ہے۔ پن کوٹ کے مطابق آپ جی کے کل بند ۲۹۴۹ ہیں۔ گورو ارجن دیو جی کا کلام آپ سے زیادہ ہے۔ باقی گورو صاحبان کا کلام بابا نانک سے کم ہے۔ اُس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) جپ (۲) سِدھ گوشٹ (۳) راگ آسا پٹی (۴) تین واریں، آسا ماجھ اور ملاریں (۵) تکھاری راگ کا بارہ ماہ (۶) سوہلہ (۷) پیرے (۸) ونجارے (۹) الوہنیاں (۱۰) بابر دانی (۱۱) دیگر شبد (۱۲) اشٹپدیاں (۱۳) چھند (۱۴) ریختہ (۱۵) شلوک وغیرہ

مذکورہ بالا کلام سری گورو گرنتھ صاحب میں محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ

کچھ اور بھی کلام ہے جو گورو صاحب سے منسوب ہے لیکن اُسے غیر مستند مانا جاتا ہے۔ کیونکہ گورو ارجن دیوجی نے اُس کلام کو گرنتھ صاحب میں جگہ نہیں دی۔ عُلما کا خیال ہے کہ وہ کسی دوسرے شاعر کی تصنیف کردہ ہے حالاں کہ زبان، خیال اور بحر وہی ہے جو گورو صاحب کے ادب کی زینت ہے۔ ڈاکٹر موہن سِنگھ دیوانہ نے "ہسٹری آف پنجابی لٹریچر" صفحہ ۳۰ پر اس کلام کی تفصیل حسب ذیل دی ہوئی ہے۔

(۱) نصیحت نامہ (۲) ریختہ (۳) مناجات (۴) پران سنگلی یعنی سُن محل کی کتھا (۵) گیان سروت (۶) کافیاں (۷) کتھا سری کرشن چند (۸) کتھا دس اوتار (۹) چتر سلوکی (۱۰) بانی بہنگم (۱۱) فارسی فرد (۱۲) رُباعیات (۱۳) ماترا (۱۴) سی حرفی (۱۵) وار (۱۶) سہنسر نامہ (۱۷) حاضر نامہ نثر۔

گورو گرنتھ صاحب میں کل ۳۱ راگ ہیں اِن میں سے ۱۹ راگوں میں بابا نانک نے اپنا کلام موزوں کیا ہے اور وہ یہ ہیں۔ سِری راگ۔ ماجھ راگ، گوڑی راگ۔ گوجری راگ، وڈہنس، سورٹھ۔ دھناسری، تلنگ، سوہی، بلاول، رام کلی، مارو، تکھاری، بھیرون، بسنت، سارنگ، ملار اور پربھاتی۔ ہم یہاں چند راگوں کے اشعار بطور تفصیل پیش کرتے ہیں جو خالی از دلچسپی نہیں ہوں گے۔

(۱) راگ دھناسری: گگن میں تھال روی چند دیپک بنے تار کا منڈل جنک موتی
دھوپ ملیان کو پون چور وسگل بن رائے پھولنت جوتی

(۲) سِری راگ: تن جلِ بلِ ماٹی بھیا، من مایا موہ منُور
اوگن پھری لاگو بھئے کُری دجاوے ترُو

(۳) راگ گوجری: ہری کی تم سیوا کرہو دوجی سیوا کرو نہ کوئی جی
ہری میری پریتی ریتی ہے ہری میری کتھا کہانی جی
(۴) راگ سورٹھ: ہوں پاپی پتلت پرم تو نرمل نرنکاری
امرت چاکھ پرم رس رائے ٹھاکر سرن تمہاری
(۵) راگ تِلنگ: جن کیا تن دیکھا کیا کہی دے بھائی
آپے جانے کرے آپ جنی وادی ہے لائی
(۶) راگ سوہی: انتر جسے نہ باہر جائی
امرت چھوڑ کہا بِس کھائی
(۷) راگ رام کلی: سرب جوتی تیری پسر رہی
جہہ جہہ دیکھا تہہ نرہری
(۸) راگ گوڑی: جے گھر کیرت آکھئے کرتے کا ہوئی وِچارو
تِت گھر گاؤ سوہلہ سمرو سرجن ہارو
(۹) راگ آسا: چھ گھر چھ گور چھ اُپدیس گور گور ایکو دیس اینک
بابا جے کیرتی ہوئی، سو گھر راکھ بڑائی تی
(۱۰) راگ بلاول: گوربچنی من سہج دھیانے
ہری کے رنگ رتا من مانے
(۱۱) راگ سارنگ: ہری بن کیوں جیوا میری مائی
جے جگدیس تیرا جس جاچوں میں ہری بن رہن نہ جائی

(۱۲) راگ ملار: ساچی سُرت نام نہیں ترپنے ہوئے کرت گوایا
پر دھن پرناری رت نندا بکھ کھائی دُکھ پایا

بابا نانک پنجابی زبان کے پہلے عظیم شاعر ہیں جنھوں نے مادری زبان پنجابی کو اظہارِ خیالات کا ذریعہ بنایا اور جُدا جُدا اصنافِ سخن میں اشعار موزوں کئے۔ اِن میں سے کچھ اوزان (چھند) سنسکرت سے ماخوذ ہیں کچھ فارسی بحریں اور باقی پنجابی زبان کی مستعمل بحریں (چھند) ہیں جو عموماً لوک گیتوں سے ماخوذ ہیں۔ آپ کی زبان، بحر، اور خیالات کے بنا پر، یہ ادب کلاسیکل کہا جا سکتا ہے۔ آپ نے زیادہ قافیہ بندی یا ردیف کا خیال نہیں رکھا بلکہ اس میں تخیّل کی چاشنی دے کر وسعت بخشی ہے۔ گوروصاحب کا بلند تخیّل، دُور اندیشی، نام خماری، احساسات، قادر کی قدرت کی تجلّیات آپ کی شاعری کا ایک اہم حصّہ ہیں۔ مبالغہ سے آپ نے کام نہیں لیا۔ زندگی کے ہر پہلو پر نظر ڈالی ہے۔ قادر و قدرت کی تعریف سلیس زبان میں پیش کی ہے۔

زِندگی میں وسیع تجربات حاصِل کر کے، معاصرین اور پہلے بولیوں کے ادب اور منطق سے مکمّل واقفیت حاصِل کر کے۔ مختلف علاقوں کی تمثیلات، تشبیہات و استعارات، مذاہب کے مطالعہ، صوفیائے کرام و دیگر مذاہب کے علما سے ملاقاتوں اور ماحول کے گہرے مطالعہ نے گوروصاحب کے ادب کو امتیازی سطح پر روشنی کے مینار کی مانند کھڑا کر دیا ہے۔ آپ کے ادب میں زندگی کی حقیقتیں اور صلیتیں الٰہی تجلیات صاف نظر آجاتی ہیں۔ آپ نے دلیری اور شجاعت سے وقتی حکّام کے ظلم و تشدّد کے خلاف آواز بلند کی اور کڑی تنقید کی۔ ہلاکوں خاں

نے بغداد پر فتح حاصل کرکے مسلمان رعایا کو اِس قدر دبا دیا تھا کہ اسلام کو خطرہ پیدا ہو گیا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ اہلِ اسلام کو نیست و نابود کر دے۔ رعایا کو اُس کی حکومت کے خلاف آواز بلند کرنے کا مجال نہ تھا۔ ایسے وقت ایک مردِ دلیر میدان میں آیا اور وقتی حکام کے ظلم و تشدد کو عوام کے سامنے پیش کیا اور اُنھیں متنبہ کیا وہ تھے مردِ شجاع شیخ سعدی۔ بعینہ ہندوستان میں اسلامی حکومت کی بنیادیں مستحکم ہو چکی تھیں۔ ہندو ریاستیں مرکزی حکومت کے تحت آچکی تھیں۔ بہادری اور شجاعت کے افسانے داشعار ختم ہو چکے تھے۔ ایسے نازک موقع پر گورو صاحب سعدی کی طرح میدان میں آئے اور شاہوں، عاملوں، قاضیوں کی خوب دِل کھول کر تنقید کی ؎

کل کاتی راجے قصائی دھرم پنکھ کر اُڈریا
کوڑا ماوس سچ چندرما دیسے نہیں کہہ چڑیا
ہوں بھال دِکُنی ہوئی آدھیرے رہ نہ کوئی
وِچ ہوے دُکھ روئی کہو نانک کن بدھ گتی ہوئی

راجے سینہ مقدم کُتے
جائے جگائے نہ بیٹھے سُتے
چاکر نہر دا پائین گھاو
رتُ پِت کہتو چٹ جاو
جتے جیا ہوسی سار
نکیں وڈھی لا اعتبار

لب پاپ دوے راجہ مہتہ کوڑ ہو آ سکدار
کام نیب سد پُچھیّے بہہ بہہ کرے بےچار
انوہی رعیت گیان وہونی بھاے بھرے مُردار

بابر بادشاہ کے قتلِ عام اور ظُلم و تشدّد کا نقشہ جو آپ نے بابر بانی میں، ... حب الوطنی اور انسانیت دوستی کے جذبے سے پُر ہو کر پیش کیا ہے وہ ایک دلیر، کامل اور شجاع ہی بابر جیسے جابر و ذی اقتدار بادشاہ کے ظلموں کا پول کھول سکتا تھا۔ فرماتے ہیں ؎

جیسی میں آوے خصم کی بانی تیسڑا کری گیان دے لالو
پاپ کی جنج لے کابلوں دھایا جوری منگے دان دے لالو
سرم دھرم دوئے چھپ کھلوے کوڑ پھرے پردھان دے لالو
قاضیاں باہمناں کی گل تھکّی اگد پڑے سیطان دے لالو
مسلمانیاں پڑھے کیتیاں کسٹ میں کرتے خُدائے دے لالو
جات سناتی ہود ہندوانیاں ایہہ بھی لیکھے لائے دے لالو
خون کے سوہے گادے نانک رت کا کنگو پائے دے لالو

عظیم نقّاد و ادیب درحقیقت وہی ہو سکتا ہے جو اپنے عہد کے مشہور واقعات، انقلابات، رسم و رواج کو فنی رنگ دے کر چلتی پھرتی تصویروں کی مانند پیش کرتے اور اعلیٰ پایہ کی تنقید کی کسوٹی پر پرکھے۔ راگ آسا میں بابر بانی کے جو اشعار ہیں اُن کے ذریعہ ایک طرف تو تمام جور و ظلم، جبر و تشدّد، دروغ و بے انصافی کا نقشہ پیش کیا ہے۔ ایک ادیب کی حیثیت سے ظلم کی تردید کی ہے اور عوام کے جذبہ

حُبّ الوطنی کو اُبھارا ہے۔ دوسری طرف اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنے کی تلقین کی ہے ؎

جِن سِر سوہن پٹیاں مانگی پائے سندھور
سے سِر کاتی مینن گل وچ آوے دھوڑ
محلاں اندر ہوندیاں ہُن بہن نہ مِلن ہدور (حضور)
دھن جوبن دوے ویری ہوے جنی رکھے رنگو لائے
دوتانوں فرمایا لے چلے پت گوائے
ساہاں سُرت گو آیا رنگ تماسے چائے
بابروانی پھر گئی کو ہیر ونہ روٹی کھائے

مذکورہ بالا اشعار میں بعض سطور تو ظلم کا ایک مکمل نقشہ ہیں۔ پڑھتے پڑھتے دِل میں نشتر سے چُبھ جاتے ہیں درد غم، بے انصافی اور ظلم کے خلاف دِل میں نفرت و حقارت کی لہر پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ دُرست ہے کہ گورو صاحب اس مسئلہ کے قائل ہیں کہ سب کچھ الٰہی حکم کے زیرِ ہو رہا ہے "حُکمے اندر سب کو باہر حُکم نہ کوئے" پھر بھی آپ کا ہمدرد دِل ایک ولولہ سے پُر ہو گیا۔ اور دِل کے پھپھولوں کو یوں بیان کیا ہے ؎

خُراسان خصمانا کیا ہندوستان ڈرایا
آپے دوس نہ دیئی کرتا جم کر مغل چڑھایا
ایتی مار پئی کُرلانے تینکی درد نہ آیا
کرتا تو سبھناں کا سوئی
جے سکتا سکتے کو مارے تا من روس نہ ہوئی

وقتی وہم وگمان اور شکوک کی تردید ہیں خصوصاً آسا کی واریں ملتی ہے۔ آپ نے اپنے خیالات اور جذبات کو سادگی اور سلاست کا ٹپٹ دے کر پیش کیا ہے اور آپ کے اصول اُلجھنوں کے پھندے میں نہیں پھنسے ہوئے۔ عوام کو ماحولی تمثیلات پیش کر کے نصیحت دی ہے۔ گورو صاحب کا ادب عوام کا ادب ہے۔ گورو صاحب نے جنگ پر امن کو ترجیح دی ہے۔ عورت کی ناگفتہ بہ حالت کو دیکھ کر آپ کو ویدک تہذیب کی یاد آجاتی ہے اور آپ اس عہد کے پہلے ادیب، شاعر اور رہنما ہیں جنھوں نے عورت کو مساوی درجہ دیا۔ اُس کی حق تلفی کو گناہ اور حماقت بتایا۔ اور اُن مردوں کو لعنت وملامت سے پھٹکارا جو عورت کو صرف خواہشات نفسانی کی تکمیل کا ایک آلہ خیال کرتے تھے۔

آپ کے اصولوں کو اگر دیکھنا ہو تو جپ جی اور سِدھ گوشٹ میں دیکھا جاسکتا ہے۔ جپ جی صاحب کو گوربانی یا تمام گورو صاحبان کے کلام کی کلید کہا جاتا ہے۔ اِس میں وحدت، وحدت الوجود، کثرت، وجودِ عالم، قادر و قدرت، خالق، ومخلوق طریقت وحقیقت، رہ نجات، اور زندگی کے دیگر پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ "سدھ گوشٹ" میں جوگیوں اور سدھوں کے اصولوں کی تشریح کی گئی ہے۔ آپ کے کلام کو پڑھ کر یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ آپ رواداری سے پُر اور تعصّب سے بالکل منزّہ تھے۔ کیوں کہ آپ نے کسی مذہب کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھا اور ایک لفظ بھی نفرت آمیز منھ سے نہیں نکالا۔ ہر ایک سے یہی کہا کہ ظاہرہ نمائش سے پرہیز کیا جائے اور باطنی صفائی پیدا کی جائے۔ باطن صاف کیا جائے۔ اخلاقی قوت کو بڑھایا جائے۔ نیک چال چلنی کی رہ پر ثابت قدم ہونا چاہیے۔ ذاتی اغراض

کو پورا کرنے کے لئے دام فریب نہ بچھانا چاہئے ؎

پڑھ پستک سندھیا بادنگ

سِل پوجس بگل سمادھنگ

مُکھ جھوٹ بِبھوکھن سارنگ

ترے پال تہال بچار رنگ

گل مالا تِلک للاٹنگ

دوے دھوتی بستر کپاٹنگ

جے جانس برہمنگ کرمنگ

سبھ پھوکٹ نسچو کرمنگ

کہو نانک نہچو دھیاوے

وِن ست گور واٹ نہ پاوے (آسا کی وار)

(ظاہر دار پنڈت مقدس کُتب (بطور وِرد) پڑھتا ہے مگر بحث مباحثہ کے لئے مورتی پوجتا ہے۔ سندھیا پڑھتا ہے بہ مراقبہ بگلا کی مانند ہے۔ اُس کے مُنہ میں جو نفیس کلام ہے وہ ملمع ہے (یعنی ملمع کے زیور کی مانند ہے) تین وقت گایتری منتر پڑھتا ہے۔ گل میں تسبیح ڈالے ہوئے ہے۔ پیشانی پر قشقہ (تِلک) کھینچے ہوئے ہے۔ پرستش کے وقت دو دھوتی پاس رکھتا ہے۔ اگر یہ ظاہر پرست پنڈت، حقیقت شناس ہوتا تو سمجھ لیتا کہ اُس کے یہ سب اعمال بے کار ہیں۔ گورو نانک دیو فرماتے ہیں کہ ضرورت تو یہ ہے کہ دلی عقیدت سے ذکر اللہ کرے اور یہ طریقہ بغیر مُرشدِ کامل کے حاصل نہیں ہوتا)

جوگیوں کو جوگ کی اصلیت بتاتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

مُندا سنتوکھ سرم پت جھولی دھیان کی کرے بھبوت

کھنتھا کال کواری کایا جُگت ڈنڈا پرتیت

آئی پنتھی سگل جماعتی من جیتے جگ جیت

آدیس تسے آدیس۔ آدانیل انادِ اناہت جُگ جُگ ایکو ویس (جپ)

(صبر و قناعت کی مُندراں طالب کو پہننی چاہئیں۔ محنت و مشقّت (شرم و حیا) کا کاسۂ گدائی ہونا چاہیئے۔ مراقبہ (ذِکرِ اللہ) کی راکھ جسم پر لگائی جائے۔ موت کی یاد فقیری گدڑی ہے۔ گناہوں سے نفس امارہ کو پاک رکھنا چاہیئے۔ اللہ پر یقین کامل رکھنا عصاءِ گدائی ہے۔ سب سے یکساں سلوک کرنا آئی پنتھ کا ایک رُکن بننا ہے۔ جس نے نفسِ امارہ پر قابو پالیا اُس نے گویا عالم پر فتح حاصل کرلی۔ ہماری سلام تو اُسی واحد ہستی کو ہے جو سب کا منبع و مبدا ہے۔ جو زمانہ کی قید سے بالاتر ہے۔ جو کبھی نیست نہیں اور جو ہر وقت یکساں حالت میں ہے)

یہ دُرست ہے کہ آپ کے ادب میں سری گوبند سنگھ جی کی مانند ظلم کا مقابلہ طاقت سے کرنا چاہیئے۔ جیسے خیال کی کمی ہے۔ مگر آپ نے ظلم و تشدّد کے خلاف عوام میں بیداری پیدا کرنے کے لئے اپنے جذبات کو ضرور پیش کیا۔ گویا آپ نے ایک ایسے جذبہ کا سنگِ بنیاد رکھ دیا تھا جس پر گورو گوبند سنگھ نے ایک عمارت تیّار کردی۔

پروفیسر پورن سنگھ کا نظریہ ہے کہ "گورونانک الٰہی نغمہ کی شکل میں پیدا ہوئے اور اِس بے کنار گنبدِ نیلگوں کو دیکھتے ہی اور اِس کی ہواؤں کا احساس

کرکے اپنا نغمہ الٰہی الاپنا شروع کر دیا"۔ یہ مسلّمہ ہے کہ گورو صاحب اعلیٰ پایہ کے مغنی،
وشاعر تھے۔ تخیّل کی پرواز زمین سے آسمان تک پہنچ رکھتی تھی۔ انھوں نے قدرت
کی ہر شے اور تجلّیات الٰہی کا گہرا مطالعہ کیا اور ہر ذرّہ کو منزلِ حقیقی کا رہنما پایا ؎

غالبؔ محرم نہیں ہے تو ہی نوا ہائے راز کا
یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

بابا نانک کو بقول غالبؔ ہر شے نغمہ الٰہی گاتی ہوئی سُنائی دیتی تھی کیوں کہ آپ
عارف تھے ؎

سو در کہیا سو گھر کہیا جت بہہ سرب سمالے
واجے ناد انیک اسنکھا کیتے واون ہارے
کیتے راگ پری سو کہین کیتے گاون ہارے (جپ)
گاویں توہ نوں پون پانی بیسنتر گاوے راجہ دھرم دوارے

تمام قدرت آپ کو الٰہی گیت گاتی ہوئی دکھائی دی ؎

گگن میں تھال روی چند دیپک بنے تار کا منڈل جنک موتی
دھوپ ملیان لو پون چور و کرے سگل بن رائے پھولنت جوتی
کیسی آرتی ہوئے بھو کھنڈنا تیری آرتی
انہت شبد واجنت بھیری (راگ دھناسری)

قدرتی جلووں اور عروسِ قدرت کی خوب صورتی کا بیان، تخیّل کی پرواز
اور محاکات کے نقشے "بارہ ماہ" میں پائے جاتے ہیں۔ آپ نے جو اچھوتے استعارے،
مقامی تمثیلات اور تشبیہات کا استعمال کیا ہے اور جس ڈھنگ سے کیا ہے قابلِ

تعریف اور بے مثال اور بے طویل ہے۔ آپ نے قدرت و تجلّیات کے جو نقشے کھینچے ہیں وہ بے حس یا پژمردہ نہیں ہیں بلکہ زندہ چلتی پھرتی اور بولتی چالتی تصویریں ہیں جو دل میں نشتر کی طرح اثر کرتی ہیں۔

ساختِ الفاظ، نشستِ الفاظ، سلاست اور رنگینی کے لحاظ سے گورو صاحب کے کلام کی ہر سطر ایک موتیوں کی لڑی ہے۔ گورو نانک دیو کا ادب ہمارے لئے ایک قیمتی اور لازوال ورثہ ہے جس پر ہم جتنا بھی فخر کریں تھوڑا ہے۔ مگر یہ خزانہ کسی ایک فرقہ کے لئے نہیں بلکہ مشترکہ ہے۔ اہلِ ہند ہی نہیں بلکہ کُل عالم کے لئے ہے۔

ہم گورو نانک دیو کے شکر گزار ہیں جنھوں نے اہلِ پنجاب کو پنجابی زبان کی رغبت دلائی۔ آپ کے بعد آنے والے گورو صاحبان، صوفیائے کرام اور رقصہ کار شعرا نے گورو جی کی دکھائی رہ پر چلتے ہوئے پنجابی زبان کو مالا مال کر دیا پنجابی زبان کے بنانے میں ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کا یکساں حصہ ہے۔

بابا نانک وہ عظیم ہستی تھے کہ ہماری زبان و قلم آپ کی تعریف کرنے سے قاصر ہے۔ لیکن پھر تبرکاً کے طور پر ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ آپ خوش خلق و خدا رسیدہ درویش اور عارف صادق و مرشدِ کامل تھے۔ آپ ایک زبردست عالم باعمل تھے۔ ہر شے میں آپ کو جلوہ قدرت اور قادر کی ضیا نظر آتی تھی بمصداق

ہر چہ آید در نظر از خیر و شر	جملہ ذاتِ حق بود لے بے خبر
اوست در ارض و سما و لامکاں	اوست در ہر ذرّہ پیدا و نہاں

گورو جی کی زندگی امن و سکون اور رحم و کرم کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ آپ کسی بھی ذی روح کو تن من دھن سے نہیں ستاتے تھے آپ نے اپنی زندگی رشیوں اور

زاہدوں کی مانند بسر کی آپ گوشت خوری سے پرہیز کرتے تھے۔ تمام عمر انھوں نے وشنو (VEGETARIAN) کی حیثیت سے زندگی بسر کی۔ دبستانِ مذاہب کا مصنّف لکھتا ہے۔ صفحہ ۹:

نانک قائل بہ توحید باری بودہ و بہ منطوق شرح محمدی است
بہ تناسخ نیز ایمان داشت و خمر و گوشت و خوک را حرام شمردہ
ترکِ حیوانی کردہ با اجتناب آزار حیوان امر می فرمود۔

یہ دُرست ہے کہ راماین کے عہد میں گوشت خوری اور شراب کو بُرا خیال نہیں کیا جاتا ہے۔ بالمیک راماین میں گوشت خوری کا ذکر جگہ جگہ آیا ہے۔ یہاں تک کہ جب سیتا رام اور لکشمن جی دریائے گنگا کو عبور کر رہے ہیں تو سیتا جی رام کی سلامتی کی دُعا کرتی ہوئی فرماتی ہیں۔

सुराधटसहसेण मांस भूतौदनेन च ।
यक्ष्ये व्वां प्रयता देवि पुरी पुन रुपागता ।।

(ایودھیا پوری میں لوٹ کر میں ایک ہزار گھڑے شراب کے
گوشت آمیز چاول سے تمہاری بھینٹ چڑھاؤں گی)

اس عہد سے بعض رشیوں عارفوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ خوراک کا اثر انسان پر بہت ہوتا ہے اس لئے غذا وہ کھانی چاہئے جس سے قلب کو سکون حاصل ہو۔ سری کرشن چندر جی نے گیتا میں ۱۷ ادھیائے کے اندر غذا کی تشریح یوں کی ہے ؎

(आहारस्त)
आहार स्त्वपि सर्वस्यत्रिविधोभवति प्रिय: ।
यज्ञस्त पस्तथा दानं तेषां भेदमिमं श्रृणु ।।१।।
आयु:सत्वबलारोग्यसुख प्रीतिविवर्धना : ।
रस्या:स्निग्धा: स्थिरा हृद्या आहारा: सर्गत्व कप्रिया ।।८।।
कट्वम्लल वणात्युष्ण ती क्षणरु क्षविदा हिन : ।
आहार राजसस्येष्टा दु: खशो कामयप्रदा : ।।६।।
यातयामंगतरसं पूति पर्यु षितंच यत् ।
उच्छिष्टमपि चामध्यं भोजनं तामस प्रियम् ।।१०।।

۷ .... اور اے ارجن جیسے شردھا تین قسم کی ہے ویسے ہی خوراک اپنی اپنی فطرت کے مطابق تین قسم کی پیاری ہوتی ہے اور ویسے ہی یگ، تپ اور دان بھی تین تین قسم کے ہوتے ہیں اُن کے اس مختلف راز کو تو مجھ سے سُن۔

۸ ۔ عمر، عقل، اروگ سُکھ اور محبّت کو بڑھانے والے یعنی رسیلے، مرغن اور دیر پا اور طبعی طور پر دل کو پیاری غذا ساتوک پُرش کو پیاری ہوتی ہے۔

۹ ۔ اور کڑوے، کھٹے، نمک آمیز اور گرم و ترش اور سوز پیدا کرنے والی، اور بیماریوں کو پیدا کرنے والی غذا راجس پُرش کو پیاری ہوتی ہے۔

۱۰ ۔ اَتھا جو بھوجن ادھ پکا، رس رہت اور بدبو سے پر اور باسی اور خراب ہے تتھا جو اپوتر بھی ہے وہ بھوجن تامس پُرش کو پیارا ہوتا ہے۔

بابا نانک درحقیقت ایک رشی تھے۔ ہمیشہ سکونِ قلب کے متلاشی

تھے اس لئے وہ گوشت خوری سے بالکل پرہیز کرتے تھے۔ کسی قسم کا آپ کو لالچ نہ تھا۔ طمع کی میل سے آپ نے دل کو صاف رکھا ہوا تھا ؎

تا باز کردم از دل زنگارِ آز و طمع

زی ہر درے کہ روئی نہم در فراز نیست

جاہ ست و قدر و منفعہ آں راکہ طمع نیست

عزت، صدر و مرتبہ آں راکہ آز نیست

(ابو طاہر خسروانی)

قصہ مختصر بابا نانک اپنی تمام زندگی خدمتِ خلق کے لئے وقف کر دی تھی اور زندگی کے تجربات سے جو کچھ حاصل ہوا وہ آپ کے ادب میں نمایاں ہے۔ ہم یہاں اجمالی طور پر چند ایک نتائج پیش کرتے ہیں:

(۱) صدیوں سے خارجی و باطنی اور ماحولی بدیوں، وہم گمان سے آلودہ شدہ ہندو دھرم کو گوروجی نے وحدت کی کٹھالی میں ڈھال کر کندن بنایا۔ اوہام پرستی سے نجات دلا کر عقل کی رہنمائی میں تمام قوتوں کو سوچنے کی تلقین کی۔

(۲) بے شمار دیوی دیوتوں کی پرستش اور بُت پرستی کی تردید کی۔ محض وحدت پرستی کو ہی نجات کا واحد ذریعہ بتایا۔

(۳) خدا موت و پیدائش سے بالاتر ہے اس حقیقت کو سب پر واضح کیا۔ اور بتایا کہ وہ لامحدود ہے۔ لاشریک ہے۔

(۴) دنیوی کرم کانڈ، حج و زیارت سے ایشور بھگتی (عبادتِ الٰہی)

ہی کرنا لازم ہے۔ تیرتھ یاترا، حج اور زیارت سے کیا فائدہ اگر خانۂ دل کا مالک گھر میں آباد نہیں ہے۔

(۵) معرفتِ خدا، نیک چال چلنی، دل کی صفائی اور مرشدِ کامل کی ہدایت پر عمل کرنے سے ہوتی ہے۔

(۶) زندہ انسان کی خدمت کرنی چاہیئے۔ والدین کی خدمت اُن کی زندگی میں کی ہوئی کار آمد ہے۔ موت کے بعد سرادھ وغیرہ کرنا فضول ہیں۔

(۷) آپ حقیقت پسند تھے بنا بر ایں انھوں نے اہلِ ظاہر، پنڈت، پجاری، ملاں، قاضی اور مفتی وغیرہ کو رہنمائے طریقت کی بجائے رہزنِ ایمان کہا کیوں کہ اِن لوگوں نے مذہب کو ذریعہ روزی بنایا ہوا ہے اور ہر وقت دام فریب بچھایا ہوا ہے۔

(۸) طالب کو چاہیئے کہ ہمیشہ مُرشدِ کامل سے بیعت کرے جو عالم باعمل ہو عاشق صادق ہو۔ کسی دُنیادار آز و حرص کے بندہ کا مرید بننا زندگی برباد کرنا ہے۔

(۹) ہندو مسلمان اور دیگر مذاہب کے مقلدین ایک ہی الٰہی نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ وقت پیدائش اور اجل سب یکساں ہیں۔ دنیوی فرق تو خود غرضوں کے دماغ کی پیداوار ہے۔

(۱۰) کسی قسم کی شے جو نشہ پیدا کرنے والی ہے قابلِ پرہیز ہے۔ یہ نشے صبح کھانے سے شام کو اُتر جاتے ہیں۔ معرفت کا نشہ ہی صرف وہ خماری ہے جو شب و روز اُترتی نہیں۔

(۱۱) جب کہ دُنیا اور اس کی ہر شے فانی ہے تو اس میں دل لگانا ایک حماقت ہے۔ دُنیا میں انسان کو اس طرح بے لاگ عمر بسر کرنی چاہیئے جیسے کنول کا پھول پانی میں

رہتا ہوا کبھی آبی اثر سے متاثر نہیں ہوتا ہے

جسم فانی جہان فانی ہے نشۂ زیست سرگرانی ہے
نقش بر آب زندگانی ہے ٹوٹتے ہی حباب پانی ہے
بحر ہستی سے تو کنارا کر
ساحل و موج کا نظارہ کر (برق دہلوی)

(۱۲) رواداری کا مادہ پیدا کرنا چاہئے۔ اپنی زندگی کے لئے تو حیوان بھی شب و روز کوشاں ہے۔ حقیقی معنوں میں انسان وہ ہے جو دوسروں کی تکالیف اور دکھ درد میں شامل ہو۔

(۱۳) چوں کہ اجل ایک یقینی امر ہے۔ موت سے خوف زدہ ہونے کی بجائے عبادت و ریاضت کے ذریعہ اجل پر فتح حاصل کرنا لازمی ہے۔

(۱۴) "من جیتے جگ جیت"، جب تک نفسِ امارہ پر قابو نہیں پایا جائے گا تب تک روحانیت حاصل کرنا مشکل ہے۔

(۱۵) جو درویش اور فقیر محض مفت کا مال کھانے کے لئے حلقہ درویشی میں داخل ہوتے ہیں اُن کے دامِ فریب سے پرہیز لازم ہے۔

(۱۶) کارِ نیک اور عملِ جائز سے کمائی ہوئی سوکھی روٹی (نانِ خشک) حلوۂ حرام سے بہتر ہے۔

(۱۷) حقیقت کی تلاش انسانیت کا زیور ہے۔

(۱۸) خدمتِ خلق خدمتِ خدا ہے۔

(۱۹) نسلی امتیاز رہ طریقت کا ایک زبردست روڑا ہے۔

(۲۰) خودی کا ترک کرنا از حد ضروری ہے۔ جب تک انسان کے دماغ میں خودی کا نشہ چڑھا رہے گا وہ حقیقت سے آگاہ نہیں ہو سکے گا۔

(۲۱) نظامِ عالم الٰہی حکم کے اندر باقاعدہ طور پر چل رہا ہے۔

یہ تھے چند جذبات و خیالات جنھیں بابا نانک نے بنی نوع انسان کی نجات کا باعث بتایا ہے۔ گورو صاحب صرف ایک فرقہ کے رہنما یا ہادی نہیں تھے۔ آپ کے دربار سے ہندو مسلمان اور دیگر لوگ یکساں طور پر عرفان کا سبق لیتے تھے۔ آپ کا دھرم انسانیت تھا۔ کسی مذہب یا دھرم کے خلاف نہ تھے۔ ہر تعصب سے بالاتر، علم دوست اور نیکی کا مجسمہ تھے۔ آپ کی حیات گمراہوں کے لئے روشنی کا ایک مینار ہے۔

جپ جی

پیش لفظ

جپ جی گورونانک دیو کا مقدّس، روحانی و عرفانی پاک کلام ہے۔ اس میں گوروجی کی تمام زندگی کے تجرباتِ، جذبات، اخیالات اور احساسات کا عطر ہے۔ اس کلام کو باباجی نے مختلف مواقع اور مقامات پر موزوں کیا تھا۔ گوروجی کے پیروکار صبح کے شیریں اور سہاونے وقت بطور مناجات خالق کے حضور میں سکونِ قلب و معرفتِ خالق حاصل کرنے کے لئے بڑے ذوق و شوق اور دلی عقیدت سے پڑھتے ہیں۔ دربارِ الٰہی کے حضور اپنے عجز اور بندگی کا دم بھرتے ہیں اور اُس ذاتِ واحد کو خالق، مالک اور قادر سمجھ کر عبد اور معبود کا رشتہ استوار و محکم کرتے ہیں۔ یہ مناجات پنجاب کے مردِ کامل مصلح اعظم، توحید پرست اور خُدا رسیدہ بابا نانک کی مبارک زبان سے نکلی ہے۔ باباجی سے جو لوگ (ہندو، سکھ مسلمان اور عیسائی وغیرہ) اُن کے لئے اس پاک و متبرک نظم کا ایک ایک لفظ حرزِ ایمان و جان ہے۔ الصبح اس کا وِرد اور وظیفہ ہر دو جہان میں موجب نجات ہے۔

گوروارجن دیوجی نے گرنتھ صاحب میں بطور تبرک و شاعری کے نقطہ نگاہ سے جپ جی کو ابتدا میں جگہ دی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اگر نظر تحقیق سے دیکھا جائے تو

جپ جی تمام گوروصاجان کے پاک کلام کی کلید ثابت ہوتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جپ جی سنگِ بنیاد ہے جس پر گوروصاحبان نے ایک شاندار اور مضبوط عمارت کھڑی کر دی ہے تو موزوں ہوگا۔ اس میں کہیں بھی مبالغہ سے کام نہیں لیا گیا حقیقت و اصلیت کی وضاحت کی گئی ہے۔ بابا نانک کی مبارک زبان سے یہ مِصری کی ڈلیاں عوام کے لئے نکلی ہیں۔ جو لوگ بھی معرفت کے شائق ہیں وہ اس کے مطالعہ سے فیض یاب ہو سکتے ہیں۔ تعصّب اور فرقہ پرستی سے یہ کلام بالاتر ہے۔

جپ جی کا خُلاصہ

خدا احد اور لاشریک ہے۔ وہ ذاتِ بحرِ بیکراں، لامحدود اور بے انتہا ہے۔ مرشدِ کامل کی زیرِ ہدایت عبادت و ریاضت سے اُس کا احساس ہوتا ہے۔ وہ کل ہے اور خلقت اُس کا ایک ادنیٰ اجزو ہے

دِل ہر قطرہ ہے سازِ انا البحر
ہم اُس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا غالبؔ

ظاہرداری سے انسان اُسے نہیں پا سکتا کیوں کہ وہ انسانی عقل و فکر سے بالاتر ہے۔ یہ سب نظامِ عالم الٰہی حکم کے زیر باقاعدہ طور پر چل رہا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ ربّی حکم کو پہچانے اور اُس کی رضا پر شاکر رہے۔ یہ دوری جو کُل اور جزو میں حائل ہو گئی ہے وہ حکم الٰہی کے روبرو سرِ تسلیم خم کرنے کے بعد دُور ہوتی ہے اور سالک حقیقی وصل سے محفوظ ہوتا ہے۔ حکم کو ماننے کا طریقہ یہ ہے کہ سالک مرشدِ کامل کی پناہ میں آئے اور اُس کی مشعلِ ہدایت کی روشنی میں

رہِ طریقت پر گامزن ہو۔ رضائے خدا میں اپنی رضا کو ضم کردے اور خوشنودی اللہ کو اپنی بہتری خیال کرے۔ الہٰی رضا و حکم، حمد و ثنا میں دل کی لو لگادے۔ الہٰی رنگ میں طالب اِس طرح رنگ جائے کہ ہر وقت نشۂ معرفت کی خماری چڑھی رہے۔ عبادت اور ریاضت سے انسان حکم الہٰی پر عمل کرنا سیکھ سکتا ہے۔ مگر اُس لامحدود کی عاید تھاہ نہیں پا سکتا۔

ذکرِ الہٰی و یادِ الہٰی سے انسان کے دل میں صفائی پیدا ہوتی ہے اور اُسے یہ کل عالم، اور مخلوقات میں اُسی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ خالق و خلقت سے پیار پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ پیار دل کو ایک مندر بنا دیتا ہے جہاں خود غرضی کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا۔ ظاہرہ لباس یا دنیوی علوم منزلِ حقیقی کے نشان دہی سے قاصر ہیں۔ یادِ الہٰی (سمرن) ہی ایک واحد وسیلہ ہے جو انسان کے دل سے خودی مٹا کر خود شناسی کی حالت پیدا کرتی ہے۔ خود شناسی ہی خدا شناسی ہے۔ اس طرح سالک خودی مٹا کر فنا فی اللہ ہو جاتا ہے۔

خوفِ خدا اور ذکرِ ذاتِ کریم منزلِ الہٰی کو صاف دکھا دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ منزل اُمید اور خوف کے درمیان صاف دکھائی دیتی ہے ؎

منزلِ وصلِ یار ہے پیدا　　درمیانِ حدودِ بیم و رجا　(حسرت)

جب ہم یاد کریں گے وہ ہمیں بھی یاد کرے گا۔ اس یادِ الہٰی سے انسان کے دل میں پیار کا طوفان برپا ہو جاتا ہے۔ قادر و قدرت کے لئے پیار کی لہریں اُٹھتی ہیں۔ سب خلقت میں اُسی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ پھر ہماری یاد کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ بھی ہماری یاد میں محو ہو جاتا ہے ؎

باغِ بہشت سے مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں
کارِ جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر (اقبال)

مذکورہ بالا اوصافِ حمیدہ اُسی حالت میں انسان اختیار کرتا ہے جب وہ لطف و کرم کی نظر ڈالتا ہے۔ نتیجہ کے طور پر انسان پستی کی حالت سے اُٹھ کر عرشی بلندیوں کی طرف پرواز کرتا ہے۔ دل شعلۂ عشق سے پُر نور ہوتا ہے اور اُسے مقصدِ حیات سے آگاہی ہوتی ہے۔ اپنے فرائض سے روشناس ہوتا ہے۔

تو اگر روشناسِ ذات نہیں
اور کچھ مقصدِ حیات نہیں (برق دہلوی)

حالتِ جہالت و خودی میں انسان تنگ دل و تنگ نظر ہوتا ہے۔ صرف اپنے عزیز و اقارب تک ہی پیار و محبّت کو محدود رکھتا ہے۔ مگر یادِ الٰہی اس میں وسیع نظری پیدا کرتی ہے اور یہ کُل عالم اُسے جلوۂ الٰہی نظر آتا ہے۔ تمام مخلوقات اُسے اپنے عزیز و اقارب نظر آتے ہیں وہ اس پیار کے بحرِ ذخار میں کچھ اس طرح غرق ہوتا ہے کہ ذاتی خواہشات اور خود غرضی مِٹ جاتی ہیں اور وہ شریعت طریقت۔ حقیقت اور معرفت کی منزلوں سے گذرتا ہوا، خودی کو ترک کر کے فنا فی اللہ ہو جاتا ہے۔ جیسے ایک قطرہ بحر میں مِل کر سمندر ہو جاتا ہے۔ بعینہ سالک پر جب حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے تو درج ذیل منظر کا نقشہ اُس کی آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے

در حقیقت دِگرے نیست خدائیم ہمہ
لیکن از گردش یک نقطہ جدائیم ہمہ
قطرہ جگر نیست کہ از بحر جدائیم ہمہ
بحر ہر قطرہ بخندید کہ مائیم ہمہ

روزد خورشید صفتِ عین ضیائیم ہمہ　　چوں تواں گُفت کہ از خویش جدائیم ہمہ
گفتن ما و شما نیست بتوحید روا　　ماچو ظاہر زشما نیم شمائیم ہمہ

بُلھے شاہ ؂ رانجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی
سدّو نی مینوں دھیندو رانجھا ہیر نہ آکھو کوئی

محض درویشی لباس اُسے حقیقی منزل تک نہیں پہنچا سکتا جب تک کہ باطن صاف نہ ہوگا۔ طالب حضوری چاہتا ہے تو اُسے ریاضت وعبادت کی کٹھالی میں پڑکر میل دُور کرکے کندن بننا ہوگا۔ تحمل و برداشت کے سہاگا سے اس سونے کو چمک پیدا کرنی ہوگی۔ عیش و آرام اور خود غرضی کی دُنیا کو برباد کرکے پیار و محبّت کی ایک نئی دنیا بسانی ہوگی۔

بابا نانک نسلی امتیاز کے خلاف تھے کچھ عُلما نے یہ بھی کہا ہے کہ انسان اپنی سرشت کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا ؂

درختی کہ تلخ است وے را سرشت　　گرش بر نشانی بہ باغِ بہشت
ور از جوئے خُلدش بہنگام آب　　بہ بیخ انگبیں ریزی وشہد ناب
سرِ انجام گو ہر بہ کار آورد　　ہماں میوۂ تلخ بار آورد (فردوسی)

مگر بابا نانک کا عقیدہ ہے کہ ایک بد اعمال بھی اگر نیک صحبت میں آجائے تو یاد الہٰی کی پیوند سے تلخ درخت بھی میٹھے پھل دے سکتا ہے۔ اللہ کا ذکر اور اُس کا اسم اعظم وہ تاثیر رکھتا ہے کہ انسان کے دل کی میل اُتر جاتی ہے اور وہ خود خُدا ہو جاتا ہے ؂

دِل کے پردوں میں دیکھ جلوۂ طور　　برقِ ایمن ہے تو سراپا نور

ہمہ تن اپنی ذات میں مسرور　　تو ہی ناظر ہے تو ہی ہے منظور
دونوں عالم میں جلوہ گر تو ہے　　ڈھونڈتی ہے جسے نظر تو ہے

نام کی وجہ تسمیہ

اس کلام پاک کے شروع میں بابا نانک نے اونکار کی تعریف کی ہے جو وحدت سے کثرت میں نمایاں ہے۔ اُس ذات کریم سے وصل اُسی حالت میں حاصل ہوتا ہے جب انسان خودی اور دوئی کو دِل سے مٹا دے۔ اِس حقیقت کا انکشاف مُرشد کامل کر سکتا ہے اور اُس کی زیرِ ہدایت طالب ذکر الٰہی یا وِرد الٰہی (سمرن یا جپ) میں مصروف ہوتا ہے تب یہ دُنیا اور اِس کی حقیقت کا راز اُس پر کھُل جاتا ہے۔ ہمہ اوست کا منظر پیدا ہوتا ہے۔ ذرہ ذرہ میں الٰہی جلوہ نظر آتا ہے۔ اور یہ سب کچھ "جپ" سے حاصل ہوتا ہے۔ بنابرایں اس مقدس کلام کو "جپ" نام سے موسوم کیا۔

صنفِ سُخن

عہدِ قدیم سے شعرا اِس ڈگر پر چلے آرہے ہیں کہ اول حمد و ثنا (ہندی میں منگلا چرن) لکھی جاتی ہے۔ اللہ کے اوصافِ حمیدہ اور صفاتِ ربانی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ کلام کے خاتمہ پر شاعر یا مصنّف ذاتِ کریم کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ اور برکت کے لئے دُعا کرتا ہے اور اپنے کلام کا خُلاصہ ایک یا دو شعروں میں واضح کر دیتا ہے۔

بابا نانک نے "جپ" جی کے شروع اور اختتام پر وہی پُرانا طریقہ استعمال کیا ہے۔ اس کلام پاک میں کل ۳۸ پوڑیاں (بند) ہیں۔ پہلے بند میں مقصدِ حیات کی اہمیت کی نشان دہی کی ہے۔ جزو اور کُل کے درمیان جو ایک وسیع خلیج حائل ہو گئی ہے وہ کس طرح دور کی جا سکتی ہے تاکہ یہ قطرہ جو اپنے منبع و مبدا سے جُدا ہو گیا ہے اُس بحرِ بے کراں میں اپنی ذات کو فنا کر کے محیطِ بے کراں بن جائے۔

اقبالؔ

تو ہے محیطِ بیکراں میں ہوں ذرا سی آبِ جو — یا مجھے ہم کنار کر یا مجھے بے کنار کر

اس بحث کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اپنے خیالات و جذبات اور تجربات کا اظہار کیا ہے۔ ۳۸ بندوں کو ایک عظیم فنی تعمیری اکائی کی حیثیت حاصل ہے۔ اِن کے علاوہ دو شلوک بھی ہیں۔ ایک ابتدا میں اور ایک آخر میں شلوک لکھا گیا ہے۔ ابتدائی شلوک میں اپنے حقیقی محبوب کے اوصاف بیان کرتے ہیں جو دائمی ہے اور پیدائش و موت سے بالاتر ہے۔ آخری شلوک میں کل مضمون کا خلاصہ پیش کیا ہے۔

جپ جی کا کلامِ پاک کب لکھا گیا؟

کچھ مورّخین و علما کی رائے میں یہ مقدّس کلام سِدھوں کو پند و نصائح دینے کے لئے موزوں کیا تھا۔ دیگر عُلما کا خیال ہے کہ یہ کلام لہنا جی کی خاطر لکھا گیا تھا۔ بہت سے مترجم یہ فرض کر لیتے ہیں کہ کسی طالب رہ حق نے گورو صاحب سے بالترتیب سوالات کئے ہیں اور بابا نانک نے جوابات کی شکل میں اشعار موزوں

کیے ہیں۔

"پُراتن" جنم ساکھی کا مصنّف لکھتا ہے کہ جب گورو جی نے وئیں میں غوطہ لگایا اور دربارِ الٰہی میں حاضر ہوئے تو اُس ذاتِ کریم کے حکم سے حکم الٰہی کی تشریح کی۔ ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ نے ایک مخطوطہ کا حوالہ دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ "جپ جی" کا کلام پاک آخری عمر میں موزوں کیا گیا تھا۔ آپ نے گورو انگند کے حوالے اپنا تمام کلام کیا جس میں سے گورو انگند دیو جی نے چھانٹ کر "جپ جی" کو ترتیب دیا۔

ہمارا قیاس ہے کہ یہ کلام خلوت میں سکونِ قلب سے زندگی کے آخری حصہ میں لکھا گیا ہوگا کیوں کہ اس میں بابا نانک کے تجرباتِ زندگی کا عطر ہے۔ وجد کی حالت میں بابا صاحب اپنی مبارک زبان سے نغماتِ الٰہی گانا شروع کر دیتے تھے اور بعد ازاں اُن کو قلم بند کر لیتے تھے۔ جب آپ سیر و سیاحت سے فارغ ہو کر، ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پیغامِ الٰہی پہنچا کر کرتار پور میں کھیتی باڑی کے کام میں مصروف ہوئے اور انگند جی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی خدمات سے بابا جی کے دل میں ایک خاص مقام و عزّت حاصل کر چکے تو گورو صاحب نے لہنا جی کو گورگدّی کا مستحق دیکھ کر اپنا ادبی خزانہ بطور تحفہ پیش کیا۔ انگند جی نے اُس تمام کلام سے انتخاب کر کے ۳۸ پوڑیاں اور دو شلوک کو ترتیب دے کر "جپ جی" نام سے اس کلام پاک کو موسوم کیا۔

اگر ہم تحقیقی و تدقیقی نظر سے اس کا مطالعہ کریں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی دفعہ موزوں نہیں کیا گیا۔ جب آپ نے سِدھوں کو ظاہرہ لباس پہنے

دیکھا تو آپ عوام کو آگاہ کرتے ہیں کہ درویشی لباس سے نجات حاصل نہیں ہو سکتی - باطنی صفائی کا ہونا لازمی ہے - اسی طرح دیگر پوڑیوں کو تصور کرنا چاہیئے - جپ صاحب میں آپ نے فارسی اور عربی زبانوں کے الفاظ بھی استعمال کئے ہیں اور بعض جگہ کھڑی بولی (ہندی اور اُردو) کی علامات کی تصویر بھی مل جاتی ہے - اسے دیکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ بابا نانک کے عہد میں کھڑی بولی ارتقائی منازل طے کر رہی تھی -

پوڑیوں کی سلسلہ وار تفصیل

شلوک :- اس میں حمد الہٰی ہے اور اللہ کی وحدت اور اوصافِ مطلقہ کا ذکر ہے -

ا - پوڑی ا سے ۳ تک :

جسمانی پاکیزگی اور صفائی سے ذاتِ کریم کی معرفت حاصل نہیں ہوتی - عرفان کے لئے باطنی صفائی و تقدس اور تزکیۂ نفس کی ضرورت ہے - عبد و معبود یا جزو اور کل میں جو خلیج حائل ہو گئی ہے رضائے الہٰی کے روبرو سر تسلیم خم کرنے سے دُور ہو جاتی ہے - یہ اصول ازل سے ہی چلا آ رہا ہے -

کُل عالم، قدرت، مخلوقات اور فرشتگان وغیرہ حکم الہٰی کے زیر باقاعدہ اور یکساں حالت میں، کام کر رہے ہیں اُس کے حکم سے باہر کوئی شے نہیں ہے - جس ربی طاقت سے دو جہاں کا نظام قائم ہے انسانی عقل و فکر سے باہر ہے قلم اُس کا بیان کرنے سے قاصر ہے ؎

مقدور ہمیں کب تیرے وصفوں کے رقم کا حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

اِس مسندِ عزّت پہ کہ تو جلوہ نما ہے کیا تاب گذر ہووے تعقل کے قدم کا

(میر درد)

ایضاً

چناں آفریدی زمین و زماں ہماں گردشِ انجم و آسماں
کہ چندانکہ اندیشہ گردد بلند سرِ خود بروں نادرد زیں کمند

(نظامی گنجوی)

جب سالک حکم اور رضائے خدا پر عمل پیرا ہو جاتا ہے تو اُس کی خودی مِٹ جاتی ہے۔ عارفوں، عالموں اور عابدوں نے خدا کے مختلف اوصاف حمیدہ اور کارخانۂ دُنیا کے سِلسلہ کو دیکھ کر ذاتی عقل کے سہارے قوتِ الٰہی کا اندازہ کیا ہے۔ مگر آج تک کوئی بھی صحیح اندازہ نہیں لگا سکا کیوں کہ وہ لامحدود و لا انتہا ہے۔ قدرت قادر کچھ ایسے رنگ و ڈھنگ سے نظامِ عالم کو چلا رہی ہے کہ متعدد مشکلات اور اُلجھنوں کی موجودگی میں ذاتِ کریم کو کسی قسم کی پریشانی یا تکان محسوس نہیں ہوتی۔ بے شمار نعمتیں خلقت کو ذاتِ الٰہی سے بخشی جا رہی ہیں۔ نعمتیں حاصل کرنے والے تھک گئے، مگر اُس کے خزائن میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی۔

چناں برکشیدی و بستی نگار کہ زاں نیارد خِرد در شمار
مہندس بسی جو ید از رازِ شاں ندا ند کہ چوں کردی آغازِ شاں
نہ خلوت بُدی کافرینش نہ بود نہ چوں کردہ شُد بر تو زحمت فزود

(نظامی)

ب - ۴ سے ۷ تک :

نمائشی سخاوت، خود غرضی پر مبنی نیک اعمال عبد و معبود کے رشتہ کو استوار نہیں کرتے اور نہ ہی اُس دوری کو دور کر سکتے ہیں جو سالک اور محبوبِ حقیقی میں حائل ہے۔ کیوں کہ تمام دولتیں اور نعمتیں اللہ کی ہی بخشی ہوئی ہیں۔ اُسے صرف پیار و محبت کی زبان سے بُلایا جا سکتا ہے۔ جو انسان صبح اُٹھ کر ذکرِ الٰہی میں مصروف ہوتا ہے اُسے یادِ الٰہی کی برکت سے پیار کا جذبہ نصیب ہوتا ہے۔ عشقِ الٰہی دل کی آنکھیں وا کر دیتا ہے اور اُس طالب کو ذرّہ ذرّہ میں نورِ الٰہی کی ضیا نظر آتی ہے۔

دلِ انسان میں تابِ شعلۂ عشق — حُسنِ مُطلق کی روئے حق میں ضیا
پردۂ عشق و حُسن میں ہے وہی — الغرض نورِ ارض و نورِ سما
پھر نہ کیوں وصلِ حُسن و عشق سے ہو — نورِ بالائے نور جلوہ نما (حسرتؔ)

جو انسان قادر و قدرت کے پیار کو دل میں جگہ دیتا ہے۔ وہ دل دائمی سکون و شانتی سے پُر ہو جاتا ہے۔ اور وہ عبادت و ریاضت کا عادی ہو جاتا ہے۔ یہ جذبۂ عشق مرشد کی خدمت سے حاصل ہوتا ہے ایک ہی نظر سے مُرشد مُرید کو کامل بنا دیتا ہے جو ہر جگہ خالق کا نظارہ دیکھتا ہے۔ مُرشد ہی خودی کو مٹا کر وصلِ حقیقی سے لُطف اندوز ہوتا ہے بنا بریں مُرشد کی پناہ لینی چاہئے۔ مُرشد طالب کے دل میں عشق کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور عشق منزلِ حقیقی تک پہنچا دیتا ہے ؎

کچھ بھی شہرِ وصال دُور نہیں — جذبہ شوق ہو جو راہ نما
شوق کی ایک نظر میں وہ ہوئے سب کامل — جن پر برسوں نہ ہوئی صدق و وفا کی تاثیر

(حسرتؔ)

باطنی صفائی کے بغیر مقدّس مقامات کی زیارت وحج اور تیرتھوں کی یاترا جذبہ عشق کو پیدا کرنے میں قاصر ہے اور نہ ہی یہ ذریعہ منزل مقصود تک پہنچنے کا ہے۔
جس طالبِ حق پر اُس کی نظرِ مہر پڑتی ہے وہ مُرشد کی ہدایت پر عمل کرتا ہوا الٰہی رنگ میں محو ہو جاتا ہے۔ اُس کا تخیل وعقل زمین کی پستیوں سے بُلند ہو کر عرشی مقامات کی سیر کرتی ہے۔

اگر کوئی انسان عمرِ دراز "پرانایام" کے عمل سے حاصل کرے دنیوی دولتوں سے مالامال ہو جائے، تختِ شاہی پر متمکن ہو، ہزارہا لوگ اُس کے اشارے پر عمل کرتے ہوں مگر عبادت و یادِ الٰہی سے خالی ہو تو اُس پر رحمت کی نظر نہ پڑے گی بلکہ نظرِ الٰہی میں وہ مغرور انسان ایک معمولی سا کیڑا ہے دربارِ الٰہی میں وہ بے وقعت ہے۔ عبادتِ الٰہی کا رُجحان بھی اُس کی مہربانی سے حاصل ہوتا ہے۔

ج - ۸ سے ۱۱ تک

ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ یادِ الٰہی میں مست ہو جائے۔ جن طالبوں و عارفوں کی لَو خالق سے لگ جاتی ہے اُن کا دِل روحانی مسرت سے لبریز ہو جاتا ہے۔ خُدا کی حمد وثنا کرنے سے سادہ لوح انسان بلند ترین منصب پر فائز ہوتا ہے اور یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ہر جگہ اُسی کا جلوہ ہے ؎

مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بُت خانہ تھا
ہم سبھی مہمان تھے واں اک تو ہی صاحب خانہ تھا

زمین و آسمان اُسی کے سہارے قائم ہیں۔ آخر عبادت کا یہ اثر ہوتا ہے کہ موت کا خوف بھی مِٹ جاتا ہے۔ الٰہی رنگ کے پیدا ہوتے ہی انسان نفس امارہ

کی قید کی زنجیروں کو توڑ کر حمد الٰہی میں مصروف ہو جاتا ہے اور اُسے معلوم ہوتا کہ وہ قوت شہوی اور حواس خمسہ کے دامِ فریب میں پھنس کر اصلیت سے کِتنا دور ہو چکا تھا۔

پہنچا جو آپ کو تو میں پہنچا خُدا کے تئیں   معلوم اب ہوا کہ بہت میں بھی دُور تھا

(میر تقی میر)

خود شناسی ہوتے ہی اُس پر اسرارِ الٰہی کھُل جاتے ہیں اور وہ فاصلے جو جزو اور کُل کے درمیان حائل ہو چکے تھے مِٹ جاتے ہیں۔ غلام بھی شہنشاہ ہو جاتا ہے۔

جب عِشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی   کھُلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی

(اقبال)

مقدّس کتب کا مطالعہ اُسی حالت میں انسان پر علم کے دروازے کھولتا ہے جب وہ یاد الٰہی میں مصروف ہو۔ عبادت، ریاضت اور جذبۂ عشق وسیع دلی اور وسیع نظری پیدا کرتے ہیں۔ خالق و خلقت میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ خدمت خلق ہی شیوۂ عبادت بن جاتا ہے۔ دِلِ انسان پیار سے لبریز ہو جاتا ہے۔ سکونِ قلب کے ساتھ روحانی مستی میں طالب جھُوم اُٹھتا ہے۔ دنیوی نشے ہیچ معلوم ہوتے ہیں ؎

نفس موجِ محیط بے خودی ہے

تغافل ہائے ساقی کا گِلا کیا   (غالب)

عشقِ الٰہی سے اِس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ دنیا ایک بحرِ بے کراں ہے۔ جس میں انسان کی کشتئ عمر رواں ہے۔ وہ اندھوں کی طرح ہاتھ پاؤں مارتا ہے مگر گذارہ دکھائی نہیں دیتا۔ عمر ختم ہو جاتی ہے اور وہ غرق ہو جاتا ہے۔ جس پر اُس کی نظرِ مہر ہو وہ رہِ حق پر گامزن ہوتا ہے اور منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے ؎

اے ذوق اِس بحرِ فنا میں کشتیِ عمرِ رواں ۔۔۔ جس جگہ پہ جا لگی وہی کنارہ ہوگیا

(ذوقؔ)

د۔ ۱۲ سے ۱۵ تک

قدرت (مایہ) کا اثر قادر پر نہیں ہوتا۔ جس دل میں عشقِ حقیقی کا سوتا بہہ نکلتا ہے پھر وہ انسان بھی قدرت (مایہ) کے اثر سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ اور دُنیوی عیش سے کنارا کشی اختیار کرلیتا ہے۔ الٰہی عشق کا دیوانہ اخلاقی منزلوں کو طے کرتا ہوا ایک ایسی بلندی پر پہنچ جاتا ہے جس کا بیان کرنے سے زبان اور لکھنے سے قلم قاصر ہیں۔ دونوں جہانوں کی پریشانیوں سے وہ فارغ ہوجاتا ہے۔

صد شکر غمِ ہر دو جہاں سے ہے وہ فارغ ۔۔۔ جو دل ہے تیرے تیری محبت کا نشانا

(حسرتؔ)

عشقِ حقیقی کی برکت سے دلِ انسان میں نور کا ظہور ہوتا ہے۔ دل کی آنکھیں کھُل جاتی ہیں۔ ایک ایک ذرہ میں الٰہی جلوہ نظر آتا ہے۔ نفسِ امارہ اور قوت شہوانی پر وہ انسان غالب آتا ہے۔ خوفِ اجل بھی اُسے ستا نہیں سکتا۔

یادِ الٰہی سے عشق میں اضافہ ہوتا ہے۔ انسان دنیوی محبت کو ترک کرکے شریعت کی منزل کو طے کرکے رہِ طریقت پر گامزن ہوجاتا ہے۔ جذبہِ عشق کی رہنمائی میں ہر مصیبت کا مقابلہ کرتا ہوا ہر رُکاوٹ پر عبور حاصل کرتا ہوا وہ منزلِ مقصود کی طرف بڑھتا جاتا ہے۔ دنیوی عیش و آرام، جاہ و حشم کے دام فریب سالک کو بھولے پنچھی کی طرح پھنسا نہیں سکتے۔ وہ غلامی کی زنجیروں کو توڑ دیتا ہے اور عبد و معبود کے درمیانی خلیج کو عبور کرکے قرب حاصل کرتا ہے۔ اس قسم کا طالب خدا کیلا ہی نجات

نہیں پاتا بلکہ اپنے عزیز و اقارب کو بھی پستی سے اُٹھا کر بلندی تک پہنچاتا ہے۔ یہ سب برکتیں مُرشد سے حاصل ہوتی ہیں۔ جسے مُرشد کی بدولت ذاتِ الٰہی سے پریم ہو گیا پھر وہ اُسے چھوڑ کر کسی دوسرے کی رغبت میں نہیں پھنستا۔

س ۔ ۱۶ سے ۱۹ تک

وہ انسان بہت ہی خوش قسمت ہیں جنھوں نے مُرشد کی دکھائی رہ کو اختیار کیا ہے اور ہدایتِ مُرشد ہی جن کا مطمعِ نظر ہے۔ جو سالک ہمیشہ اُس کی یاد میں محو رہتے ہیں اُن کے دل میں پیار کا چشمہ پھُوٹ نکلتا ہے اور وہ رضائے الٰہی کو مقدم سمجھ کر اپنی رضا کو اُس میں ضم کر دیتے ہیں۔ گو رضائے الٰہی پر چلنا بہت مشکل ہے لیکن اُس کے پیار کے بندے اس مشکل مرحلہ کو بھی طے کر لیتے ہیں ؎

سخت ہے عشق میں مقامِ رضا ہم سے بھی طے یہ مرحلہ نہ ہوا (حسرتؔ)

رضائے الٰہی اُن کی زندگی کا سہارا بن جاتی ہے اُن کے دِل حرص و آز سے خالی ہو کر صبر و قناعت کی دولت سے مالامال ہو جاتے ہیں۔ عبادت انسان کی اخلاقی قوت کو استوار کرتی ہے اور وہ دنیاداروں کے روبرو ہاتھ پھیلانا عار خیال کرتا ہے اور دُعا کرتا ہے کہ یا اللہ مجھے بھلا بُرا جو بھی نصیب ہو تیرے دربار سے حاصل ہو، دُنیاداروں کے سامنے مجھے شرمسار نہ کیجئے گا۔

مکن تکیہ بر مُلک و فرماں دہی کہ ناگہ چو فرماں رسد جاں دہی

عارفوں اور عالموں نے ذاتِ الٰہی اور اُس کے پیدا کئے ہوئے عالم کے متعلق بہت سے اندازے لگائے۔ مگر سب غلط ثابت ہوئے مثلاً کسی عالم نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ زمین کو کسی بیل نے اُٹھایا ہوا ہے ؎

جوشِ روئیدگی خاک سے کچھ دُور نہیں   شاخ میں گاؤ زمین کے بھی جو پھوٹے کونپل

(سودا)

بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر بیل نے زمین سر پر اُٹھائی ہوئی ہے تو اُس کے پاؤں تلے کوئی دوسری زمین ہوگی اور یہ سلسلہ پھر ختم ہی نہیں ہوگا۔ یہ زمین قوت الٰہی کے سہارے کھڑی ہے۔ قدرت الٰہی کا سمجھنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ ہمارا کام تو سرِ تسلیم خم کرنا ہے اُس کے کاموں میں دخل اندازی کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے اور نہ ہی یہ مقصدِ حیات ہے۔

زباں تازہ کردن بہ اقرارِ تو   نینگختن علت از کارِ تو (نظامی)

اگر کوئی عارف یہ اندازہ لگانا چاہے کہ دُنیا میں کتنے خدا رسیدہ صوفیائے کرام، عابد، زاہد ہو گزرے ہیں تو وہ اُن کا شمار نہیں کر سکے گا اور نہ ہی چوروں، ڈاکوؤں اور رہزنوں و بداعمال کی گنتی کر سکے گا کیوں کہ نہ معلوم اس عالم کا وجود کب ہوا اور کتنی مخلوقات پیدا ہو چکی اور کتنے لوگ اس خاک میں مل چکے ہیں ؎

سب کہاں؟ کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں   خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

(غالب)

بے شمار انسان بدیوں کے دام فریب میں پھنسے چلے آ رہے ہیں۔ نہ معلوم کتنے عوالم خدا پیدا کر چکا ہے۔ اور کتنی بے شمار خلقت اِس میں پیدا کی گئی ہوگی۔ انسانوں کی زبانوں اور بولیوں میں ایک بھی ایسا لفظ نہیں جو اس راز کا انکشاف و بیان کر سکے۔ بولی یا زبان بھی ایک الٰہی دین ہے جو محض حمد و ثنا کا ذریعہ بنائی جا سکتی ہے لیکن اِس کے ذریعہ اُس کی انتہا نہیں پائی جا سکتی۔ کیوں کہ وہ خود لامحدود اور

لاانتہا ہے اور اُس کی قدرت بھی شمار سے بالاتر ہے۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں　　ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

(اقبال)

اندازے وقیاسات محض طفلِ تسلی ہیں۔ اگر دل کی آنکھ کھول کر دیکھا جائے تو ہر جگہ اُسی کا جلوہ نظر آئے گا۔

پناہِ بلندی و پستی توئی　　ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی (نظامی)

کون ہے ایسا مائی کا لال جو بتا سکے کہ قادر اور اُس کی قدرت کتنے بڑے ہیں؟

۲۰ سے ۲۷ تک

قدرت کے دام فریب میں پھنس کر انسان بدیوں اور گناہوں کا شکار بن جاتا ہے اور اس کی عقل میلی ہو جاتی ہے۔ یہ میل اسے اصل سے دور لے جاتا ہے۔ اور انسان گوناگوں مصائب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ میل ذکر الٰہی (سمرن) الٰہی سے دھویا جا سکتا ہے۔ جو انسان وِرد اور وظیفہ عبادت و ریاضت میں منہمک ہو گیا اُس کے دل میں پیار کا جذبہ پیدا ہو جائے گا۔ اُس کی روح اور ہر میل سے صاف ہو جائیں گے مگر ریاضت و عبادت بھی اُسی کے رحم و کرم سے حاصل ہوتی ہے۔

عبادت کی برکت سے انسان یہ نہیں بتا سکتا کہ عالم کب اور کیسے وجود میں آیا۔ پنڈت یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ عالم کی تاریخ پیدائش کون سی ہے کیونکہ وید۔ اُپنشد برہمن اور پران وغیرہ اس راز سے آگاہ نہیں ہیں اور وہی قاضی،

مفتی اور فقہا عالم کے اِس راز کا انکشاف کر سکتے ہیں کیوں کہ اُن کی مقدّس کتب بھی اِن اسرار الٰہی کو بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ کیوں کہ خالق و خلقت لاانتہا ہے۔ قادر و قدرت کی وسعت انسانی نظر سے بالاتر ہے۔

مہندس لبسی جوید از رازِ شان	نداند کہ چوں کردی آغازِ شاں
حسابی کزیں بہ گزرد گمرہی ست	ز رازِ تو اندیشہ بے آگہی ست

(نظامی)

قادر و قدرت کے شمار کے لئے اگر ہزارہا یا لاکھوں کے ہندسے استعمال کئے جائیں تو بے کار ہیں کیوں کہ شمار کرتے کرتے عددِ و ہندسے ختم ہو جاتے ہیں۔ بنابرایں بندگی یا عبادت سے اُس کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ مگر یہ کہنا کہ عبادت کا کوئی فائدہ نہیں غلطی ہے کیوں کہ بندگی کی برکت سے انسان پستی سے اُٹھ کر اخلاقی بلندی کو حاصل کرتا ہے اور دُنیا کی دولتیں اُس کے لئے ہیچ ہو جاتی ہیں اور وہ شاہوں کا شاہ بن جاتا ہے۔ کیوں کہ نام بعبادت کی دولت سب دنیوی دولتوں سے برتر ہے۔ بطور تمثیل سکندر و دیوجانس کلبی کا قصّہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ دیوجانس کلبی نے جب سکندر کی کوئی تعظیم و تکریم نہ کی تو اُس نے غصّہ سے کہا ؎

بہرچہ نہ کردی احترام	آخر نہ سکندر است نامم
پیر از سرِ وقت بانگ برزد	گفت ایں ہمہ نیم جو نیرزد
نی پشت نہ روئی عالمی تو	یک دانہ زکشتِ آدمی تو
دو بندہ من حرص و آزند	بر تو ہمہ روز سرفرازند
با من چہ برابری کنی تو	چوں بندۂ بندۂ منی تو

(میر حسینی)

بس اب نتیجہ یہ اخذ ہوا کہ خالق بے شمار صفات رکھتا ہے۔ اُس کا پیدا شدہ عالم بھی لا انتہا ہے۔ جس وقت دِل کی آنکھیں کھُلتی ہیں تو وہ بہت بڑا دِکھائی دیتا ہے۔ جتنی زیادہ نظر آگے بڑھتی ہے اُتنا ہی وہ اور وسیع تر دکھائی دیتا ہے۔ قصّہ مختصر قادر کی بزرگی اور وُسعت کو کوئی بھی بیان نہیں کر سکتا۔

الٰہی جاہ و جلال کا بیان کرنا تو درکنار اُس کی بخششوں اور عنایتوں کا بھی شمار نہیں کیا جا سکتا ؎

لُطف و عطائے یار کی عام ہیں بسکہ شہرتیں　　قلبِ گناہگار میں نام نہیں ہراس کا

(حسرتؔ)

دُنیا میں گدا سے لے کر شاہ تک کو وہ ذاتِ کریم اپنی عنایتوں اور بخششوں سے مالا مال کرتی ہے۔ سب اُسی کے دربار کے گداگر ہیں۔ جب سے دُنیا پیدا ہوئی تب سے متواتر اُس کی بخششوں کا سلسلہ جاری ہے۔ مانگنے والے بخششوں کو حاصل کرتے کرتے تھک جاتے ہیں مگر اُس کے خزانے میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

انسان کی جہالت و غفلت کا اندازہ لگائیے کہ یہ الٰہی بخششوں کو حاصل کرتا ہے اور ایک دفعہ شکر بھی نہیں کرتا بلکہ بداعمالی اور نفسِ امارہ و قوتِ شہوی اور حواسِ خمسہ کا شکار ہو کر اپنے خالق کو بھُول جاتا ہے۔ اور بے شمار مصیبتوں میں پھنس جاتا ہے۔ اگر نظرِ تحقیق سے دیکھا جائے تو یہ مصیبتیں بھی اُس کی عنایت ہی ہیں۔ کیوں کہ ان تکلیفوں کی کُٹھالی میں ڈھل کر انسان انسانیت کو حاصل کرتا ہے اور رضائے الٰہی پر چلنا سیکھتا ہے۔ حمد و ثنا میں مصروف

ہوتا ہے۔ حمدِ الٰہی تمام نعمتوں سے بہترین ہے جسے اُس نے مصائب کے ذریعہ ہی حاصل کیا ہوتا ہے۔

رنگ لاتی ہے حنا پتھر پر گھِس جانے کے بعد (نامعلوم)

اِس جہان فانی میں بے شمار عُلما و فُضلا ہو گذرے ہیں اور آئندہ پیدا ہوتے رہیں گے مگر اُس بحرِ بے کراں کی صفات کو کوئی احاطہ تحریر میں نہ لا سکے گا۔ وہ کتنا بزرگ ہے اُس کی سخاوتیں، بخششیں، رحم و کرم کتنے بڑے ہیں یہ کوئی نہیں بتا سکتا۔ درحقیقت جتنا وہ خود بڑا ہے اُتنے ہی بڑے اُس کے کام ہیں۔ اِس راز کو بھی وہی خود جانتا ہے۔ انسانی عقل اور فکر میں وہ نہیں آسکتا۔

پژوہندہ را یاوہ زان شد کلید | کز اندازۂ خویشتن در تو دید
کسی کز تو در تو نظارہ کند | ورقہا بیہودہ پارہ کند
نشاید ترا جز بتو یافتن | عناں باید از ہر دری تافتن
نظر تا باینجاست منزل شناس | زیں بگذری در دِل آید ہراس
سپردم بتو مایۂ خویش را | تو دانی حسابِ کم و بیش را

(نظامی)

وہ انسان، فریبی، مکّار اور کمینہ ہے جو اُس کے اوصاف اور بخششوں کے اندازہ لگانے کا دعویٰ کرتا ہے۔

گوناگوں، انواع و اقسام اور مختلف اجناس (جمادات، نباتات اور حیوانات) کی یہ لاانتہا خلقت کو خالق نے پیدا کیا اور اِس کی پرورش بھی وہ خود کر رہا ہے۔ کیوں کہ صرف اُسی کی ہستی ہے جو ازل سے پہلے تھی اور ابد کے

بعد ہوگی اور ہمیشہ رہے گی اُس کا جاہ وجلال بھی ہمیشہ قائم رہے گا۔

زتست اولیں نقش را سر گذشت　　　　بہ تُست آخریں حرف را بازگشت

(نظامی)

دُنیا میں کون ایسا عارف صادق ہے جو یہ دم مار سکے کہ اللہ فلاں جگہ جلوہ افروز ہو کر نظامِ سلطنت چلا رہا ہے اور مخلوقات کی پرورش کر رہا ہے۔ انسانی عقل اس قسم کا دعویٰ کر ہی نہیں سکتی۔ حق بات تو یہ ہے کہ انسان رضائے الٰہی کے روبرو سرِ تسلیم خم کرے۔ یہی ایک واحد وسیلہ ہے جو جزو اور کُل میں وصل پیدا کر کے ایک جان بنا دیتا ہے۔ خود شناسی ہی مقصدِ حیات ہے۔ باد، آب، خاک آتش اور خلا وغیرہ اُس کے حُکم کے تحت اپنے فرائض ادا کر رہے ہیں اور اُن کا یہ سلسلہ ایک ہی رفتار سے چلا آ رہا ہے۔

ص ۲۸ سے ۳۳ تک

ذکرِ الٰہی ہماری زندگی کا اصلی مقصد ہے۔ رضائے الٰہی کا مرحلہ طے کرنا فنا فی اللہ ہو جانا ہے۔ ظاہرہ درویشی لباس نجات کا ذریعہ نہیں ہے۔ یادِ الٰہی صبر و قناعت کی دولت بخشے گی اور انسان حق حلال کی کمائی کرنا سیکھے گا۔ اگر موت کو یاد رکھا جائے گا تو انسان بدیوں سے احتراز کرے گا۔ خُدا کی ہستی میں اعتقاد رکھنے سے وحدت ہی کثرت میں نمایاں دکھائی دے گی اور ہر جگہ تجلّیاتِ الٰہی کا منظر پیش ہوگا۔

عبادت کی برکت سے اِس راز کا انکشاف ہوگا کہ ہر جگہ الٰہی نور سے بھر پور ہے۔

تھا مستعار حُسن سے اِس کے جو نور تھا　　　　خورشید میں بھی اُس ہی کا ذرّہ ظہور تھا۔

(میر)

اللہ کی مرضی سے مخلوقات دُنیا میں پیدا ہوتی ہے اور پھر نیست ہو جاتی ہے۔ انسان کے دِل میں جذبۂ شوق پیدا ہوتا ہے اور وہ پیار کی دُنیا میں داخل ہوتا ہے اور نجات حاصل کرتا ہے۔ مگر جوگ کے ذریعہ کراماتوں کو حاصل کر کے یہ سمجھنا کہ مقصدِ حیات کو حاصل کر لیا ہے ایک نادانی ہے۔ کیوں کہ کراماتیں گمراہ کُن ہوتی ہیں اور انسان کو تکبّر و خودی کے گڑھے میں دھکیل دیتی ہیں۔

طالب جتنا زیادہ یادِ الٰہی میں محو ہوتا ہے اُتنا ہی اُس کا دِل دنیاوی عیش و آرام سے دور رہوتا جاتا ہے کیوں کہ دنیاوی خیالات اُسے خام نظر آتے ہیں۔ برہما، وشنو اور شیوجی ذاتِ اللہ سے کوئی جُدا ہستیئیں اُسے نظر نہیں آتیں بلکہ وہی ذاتِ اللہ جُدا جُدا ناموں سے اپنی طاقتیں پیدا کر کے نظامِ عالم کو چلاتا ہوا نظر آتا ہے گو وہ اِن آنکھوں سے نظر نہیں آتا مگر وہ ہر جگہ موجود ہے سالک اس حقیقت کا احساس کر لیتا ہے۔

نظامِ عالم اس باقاعدگی سے چل رہا ہے کہ کِسی قِسم کی رُکاوٹ اس میں پیدا نہیں ہو سکتی۔ گمراہ انسان دنیوی عیش و آرام کے حاصل کرنے کی فکر میں محو رہتا ہے۔ سالک یادِ الٰہی سے امن و سکون کی دولت حاصل کرتا ہے۔ یادِ الٰہی اُسے عرش پر پہنچاتی ہے۔ اللہ اللہ کرتا فنا فی اللہ ہو جاتا ہے۔ خودی کو ترک کرنے سے یادِ الٰہی کا زینہ منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے حاصل ہوتا ہے۔ اگر کوئی بغیر یادِ الٰہی وہاں پہنچنا چاہتا ہے تو اُس کی مثال اُس چینونٹی کی مانند ہے جو عرش پر پہنچنے کا شوق رکھتی ہو۔ عشق میں رضائے الٰہی کے مرحلہ کو طے کرنا ہی سالک کا فرضِ اولیں ہے۔ مگر یہ جذبہ وہی حاصل کرتا ہے جس پر اُس کی نظرِ مہر ہو۔

رہِ نیک یا بد کا اختیار کرنا انسان کے اختیار میں نہیں۔ جس خالق نے انسانوں کو پیدا کیا ہے وہی ان کو اپنی مرضی اور حکم کے مطابق کٹھ پتلیوں کی طرح رقص کرا رہا ہے۔

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی ۔۔۔ چاہتے ہیں سو آپ کریں ہیں ہم کو عبث بدنام کیا

(میر تقی میر)

اگر کوئی رہ نیک پر گامزن ہو کر عبادتِ الٰہی میں مشغول ہے تو یہ اُس کی مہربانی ہے۔ اگر کوئی گمراہ ہے تو یہ بھی اُسی کی رضا ہے۔ اگر ہم گدا ہیں، مفلس ہیں تو یہ اُس اللہ کی رضا ہے۔ اگر کوئی دنیوی دولتیں حاصل کر کے مغرور ہو چکا ہے تو بھی عنایتِ ایزدی ہے۔ اگر کوئی زہد کی زندگی بسر کر رہا ہے تو یہ بھی اُسی کے حکم کے تحت ہے۔

۴۳ سے ۴۸ تک

جس انسان پر اللہ کی نظرِ کرم پڑتی ہے وہ مقصدِ حیات اور اپنے فرائض کو سمجھ لیتا ہے۔ دربارِ الٰہی میں انسان کے اعمال و افعال کی بنا پر عزت یا بے عزتی کی جاتی ہے۔ دنیوی بزرگی دربارِ الٰہی میں کوئی قیمت نہیں رکھتی۔

حقیقت شناسی وسیع دلی پیدا کرتی ہے۔ اور یہ عالم طالب کو اپنے عزیزوں کا ایک حلقہ نظر آتا ہے جس میں بے شمار پیغمبر، اولیا اور انبیا ہو گذرے ہیں۔ تنگ دلی کافور ہو جاتی ہے اور پیار کی وسیع دنیا میں سالک داخل ہو جاتا ہے۔ ہر جگہ خوشی و مسرّت نظر آتی ہے۔

تب انسان خدمتِ خلق کو عبادتِ الٰہی خیال کرتا ہے۔ انسانی زندگی اخلاقی سانچے میں ڈھل جاتی ہے۔ اور اُس کا تخیّل بلند پرواز ہو جاتا ہے اور عقل غلامی کی زنجیروں کو توڑ دیتی ہے۔ جب رحمت کا دروازہ سالک پر کھل جاتا ہے تو اُسے سب

عزیز و اقارب ہی دکھائی دیتے ہیں ۔ بے گانہ کی تمیز مٹ جاتی ہے ۔ ہر وقت رہ الٰہی راگ میں محو ہو جاتا ہے ۔ قدرت یادام قدرت کا اُس پر کوئی اثر نہیں ہوتا ۔ روحانی قدریں بڑھ جاتی ہیں ۔ شعور پستی سے بلندی کی طرف پرواز کرتا ہے ۔ قربِ اللہ حاصل ہوتا ہے ۔ اور سالک اس حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے کہ وہ لاشریک اپنی رضا سے دُنیا کے کارخانہ کو چلا رہا ہے ۔ نیک چال چلنی، تحمل اور برداشت سے انسان روحانی منصب کو حاصل کرتا ہے اور پھر اللہ کو دل میں جگہ دیتا ہے ۔ عقل تنگ نظری سے آزاد ہو کر وسیع نظر ہو جاتی ہے خلقت کے لئے دِل میں پیار کے سوتے پھوٹ پڑتے ہیں ۔ پیار ہی ایک سچّی ٹکسال ہے جہاں انسان مُرشد کی رہنمائی میں کندن کی شکل اختیار کرتا ہے ۔

شلوک : دُنیا ایک میدانِ عمل ہے ۔ شب و روز انسان کے والدین ہیں جن کی آغوش میں انسان کھیل رہا ہے ۔ انسان کی ہر کھیل کو خالق گہری نظر سے دیکھتا ہے ۔ جو لوگ دُنیا کی کھیل کے پھندے میں پھنس کر زندگی گذار گئے وہ دراصل زندگی کو ضائع کر گئے ۔ مگر جنھوں نے خدمتِ خلق اور قادر و قدرت سے پیار کے جذبہ کو پیدا کیا وہ لوگ اپنی زندگی کو کامیاب بنا گئے ۔ دراصل اُنھوں نے ہی درست طریقہ سے مقصدِ حیات کو سمجھا ہے ۔

رہنا تھا اُن کا، ہو کے رہے جو عزیزِ خلق — ہم کیا رہے کہ طبعِ جہاں پر گراں رہے

(حسرت)

جپ جی

شلوک

اِک اونکار ست نام کرتا پُرکھ نربھو نرویر
اکال مورت اجونی سے بھنگ گُرپرساد

'جپُ'

اونکار واحد ہے جو وحدت سے کثرت میں نمایاں ہے۔ جس کا نام سچا ہے۔ وہ دُنیا کا خالق ہے۔ بے خوف اور بے عداوت موت سے بالاتر۔ پیدائش سے پاک اپنی ذات پر خود قائم ہے۔ اپنے مُرشد کامل کی رحمت سے تو اُس کی یاد میں مگن ہو۔

آدِ سچ جُگادِ سچ ہے بھی سچ نانک ہوسی بھی سچ

روزِ ازل سے پیشتر بھی وہ سچّا تھا۔ روزِ ازل کو بھی وہ سچّا تھا۔ نانک فرماتے ہیں زمانہ حال میں بھی وہ سچّا ہے اور مستقبل میں بھی سچّا ہوگا۔

پوڑی - ۱

سوچے سوچ نہ ہووئی جے سوچی لکھوار

چُپے چپ نہ ہووئی جے لائے رہا لِو تار

(۱) اگر ہم لاکھوں بار اُسے سوچیں تو بھی وہ عقل و فکر میں نہیں آسکتا۔ خاموشی سے خواہ ہم بالکل چُپ ہو جائیں پھر بھی من خاموش نہیں ہوتا۔

(۲) پاکیزگی (غسل وغیرہ) سے من پاک نہیں ہو سکتا خواہ کتنا ہی اشنان کریں۔ خاموشی سے خواہ کتنا دھیان لگائیں من پھر سکون حاصل نہیں کرتا۔

بُھکھیا بُھکھ نہ اُتری جے بناں پُریاں بھار

سہس سیانپا لکھ ہوہِ تا اِک نہ چلے نال

حرص و آز کے تحت دل کا افلاس دور نہیں ہوتا خواہ کل دنیا کی دولت نصیب ہو لاکھوں دانائیاں بھی کام نہیں آتیں کیوں کہ ساتھ کچھ نہیں جاتا۔

کِو سچیارا ہوئیے کِو کوڑے تُٹے پال حُکم رجائی چلنا نانک لِکھیا نال

باطل کا پردہ کیسے چاک ہو، تاکہ ہم پاک صاف ہو جائیں۔ نانک فرماتے ہیں کہ ایسا تبھی ہو سکتا ہے اگر ہم الٰہی حکم و رضا پر چلیں۔

پوڑی - ۲

حُکمی ہووَن آکار حُکم نہ کہیا جائی حُکم ہووَن جی حُکم مِلے وڈیائی

حُکمِ الٰہی سے شکلیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اِس حُکم کا راز نہیں کھولا جا سکتا۔ الٰہی حکم سے جیو پیدا

ہوتے ہیں اور عزّت و نام پاتے ہیں۔

حُکمی اُتم نیچ حُکم لِکھ دُکھ سُکھ پائی اِہ　　اِکناں حُکمی بخشیس اِک حُکمی سدا بھوائی اِہ

الٰہی حکم کے تحت انسان عزّت و ذلّت پاتا ہے۔ حُکم کے لکھے ہوئے کے مطابق دُکھ اور سُکھ ملتا ہے۔ کِسی پر حُکم سے بخشش ہوتی اور کوئی حکم سے آواگون کے چکّر میں پھنسا ہوا ہے۔

حُکمے اندر سبھ کو باہر حُکم نہ کوئے　　نانک حُکمے جے بُجھے تاں ہومے کہے نہ کوئے

کُل عالم حکمِ خُدا کے زیر ہے حُکم سے باہر کوئی شے نہیں ہے۔ نانک فرماتے ہیں کہ جو طالب حکم کو سمجھ لیتا ہے وہ خودی اور خود غرضی ترک کر دیتا ہے۔

پوڑی - ۳

گاوے کو تانُ ہووے کِسے تانُ　　گاوے کو دات جانے نیسان

(۱) یہ کِس انسان کی تاب ہے جو قُدرتِ قادر کو بیان کر سکے۔ ربّی رحمت کو کون بیان کر سکتا ہے اور الٰہی در کے نشان سے کون واقف ہے۔

(۲) اگر خُدا نے کِسی کو عقل بخشی ہے تو وہ الٰہی طاقتوں کو بیان کرتا ہے۔ اور کوئی الٰہی رحمتوں کا ذکر اس خیال سے کرتا ہے کہ یہ بخششیں الٰہی رحمت کا نشان ہیں۔

گاوے کو گُنُ وڈِیائیا چار　　گاوے کو وِدیا وِکھم ویچار

(۱) خُدا کی عظمت، شان اور وقار کو کون گا سکتا ہے؟ خُدا کی حِکمت کو کون بیان کر سکتا ہے کیوں کہ اس کا سوچنا بہت مشکل ہے۔

(۲) کوئی صادق خُدا کے اوصافِ حمیدہ کی حمد و ثنا کر رہا ہے اور کوئی عالم عِلم کی بنا پر فلسفہ روح و اللہ کی تشریح کر رہا ہے۔

گاوے کو ساج کرے تن کھیہ   گاوے کو جیئ لے پھر دیہہ

(۱) خدا جو تن کو زینت دے کر خاک بنا دیتا ہے اُسے کون گائے۔ جو پیدا کر کے پھر مار دیتا ہے اُسے کون بیان کرے۔

(۲) کوئی انسان اس کی تعریف یوں کرتا ہے کہ اوّل جسم بخشتا ہے پھر خاک میں ملا دیتا ہے۔ کوئی اُن کی یوں تعریف کرتا ہے کہ ایک جسم سے رُوح نکال کر دوسرے جسم میں ڈال دیتا ہے (آواگون کے چکر کا وہ مالک ہے)

گاوے کو جاپے دِسے دور   گاوے کو دیکھے ہادرا ہدور

(۱) جو خدا ہمارے پاس بھی ہے اور دُور بھی اُسے کون گائے۔ جو ذات حاضر ناظر اور حضور میں ہے اُسے کون بیان کرے۔

(۲) کوئی عارف کہتا ہے "اللہ دُور دکھائی دیتا ہے" اور کوئی کہتا ہے "وہ حاضر ناظر ہے اور سب کو وہ دیکھ رہا ہے۔

کتھنا کتھی نہ آوے توٹ   کتھ کتھ کوٹی کوٹ کوٹ

(۱) اُس کی باتیں ختم نہ ہوں گی اور نہ ہی حال بیان ہو سکے گا۔ کروڑوں اوصاف کا وہ مالک ہے اگر کروڑوں مل کر بیان کریں تو بھی اُس کی شان بیان نہیں ہو سکتی۔

(۲) کروڑوں انسانوں نے بے شمار دفعہ حکم الٰہی کی تشریح و تعریف کی ہے مگر حکم کے بیان کرنے کی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی یعنی اُس کے حکم کی صحیح تصویر کوئی بھی نہیں کھینچ سکا۔

دیندا دے لیندے تھک پاہِ   جُگا جگنتر کھاہی کھاہِ

(۱) وہ داتا تو دیئے چلا جاتا ہے مگر لینے والے تھک جاتے ہیں۔ دورِ زماں

ہر کھانے والا اُسی کی نعمت کھاتا ہے۔

(۲) وہ رازق سب کو رِزق دے رہا ہے پر لینے والے تھک جاتے ہیں اور یہ مخلوقات ہمیشہ سے ربّی نعمتوں کو کھاتی چلی آ رہی ہے۔

حکمی حُکم چلائے راہُ نانک وِگسے وے پرواہُ

(۱) حاکم نے اپنے حکم سے رہ دکھائی ہے۔ نانک کہتے ہیں کہ خود وہ آنند میں رہتا ہے۔ کیسی یہ اُس بے پروائی ہے۔

(۲) خدا اپنے ربّی حُکم سے دُنیا کے کارخانہ کو چلا رہا ہے۔ اے نانک وہ پربھو ہمیشہ سے بے پروا اور مسرّت سے پُر ہے۔

پوڑی-۴

ساچا صاحبُ ساچُ نائی بھاکھیا بھاو اپار

وہ صاحب سچّا ہے اور اُس کا نام بھی سچّا ہے۔ اُس کی بولی بھی بے حد پریم سے پُر ہے۔

آکھہِ منگہِ دیہہ دیہہ دات کرے داتار پھیر کِ اگئے رکھئے جِت دِسے دربارُ

اہل عالم اُس سے مانگتے ہیں اور وہ کریم بخشش کرتا ہے۔ ہم کون سا تحفہ دربار الٰہی میں پیش کریں جس سے دیدار نصیب ہو۔

موہو کہ بولن بولئے جِت سُن دھرے پیار امرت ویلا سچ ناو وڈیائی ویچار

مُنہ سے بندہ کیا بات کہے (مناجات) جس کے سُننے سے حقیقی محبوب پیار کرے۔ تور کے تڑکے اُٹھ کر خُدا کے سچّے نام اور شان پر غور کرے (اس طرح کرنے سے وہ ذات

پیار کرتی ہے)

گرمی آوے کپڑا اندری موکھ دُوآر   نانک ایوے جانئے سبھ آپے سچیار

(۱) پھر اِن اعمال سے خلعت پائیں گے اور اُس کی رحمت سے نجات ہو گی۔ نانک کہتے ہیں کہ پھر ہم اُسے من میں ایسا پائیں کہ سب کچھ آپ وہ سچّا مالک ہے۔

(۲) مناجات سے اللہ کی رحمت سے حمد و ثنا کی خلعت نصیب ہوتی ہے اور اُس کے فیض سے باطل کی دیوار گر جانے سے انسان نجات حاصل کرتا ہے۔ نانک فرماتے ہیں کہ اس عمل سے اِس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ ہر جگہ وہ بھرپور ہے۔

پوڑی - ۵

تھاپیا نہ جائے کیتا نہ ہوئے   آپے آپ نرنجن سوئے

اُس کا بُت کوئی قائم نہیں کرتا اور نہ ہی کسی کے بنانے سے وہ بنتا ہے۔ وہ ذات جو عِلت فاعلی سے مبرّا ہے۔ آپ سے آپ ہے اور قدرت سے بالاتر ہے۔

(۲) وہ خدا قدرت (مایہ) کے اثر سے بالاتر ہے کیوں کہ وہ مقدس ذات خود آپ ہی آپ ہے نہ وہ پیدا کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی انسانی فعل سے وہ بنایا جا سکتا ہے۔

جن سیویا تِن پایا مان   نانک گاویئے گُنی ندھان

(۱) جو اُس کی پرستش کرتا ہے وہی عزّت پاتا ہے۔ اے نانک اُس خدا کی حمد کر جو سب وصفوں کا خزانہ ہے۔

(۲) جس انسان نے اُس خالق کی حمد وثنا کی ہے اُس نے عزّت حاصل کرلی۔
اس لئے اے نانک تم بھی اُسی اوصاف حمیدہ کے خزانہ کی توصیف کر۔
گاویئے سُنئیے من رکھئیے بھاؤ دُکھ پرہر سُکھ گھر لے جائے
(۱) اے انسان تو حمد کر بھی اور سُن بھی اور جب تو عشقِ الٰہی کو من میں بسالیگا
تو تیرے سب دُکھ مٹا کر تجھے وہ پیار سُکھ کے گھر لے جائے گا۔
(۲) آؤ خُدا کے اوصاف حمیدہ کے گیت گائیں اور سُنیں اور دِل میں اُس کے
پیار کو پیدا کریں۔ جو انسان اس پیار کے جذبہ میں ڈوب جاتا ہے۔ وہ اپنی مصائب
کو دور کر کے آرام وچین کو دل میں بسا لیتا ہے۔
گُرمکھ نادنگ گرمکھ ویدنگ گور مکھ رہیا سمائی
(۱) مرشد کی باتوں کو 'ناد' خیال کر اور اُنھیں 'وید' بھی سمجھ۔ گور مکھ کا راز
یہ ہے کہ اُس میں وہ خود سمایا ہوا ہے۔
(۲) معرفت الٰہی (نام) مُرشد کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ مُرشد ہی اس
حقیقت کا انکشاف کرتا ہے کہ وہ اللہ ہر جگہ موجود ہے۔
گور ایسر گور گورکھ برما گور پار بتی مائی
(۱) شوجی، وشنو، برہما تینوں گورو کی قدرت کے مظہر ہیں۔ سرسوتی لچھمی
اور پاربتی گورو کی قوت کے نام ہیں۔
(۲) مُرشد ہی ہمارے لئے شِو ہے۔ مُرشد ہی ہمارے لئے گورکھ اور برہما ہے اور
مُرشد ہی ہماری مادرِ محترمہ پاربتی ہے۔
جے ہو جانا آکھانا ہی کہنا کتھن نہ جائی

(۱) اگر میں اُس کی باتیں جان بھی لوں تو کیوں کر اُن کو کھول کر سناؤں۔ اُس کی بات بتانے کے لئے موزوں الفاظ کہاں سے لاؤں۔

(۲) اگر میں حکم الٰہی کو سمجھ بھی لوں تو بھی اُس کو بیان نہیں کر سکتا ہوں کیوں کہ وہ تمام بیانات سے بالاتر ہے اس لئے اُس کے متعلق کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا (صرف دل میں اُس کا احساس ہوتا ہے)۔

گورا اِک دیھ بجھائی سبھنا جیا کا اِک داتا سو مَے وِسر نہ جائی

(۱) گوروُ نے ایک صورت بنائی ہے کہ میں اُسے من میں بسا لوں۔ کُل عالم کا وہ مالک ہے اُسے میں کبھی نہ بھُول جاؤں۔

(۲) اے مُرشدِ کامل میری درخواست پر مجھے یہ سمجھ بخش کہ میں اُس کریم کو جو سب پر رحمت کرتا ہے بھُول نہ جاؤں۔

پوڑی - ۶

تیرتھ ناوا جے تِس بھاوا وِن بھانے کہ نائے کری

(۱) تیرتھ کا اشنان دراصل تبھی ہے اگر میں اللہ کو بھاؤں۔ اگر رب کو میں نہیں بھاتا تو پھر میں تیرتھ میں کیوں اشنان کروں۔

(۲) میں تیرتھ اشنان تب کروں جب اس عمل سے اپنے رب کو خوش کر سکوں۔ اگر وہ خالق اِس اشنان سے خوش نہیں ہوتا تو اس عمل سے مجھے کیا حاصل ہوگا؟

جیتی سِرٹھ اُپائی ویکھا وِن کرما کے مِلے لئی

(۱) سب مخلوقات کو میں نے دیکھ بھال لیا ہے (یہ نتیجہ اخذ ہوا) کہ اگر نیک اعمال

پاس نہیں ہیں تو جزا سے بھی پھر ہاتھ خالی ہے۔

(۲) خُدا کی پیدا شدہ خلقت کو میں دیکھتا ہوں۔ اس میں بغیر رحمت و کرم کسی کو کچھ نصیب نہیں ہوتا۔ بغیر اللہ کی مہر انسان کچھ نہیں پا سکتا۔

مت وِچ رتن جواہر مانک   جے اِک گور کی سِکھ سُنی

(۱) اگر تو مُرشد کی ایک ہدایت سُن کر اُس پر عمل پیرا ہو جائے تو اپنی دانش میں سب قسم کے لعل اور جواہرات کو پالے۔

(۲) اگر مُرشد کی ایک ہدایت کو سُن لیا جائے تو انسان کی عقل میں جواہرات اور ہیرے پیدا ہو جاتے ہیں (یعنی اوصاف الٰہی عقل میں پیدا ہو جاتے ہیں)

گورا اِک دیھ بجھائی   سبھنا جیا کا اِک داتا سو مَے وِسر نہ جائی

اے مرشدِ کامل میری درخواست پر مجھے یہ عقل بخش کہ میں اُس کریم کو جو سب پر رحمت کرتا ہے بھُول نہ جاؤں۔

پوڑی ۔ ۷

جے جُگ چارے آرجا   ہور دسونی ہوئے

اگر کوئی انسان چار جگوں کے عرصہ جتنی عمر دُنیا میں پالے اگر اس سے بھی دس گُنا زیادہ دیر تک وہ زندہ رہے۔

نوا کھنڈا وِچ جانئے   نال چلے سبھ کوئے

اگر نو اقلیموں میں وہ شہرت پذیر ہو جائے۔ اور اُس کی اردلی میں تمام خلقت بھی چلے۔

چنگا ناو رکھا ئیکے   جس کیرت جگ لے

اُس کا نام بھی مشہور و معروف ہو جائے اور ہر جگہ اُسے شہرت نصیب ہو۔ ناموں کے ساتھ دُنیا میں سو بھا یائی ہو۔

جے تِس ندر نہ آوئی تا وات نہ پچھے کے

(ان تمام شہرتوں کے ہوتے ہوئے) اگر ربّ کی نظر مہر و چشم کرم اُس پر نہ پڑے تو اُس کی کوئی بات بھی نہیں پوچھے گا اور وہ دُنیا میں راندہ اور مقہور رہے گا۔

کیٹا اندر کیٹ کر دوسی دوس دھرے

(۱) لوگ اُسے کیڑوں میں سے ایک کیڑا بتائیں گے اور جو لوگ خود گنہگار ہیں وہ بھی اُس پر الزام لگا کر مجرم ٹھہرائیں گے۔

(۲) اِس جاہ و حشم کا بندہ اللہ کے روبرو ایک کیڑے کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ خدا اُسے (اپنے خالق کو بھول جانے کے الزام میں) مُجرم ٹھہرائے گا۔

نانک نرگن گنُ کرے گنَ ونیتا گنُ دے

(۱) نانک فرماتے ہیں کہ وہ خالق ایسا ہے جو بغیر وصف کے آدمی کو اوصاف بخشتا ہے اور اوصاف رکھنے والا انسان ہمیشہ اُس سے گنُ حاصل کرتا ہے۔

(۲) اے نانک خُدا نظر مہر سے سادہ لوح میں اوصاف حمیدہ پیدا کر دیتا ہے اور نیک خُلق کو بھی وہی اوصاف بخشتا ہے۔

تیہا کوئے نہ سجھئی جے تِسُ گنُ کوے کرے

(۱) کوئی انسان ایسا نہیں دِکھائی دیتا جو اُس کے احسان کو پورا کرے اور نہ ہی کوئی ایسا دکھائی دیتا ہے جو اُس کو اوصاف بخشے۔

(۲) خدا جیسا دنیا میں اور کوئی ایسا دکھائی نہیں دیتا جو سادہ لوح و احسان فراموش

انسان کو (نظرِ مہر سے) اوصاف حمیدہ بخشے۔

پوڑی - ۸

سُنئیے سِدھ پیر سُر ناتھ   سُنئیے دھرت دھولُ آکاس

(۱) اللہ کا نام سُننے سے سِدھوں پیروں سُرناتھوں کی شان ملتی ہے۔ نام سُننے سے زمین بیل آسمان کی پہچان حاصِل ہوتی ہے۔

(۲) خُدا کی حمد و ثنا سُننے سے (انسان کے گُناہ نیست ہو جاتے ہیں) اور دِل میں شعلۂ عشق کی تاب کی برکت سے اِنسان سِدھوں، پیروں، دیوتوں (فرشتوں) اور ناتھوں کا رُتبہ حاصِل کرتا ہے اور یہ راز بھی کھُل جاتا ہے کہ زمین و آسمان اور سینگوں پر اُٹھانے والے بیل کا سہارا بھی وہی ذات واحد ہے۔

سُنئیے دیپ لوء پاتال   سُنئیے پوہ نہ سکے کالُ

(۱) حمد و ثنا سُننے کی برکت سے انسان دُنیا کے خطّوں، پاتالوں کی حقیقت کو سمجھ لیتا ہے اور نام کی برکت سے موت کے جنجالوں کو انسان دور کر دیتا ہے۔

(۲) نام کی برکت سے انسان دنیا کے طبقات پر واقفیت حاصِل کر لیتا ہے اور اُس پر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ہر شئے کا سہارا خُدا ہے۔ اس منزل پر پہنچ کر سالک کو موت کا خوف بھی نہیں رہتا۔

نانک بھگتا سدا وِگاس   سُنئیے دُوکھ پاپ کا ناس

(۱) اے نانک عابد دائمی مسرّت سے مسرور رہیں۔ خدا کا نام سُننے سے سب گناہ اور مصیبتیں ختم ہو جاتی ہیں۔

پوڑی - ۹

سُننئے ایسر برما اِند   سُننئے مُکھ صالاحن مند

(۱) نام سُننے سے انسان، شوجی، برہما اور اندر جیسا رُتبہ حاصِل کرتا ہے اور نام کی برکت سے کمینہ انسان بھی قابلِ تعریف ہو جاتا ہے۔

(۲) حمد وثنا سُننے کی برکت سے سادہ لوح انسان، شوجی، برہما اور اندر کی مانند بلند منصب کو حاصِل کرتا ہے اور ایک کمینہ آدمی بھی نام سُننے سے اُس کی حمد وثنا کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔

سُننئے جوگ جُگت تن بھید   سُننئے ساست سمرت وید

(۱) نام سُننے کی برکت سے یوگ اور تن کے بھیدوں کا راستہ مِل جاتا ہے اور سب سمرتیوں، شاستروں اور ویدوں کا راز کھُل جاتا ہے۔

(۲) نام جپنے کی برکت سے ایک سادہ لوح انسان جسم کے تمام پوشیدہ رازوں (حواس خمسہ اور نفسِ امارہ) سے آگاہ ہو جاتا ہے اور وصلِ یار کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ ویدوں، شاستروں اور سمرتیوں کے معنوں اور پند و نصائح پر عبور حاصل ہو جاتا ہے۔

نانک بھگتا سدا وگاس   سُننئے دوکھ پاپ کا ناس

اے نانک عارفوں کا دِل ہمیشہ روحانی مسرت سے کِھلا ہوا رہتا ہے اور نام سُننے سے تمام گناہ اور تکلیفیں مٹ جاتی ہیں۔

پوڑی - ۱۰

سُننئے ست سنتوکھ گیانُ سُننئے اٹھ سٹھ کا اسنانُ

خُدا کا نام سُن کر انسان راستی صبر اور معرفت حاصِل کرتا ہے۔ اور اُسے نام سُننے سے اڑسٹھ تیرتھوں کے اشنان کا ثمر مِلتا ہے۔

سُننئے پڑھ پڑھ پاوہِ مان سُننئے لاگے سہج دھیانُ

(۱) خُدا کا نام پڑھ کر اور سُن کر انسان عزت اور شان پاتا ہے اور خدا کا نام سُن کر آسانی سے دھیان بھی لگ جاتا ہے۔

(۲) علما جو عزّت تحصیل علوم سے حاصِل کرتے ہیں عارف کو خدا کا نام سُن کر وہ عزّت مِل جاتی ہے۔ اور نام سُننے کی برکت سے دل کو یکسوئی اور سکون حاصِل ہوتا ہے۔

نانک بھگتا سدا وگاس سُننئے دوکھ پاپ کا ناس

عارفوں کو دائمی مسرّت حاصِل ہے۔ نام سُننے سے دُکھ اور پاپ کٹ جاتے ہیں۔

پوڑی - ۱۱

سُننئے سرا گُنا کے گاہ سُننئے سیخ پیر پات ساہ

(۱) نام کو سُن کر نیکی کے دریاؤں میں پیدل رہ مِل جاتی ہے۔ نام کو سُن کر انسان شیخ، پیر اور شاہ بنتا ہے۔

(۲) نام کی مستی سے ایک سادہ لوح بھی بے شمار اوصاف کا خزانہ بن جاتا ہے اور بہت سے سالک نام کی برکت سے شیخ، پیر اور بادشاہ کے بلند رُتبے حاصِل

کر لیتے ہیں۔

سُنئے اندھے پاوہِ راہُ سُنئے ہاتھ ہووے اَسگاہ

(۱) خدا کا نام سُننے سے اندھا بھی راستہ پا لیتا ہے اور خُدا کا نام سُننے سے ہم لا انتہا کی انتہا کا احساس کرتے ہیں۔

(۲) نام کے سُننے کی برکت سے جاہل بھی اللہ کے وصل کی رہ معلوم کر لیتے ہیں اور نام کی برکت سے دُنیا کے بے کراں سمندر کی اصلیت سمجھ میں آجاتی ہے۔

نانک بھگتا سدا وِگاس سُنئے دُوکھ پاپ کا ناس

اے نانک عارف دائمی خوشیاں مناتا ہے نام سُننے سے گناہ اور مصیبتیں مِٹ جاتی ہیں

پوڑی - ۱۲

مَنّے کی گت کہی نہ جائے جیکو کہے پچھے پچھتائے

(۱) جو سالک دِل سے اللہ پر اعتقاد لائے گا اُس کی حالت کو کوئی نہیں بتا سکتا۔ جو اُس کے متعلق کچھ کہنا چاہے آخر وہ پچھتائے گا کیوں کہ اُس کی اصلیت ناقابِل بیان ہوتی ہے۔

(۲) جس انسان نے خدا کے نام میں لگن لگا دی ہے اُس کی روحانی بلندی بیان نہیں کی جا سکتی۔ اگر کوئی ناقد اُس حالت کو بیان کرتا ہے تو اُسے شرمسار ہونا پڑتا ہے کیوں کہ اُس کا بیان ناقِص ہوتا ہے۔

کاگد قلم نہ لِکھن ہار مَنّے کا بہہ کرنِ ویچار

(۱) قلم اور کاغذ بے کار ہیں لکھنے والا بھی عاجز ہے جو من سے ربّ کو مانتا ہے وہ تعریفوں سے بالاتر ہے۔

(۲) لوگ مل کر نام میں منہمک سالک کی روحانی حالت کا اندازہ لگاتے ہیں مگر قلم سے کاغذ پر لکھنے کے لئے کوئی انسان بھی قائل نہیں ہے۔

ایسا نامُ نرنجنُ ہوئے جے کر مَن جانے من کوئے

(۱) اُس نرنجن کا نام ایسا ہے کوئی اِس راز کو دِل سے جانے گا۔ کوئی کوئی تو بلند اور کوئی کوئی مانتے گا۔

(۲) خُدا کا نام بہت بلند ہے قدرت (مایہ) کے اثر سے بالاتر ہے۔ اِس نام میں لَو لگانے والا بلند روحانی حالت حاصِل کرتا ہے مگر یہ حقیقت تب کھُلتی ہے اگر کوئی انسان من میں لَو لگائے۔

پوڑی ۔۱۳

منّے سُرت ہووے مَن بُدھ منے سگل بھون کی سُدھ

(۱) جو خُدا کو دِل سے مانتا ہے اُس کی سوچ سمجھ بیدار ہے من میں جو مانے گا اُس پر تمام عالم روشن ہے۔

(۲) اگر انسان کے دِل میں ذاتِ الٰہی سے لگن لگ جائے تو اُس کی عقل بہت ہی بُلند ہو جاتی ہے۔ دِل میں روحانی بیداری پیدا ہوتی ہے یعنی غفلت میں سویا من بیدار ہو جاتا ہے اور کُل عالم کی اُسے سُوجھ آجاتی ہے یعنی ہر جگہ اُس کا جلوہ دکھائی دیتا ہے۔

منّے موہ چوٹا نہ کھائے منّے جم کے ساتھ نہ جائے

(۱) جو من سے اُسے مانے گا وہ مُنہ پر چوٹ نہیں کھائے گا۔ جو من سے اُسے چاہے گا

وہ ملک الموت کے ساتھ نہ جائے گا۔

(۲) اللہ میں لَو لگانے والا انسان دنیوی بدیوں اور بد اخلاقیوں کی چوٹیں مُنہ پر نہیں کھاتا یعنی دنیوی بدیاں اُس پر اثر نہیں کرتیں اور وہ ملک الموت کے پنجہ میں نہیں پھنستا یعنی آواگون سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔

ایسا نام نرنجن ہوئے جے کو من جانے من کوئے

خُدا کا نام جو قدرت (مایہ) کے اثر سے بالاتر ہے اتنا بلند ہے کہ اِس میں لگن لگانے والا بلند روحانی حالت والا ہو جاتا ہے مگر یہ بات تبھی سمجھ میں آتی ہے اگر کوئی انسان دِل میں ہری نام کی لگن لگائے۔

پوڑی - ۱۴

منّے مارگِ ٹھاک نہ پالے منّے پت سیتو پرگٹ جائے

(۱) من سے جو خُدا کے نام کو جانے گا اُس کے رستہ میں کوئی رکاوٹ نہیں پیدا ہوتی۔ من سے ماننے والا اونچی شان و عزّت پاتا ہے۔

(۲) اگر انسان کا من نام میں منہمک ہو جائے تو پھر زندگی کے سفر میں بدی اور بد اخلاقی کی کوئی رُکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔ وہ سالک دنیا میں ناموری، شہرت اور عزّت حاصل کر کے اللہ کی ذات میں فنا ہو جاتا ہے۔

منّے مگ نہ چلے پنتھ منّے دھرم سیتی سنبندھ

(۱) من سے جو اُسے مانتا ہے وہ گمرہی سے بچ جاتا ہے۔ من سے ماننے والا دھرم (ایمان) سے رشتہ جوڑتا ہے۔

(۲) دل لگن والے سالک کا رشتہ سیدھا ایمان سے جُڑ جاتا ہے۔ پھر وہ دُنیا کے بتائے ہوئے مختلف مذاہب کی راہوں پر نہیں چلتا۔ یعنی مذاہب کی تمیز اُس کے من سے مِٹ جاتی ہے۔

ایسا نام نِرنجن ہوئے جے کو من جانے من کوئے

خدا کا نام جو قدرت کے اثر سے بالاتر ہے اتنا بلند ہے کہ اس میں لَو لگانے والا بلند روحانی منزل پر پہنچ جاتا ہے مگر یہ راز تب کھُلتا ہے اگر کوئی انسان نام کو دِل میں بسائے۔

پوڑی - ۱۵

منّے پاوہِ موکھُ دُآر منّے پروارے سادھار

(۱) من سے اعتقاد رکھنے والے پرِ مکتی کے دروازے کھُل جاتے ہیں۔ من سے ماننے والے کی اولاد بھی مُکت ہو جاتی ہے۔

(۲) اگر دل میں خدا کے نام کی لگن لگ جائے تو انسان باطل سے رہائی پانے کی راہ معلوم کر لیتا ہے۔ اس قسم کا سالک اپنے عزیز و اقارب کو نام کی لگن میں لگاتا ہے اور وہ بھی باطِل سے رِہا ہو نجات حاصِل کرتے ہیں۔

منّے ترے تارے گور سِکھ منّے نانک بھوہِ نہ بھِکھ

(۱) من سے جو مانتا ہے وہ گورو اور چیلے کو لے کر پار ہو جاتا ہے۔ من سے جو مانتا ہے اے نانک وہ بھیک کے چکر سے بچ جاتا ہے۔

(۲) نام میں جُڑنے سے مُرشد کامل خود بھی بحرِ عالم کو عبور کر لیتا ہے اور مُریدوں

کو بھی ساحل پر پہنچا پاتا ہے۔ اے نانک نام میں جُڑنے کی برکت سے انسان کسی دُنیا دار کا محتاج نہیں رہتا۔

ایسا نام نرنجن ہوئے جیکو مِن جانے من کوئے

اگر دل میں خُدا کے نام کی لگن لگ جائے تو انسان باطل سے رہائی پانے کی راہ معلوم کر لیتا ہے۔ خدا کا نام جو قدرت (مایہ) کے اثر سے بالاتر ہے اتنا بلند ہے کہ اس میں لو لگانے والا روحانیت کی امتیازی سطح پر پہنچ جاتا ہے۔ اِس راز سے تبھی آگاہی ہوتی ہے اگر دل میں نام کو جگہ دی جائے۔

پوڑی - ۱۶

پنچ پروان پنچ پردھانُ پنچے پاوہِ درگہہ مانُ

(۱) جو خُدا کے مقبول ہیں وہ پردھان اور پروان ہیں۔ مقبول انسان درگاہِ الٰہی میں عزّت پاتے ہیں۔

(۲) خدا کے مقبول لوگ (اہل اللہ) مقبولِ خلقت بھی ہوتے ہیں اور رہنما بھی بنتے ہیں وہی اہل اللہ دنیوی ناموری حاصل کر کے دربارِ الٰہی میں عزّت پاتے ہیں۔

پنچے سوہِ درِ راجان پنچا کا گور ایک دھیان

(۱) مقبول اللہ شاہی دربار کی شان بڑھاتے ہیں۔ اہل اللہ صرف ایک ہی مُرشد میں عقیدت و دھیان رکھتے ہیں۔

(۲) شاہی درباروں میں اہل اللہ شاہی مجلس کی زینت ہوتے ہیں۔ اِن مقبولِ

خدا کے بندوں کا مطمع نظر و آما جگاہ صرف مرشد کامل ہے (مُرشد کی ہدایت پر عمل پیرا ہونا ہی ان کا واحد مقصد ہوتا ہے)

جے کو کہے کرے ویچار کرتے کے کرتے ناہی سُمارُ

(۱) انسان خواہ لاکھوں طرح سے بیان کرے مگر قدرت کی تھاہ نہیں پا سکے گا خلقتِ خالق کو وہ شمار نہ کر سکے گا۔

(۲) قادر کی قدرت لاانتہا ہے اگر کوئی اُس کی تھاہ پانا چاہے تو اِس کی طاقت سے باہر ہے۔ خالق کی خلقت بے شمار ہے اس لئے سالک کی زندگی کا یہ مقصد نہیں کہ وہ نام چھوڑ کر اس چکر میں پھنسے۔

دھَول دھرم دنیا کا پوتُ سنتوکھ تھاپ رکھیا جن سوت

(۱) وہ بیل جس نے سینگوں پر زمین کو اُٹھا رکھا ہے وہ دیا کا بیٹا دھرم ہے۔ صبر سے دُنیا قائم رہتی ہے اور یہ ایک تول اور ایک سوت ہے۔

(۲) ایمان 'جو رحم کا بیٹا ہے' نے زمین کو قائم رکھا ہوا ہے۔ اِس ایمان نے قدرتی اصول کے مطابق صبر کو پیدا کیا ہے۔ جس نے کُل عالم کو ایک رشتہ میں پرو دیا ہوا ہے۔

جے کو بوجھے ہووے سچیارُ دھولے اُپرّ کیتا بھارُ

(۱) جو کوئی اس حقیقت کو سمجھ گیا ہے وہ عارف بھی ہے اور سچا بھی ہے۔ مگر یہ حیرانی ہے کہ بیل اتنا بوجھ کیسے اٹھاتا ہے۔

(۲) اگر کوئی انسان مذکورہ بالا حقیقت کو سمجھ لے تو وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ اُس کا باطن الٰہی نور سے منوّر ہو جاتا ہے۔ ورنہ خیال کیجئے کہ بیل زمین کے اتنے

بوجھ کو کیسے اُٹھا سکتا ہے۔

دھرتی ہورُ پرے ہورُ ہورُ   تِس تے بھار تلے کون جورُ

(۱) زمین سے دُور اور زمینیں ہیں اور اِن سے دُور جہان ہیں اِن کے نیچے کِس کا زور ہے اور یہ کس طور قائم ہے۔

(۲) دوسرا خیال یہ ہے کہ اگر بیل نے اس زمین کو اُٹھا رکھا ہے تو بیل کے سہارے کے لئے نیچے ایک اور زمین ہو گی اُس زمین کے نیچے ایک دوسرا بیل ہو گا پھر اسی طرح سلسلہ چلتا جائے گا اس لئے آخری بیل کے لئے کون سا سہارا ہو گا (یہ سلسلہ ختم ہی نہیں ہو گا اور یہ ایک وہم ہے)

جئیہ جات رنگا کے ناؤ   سبھنا لِکھیا وڑی کلام

(۱) گوناگوں ساری خلقت نہ تمام رنگارنگ اقسام کے نام بے روک لِکھنے والوں نے قلم سے لِکھ دے۔

(۲) دُنیا میں مختلف ذاتیوں کے، انواع و اقسام کے اور رنگارنگ نام کی خلقت ہے۔ اِن سبھ نے یکساں رفتار پر چلتی ہوئی قلم سے قدرتِ الٰہی کا لیکھا لِکھا ہے (اندازہ لگایا ہے۔)

ایہہ لیکھا لِکھ جانے کوئے   لیکھا لِکھیا کیتا ہوئے

(۱) کون بھلا لِکھ سکتا ہے یہ گِنتی تحریریں آ ہی نہیں سکتی شمار کرنے والے اِس کی گِنتی لگانے سے قاصر ہیں۔

(۲) مگر کوئی بھی اللہ و قدرت کی انتہا کو معلوم نہیں کر سکتا۔ اگر کچھ لِکھا بھی جائے تو یہ اندازہ نہیں لگ سکتا کہ کِتنا بڑا ہو جائے گا۔

کیتا تان سُو آکھیہ رُوپ کیتی دات جانے کون کُوت

(۱) اُس کی طاقت کتنی ہے اور کس قدر دل کش حسن ہے اُس کی بخشش کتنی بڑی ہے اس کا بھلا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

(۲) طاقتِ الٰہی لاانتہا ہے۔ حُسن الٰہی بے حد نورانی ہے۔ رحمت بھی اُس کی لامحدود ہے۔ اس کا اندازہ بھلا کون لگا سکتا ہے یعنی الٰہی قدرت انسانی عقل و فکر سے بالاتر ہے۔

کیتا پساو ایکو کواو تِس تے ہوے لکھ دریاو

(۱) تیرے ایک ہی حرف (کُن) کہنے سے کُل عوالم پیدا ہو گئے۔ تیرے ایک ہی حرف سے لاکھوں دریا بہہ نکلے۔

(۲) خُدا کے حکم سے دنیا پیدا ہو گئی اور اُسی حُکم سے زندگی کے لاکھوں دھارے بن گئے۔

قُدرت کون کہا وِیچار واریا نہ جاوا ایک وار

(۱) مُجھ میں کون سی وہ قدرت ہے جس کے سہارے میں تیرے متعلق کوئی اندازہ لگا سکوں۔ میں اس لایق بھی نہیں کہ تجھ پر ایک دفعہ جان فِدا کر سکوں۔

(۲) مجھ میں یہ کہاں طاقت ہے کہ قادر کی قدرت کا قیاس کر سکوں۔ اے خالق میں تو ایک دفعہ تجھ پر نثار ہونے کے قابل بھی نہیں ہوں۔

جو تُدھ بھاوے سائی بھلی کار تُو سدا سلامت نِرنکار

(۱) کام وہی اچھا ہے جسے تو اچھا خیال کرے۔ تیری دائم سلامتی ہے اور تو پاک نرنکار ہے (شکل سے بالاتر)۔

(۲) اے خدایا! تو ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔ جو کام تجھے بھلا معلوم ہوتا ہے وہی بھلا ہے یعنی تیری رضا پر چلنا ہی سالک کا فرضِ اولیں ہے۔

پوڑی - ۱۷

اسنکھ جپ اسنکھ بھاؤ اسنکھ پوجا اسنکھ تپ تاو

(۱) سنکھوں لوگ تیرا جپ اور تجھ سے عشق محبّت کرتے ہیں۔ سنکھوں انسان تیری پوجا اور ریاضت کرتے ہیں۔

(۲) بے شمار لوگ تیری حمد و ثنا گاتے ہیں۔ بے شمار لوگ پیار کر رہے ہیں۔ کئی لوگ تیری پرستش میں مصروف ہیں اور بے شمار لوگ تیری عبادت و ریاضت میں مشغول ہیں۔

اسنکھ گرنتھ مکھ وید پاٹھ اسنکھ جوگ مِن رہِ اُداس

(۱) سنکھوں لوگ وید گرنتھ پڑھتے ہیں اور سنکھوں پاٹھ سُناتے ہیں۔ سنکھوں لوگ جن کے من میں اُداسی ہے بن میں یوگ کما رہے ہیں۔

(۲) بے شمار لوگ وید اور دوسری مقدس کُتب کو مُنھ سے پڑھ رہے ہیں۔ بہت سے مرتاض ریاضت کی برکت سے دُنیا کو طے کر چکے ہیں۔

اسنکھ بھگت گُن گیان ویچار اسنکھ ستی اسنکھ داتار

(۱) تیرے سنکھوں بھگت ایسے ہیں جو اوصاف سے پرُ اور عارف ہیں۔ علم معرفت حاصل کرتے ہیں۔ سنکھوں سکون دل سے پرُ ہیں اور سنکھوں سخی ہیں۔

(۲) خدا کی دُنیا میں بے شمار بھگت ہیں جو اوصاف الٰہی اور عرفان کی بچار کرتے ہیں

اور بے شمار فیاض، وسخی ہیں۔

اسنکھ سورمۂ بھکھ سار اسنکھ مون لو لائے تار

(۱) سنکھوں شیر بہادر موجود ہیں جو مُنہ پر تلوار کا وار کھاتے ہیں سنکھوں خاموش رہ کر تجھ میں لَو لگاتے ہیں۔

(۲) بے شمار جنگجو جو میدان جنگ میں اپنے مُنہ پر ہتھیاروں کے وار کو برداشت کرتے ہیں اور بے شمار عارف ہیں جو خاموشی اختیار کئے ہوئے مراقبہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

قدرت کون کہا ویچار واریا نہ جاوا ایک وار

مجھ میں یہ طاقت کہاں ہے کہ میں تیرے متعلق کوئی رائے قائم کر سکوں میں تو اس لائق بھی نہیں کہ ایک دفعہ تجھ پر جان فِدا کر سکوں۔

جو تُدھ بھاوے سائی بھلی کار تو سدا سلامت نرنکار

وہی عمل اچھا ہے جسے تو اچھا سمجھے۔ تو ہمیشہ رہنے والا، پاک اور بغیر شکل کے ہے۔

پوڑی - ۱۸

اسنکھ مورکھ اندھ گھور اسنکھ چور حرام کھور

(۱) سنکھوں من کے اندھے یہاں ہیں اور خام دِل کے بھی سنکھوں ہیں اور سنکھوں چور ہیں جو حرام کا مال کھاتے ہیں۔

(۲) اِس دُنیا ر دنی میں بے شمار احمق ہیں اور بے شمار چور ہیں جو ہمیشہ حرام کا مال کھاتے ہیں خود کوئی کمائی نہیں کرتے۔ یعنی حق حلال کی کمائی نہیں کھاتے۔

اسنکھ امر کر جاہ جور اسنکھ گل وڈھ ہتیا کماہ

(۱) سنکھوں جابر، قہار اپنے زور و بل پر اپنا حکم چلاتے ہیں سنکھوں قاتل گردن کاٹ کر سر پہ خون چڑھاتے ہیں۔

(۲) بے شمار خونی اور قاتل دوسرے انسانوں کی گردنیں کاٹ رہے ہیں اور گناہ کے گڑھے میں گر رہے ہیں اور بے شمار جبر و زور سے دوسروں پر حکم سے جور و ظلم کر کے اس دُنیا سے کوچ کرتے ہیں۔

اسنکھ پاپی پاپ کر جاہِ اسنکھ کوڑیار کوڑے پھراہِ

(۱) سنکھوں پاپی شب و روز پاپ کر رہے ہیں، سنکھوں جھوٹے جھوٹی باتیں گھڑ رہے ہیں۔

(۲) بے شمار گناہ گار اس دُنیا میں گناہ کر کے کوچ کر جاتے ہیں۔ اور بے شمار دروغ گو، مکار باطل میں اُلجھے ہوئے ہیں۔

اسنکھ ملیچھ ملُ بھکھ کھاہ اسنکھ نندک سِر کرہِ بھار

(۱) سنکھوں ناپاک ہیں جو گندی چیزیں کھاتے ہیں۔ سنکھوں دوسروں کی غیبت کرتے ہیں اور اِس گناہ کا بوجھ اُٹھاتے ہیں۔

(۲) بہت سے جہلا، بے عقل گندی خوراک کھاتے ہیں۔ روزِ شمار چُغل خور غیبت کر کے اس گناہ کا بوجھ اپنے ذمّہ لے رہے ہیں۔

نانک نیچ کہے ویچار واریا نہ جاوا ایک وار

عاجز نانک کہتا ہے۔ خواہ میں کتنا بھی سوچوں یہی نتیجہ نِکلتا ہے کہ میں اس لائق بھی نہیں کہ تجھ پر ایک دفعہ جان قربان کر سکوں۔

جو تدھ بھاوے سائی بھلی کار تو سدا سلامت نرنکار

وہ کام اچھا ہے' اے خالق! جسے تو اچھا سمجھے۔ تو ہمیشہ سلامت ہے اور پاک تر آنکار ہے۔

پوڑی - ۱۹

اسنکھ ناو اسنکھ تھاو اگم اگم اسنکھ لوٗ

(۱) تیرے نام بھی سنکھوں ہیں۔ سنکھوں تیری جگہ ہیں جن تک رسائی مشکل ہے اور سنکھوں دوسرے جہان بھی ہیں۔

(۲) قدرت کی بے شمار خلقت کے بے شمار نام ہیں اور اُن کی رہائش گاہیں بھی بے شمار ہیں۔ قدرت کے تحت بے شمار عوالم ہیں جہاں تک ہماری پہنچ نہیں ہو سکتی۔

اسنکھ کہہ سِر بھار ہوئے اکھری نامُ اکھری صالاح

'اسنکھ' کے عدد کا استعمال کرنا یہ بھی گناہ بوجھ سر پر اُٹھاتا ہے نام حروف سے بنا ہے اس لئے حروف میں حمد ہوتی ہے۔

(۲) جو لوگ قدرت کا اندازہ لگانے کے لئے "اسنکھ" کا عدد استعمال کرتے ہیں۔ اُن کے سر پر یہ ایک گناہ کا بوجھ ہے۔ کیوں کہ یہ اُن کی غلطی ہے کیوں کہ شمار کے لئے (سنکھ) عدد کافی نہیں ہے۔ ذات کریم کا اسم اعظم حروف کے ذریعہ لیا جا سکتا ہے۔ اور اُس کی تعریف و حمد بھی حروف کے ذریعہ کی جاتی ہے۔

اکھری گیانُ گیت گُن گاہِ اکھری لِکھن بولن بان

(۱) حرفوں کے ذریعہ معرفت حاصل کرتے ہیں اور الٰہی اوصاف کے گیت بھی گاتے ہیں۔ حرفوں کے ذریعہ وہ بول مِلتے ہیں جو لکھے اور بولے جاتے ہیں۔

(۲) عِلم الٰہی بھی حروف کے ذریعہ خیال کیا جاتا ہے۔ حروف کے ذریعہ اُس کے اوصاف حمیدہ

نغماتِ الٰہی سے واقف ہو سکتے ہیں۔ 'زبان' کا لکھنا اور بولنا بھی حروف پر مبنی ہے۔

اکھر آ سِر سنجوگ وکھان جن ایھ لِکھے تِس سِر ناہ

(۱) حرفوں کے ذریعہ ماتھے پر قسمت لکھی ہے۔ مگر لکھنے والے کے ماتھے پر کسی نے نہیں لکھا۔

(۲) انسان کی پیشانی پر لکھی قسمت بھی حروف کے ذریعہ بیان کی جا سکتی ہے۔ (بنا بر ایں اسکھ لفظ استعمال کیا گیا ہے) ورنہ جس واحد نے مخلوقات کی قسمت لکھی ہے اُس کی قسمت لکھنے والا کوئی نہیں ہے۔

جو فرمائے تِو تو پاہ

(۱) جیسا حکم ہوتا ہے ویسا ہی ملتا ہے۔ جس طرح حکم الٰہی ہوتا ہے اُسی طرح کی چیز مِل جاتی ہے۔

(۲) جس طرح بھی خدا کا حکم ہوتا ہے اُسی کے زیر مخلوقات اپنی قسمت کو حاصل کرتی ہے۔

جیتا کیتا تیتا ناو وِن ناوے ناہی کو تھاو

(۱) جتنی زیادہ مخلوقات بڑھتی گئی اُتنا ہی زیادہ خدا کا نام بڑھتا گیا۔ کون سی ایسی جگہ ہے جہاں اُس کا نام نہیں ہے۔

(۲) یہ دُنیا جسے خدا نے پیدا کیا ہے یہ اُسی کا عکس ہے۔ کوئی جگہ بھی اُس کے عکس یا جلوہ سے خالی نہیں ہے۔

قدرت کون کہا ویچار واریا نہ جاوا ایک وار

مجھ میں یہ قدرت کہاں کہ میں تیرے متعلق کوئی فکر کر سکوں میں تو اس لائق بھی نہیں کہ ایک دفعہ تجھ پر نثار ہو سکوں۔

جو تدھ بھاوے سائی بھلی کار تو سدا سلامت نرنکار

کام وہی اچھا ہے جو تجھے اچھا لگتا ہے۔ تیری ذات ہمیشہ سلامت ہے اور تو پاک نرنکار ہے۔

پوڑی - ۲۰

بھریئے ہتھ پیر تن دیھ پانی دھوتے اُترس کھیہ

اگر کبھی ہاتھ، پاؤں اور جسم خاک سے آلودہ ہو جایں تو پانی سے جب دھوئیں گے تو جسم خاک سے فوراً پاک ہو جائے گا۔

مُوت پلیتی کپڑُ ہوے دے صابوں لیئے اوہُ دھوئے

پیشاب اور میل و نجاست لگنے سے اگر کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے جب صابن سے دھوئیں گے تو اس کی نجاست اور پلیدی دُور ہو جائے گی اور کپڑا صاف ہو جائے گا۔

بھریئے مت پاپا کے سنگ اوہ دھوپے ناوے کے رنگ

(۱) یعنی جب پاپ کی گندگی سے من میلا ہو جاتا ہے تو نام کی لگن سے یہ سب پاپ دُھل جائیں گے۔

(۲) اگر عقل انسانی گناہوں سے آلودہ ہو جائے گی تو وہ نام میں پیار کرنے سے صاف ہو جائے گی۔

پُنّی پاپی آکھن ناہِ کر کر کرنا لکھ لے جاہُ

(۱) گناہ گار اور سخاوت و ثواب یہ سب کہنے ہی کی بات نہیں ہے! انسان جو کام یہاں کرتا ہے وہاں سب لکھا جاتا ہے۔

(۲) سخی یا گناہ گار صرف نام ہی نہیں ہے حق بات یہ ہے کہ جیسے تیرے اعمال ہوں گے ویسے ہی لکھے جائیں گے اور اِس اعمال نامہ کے ساتھ تو دربارِ الٰہی میں حاضر ہوگا۔

آپے بیج آپے ہی کھاہُ   نانک حُکمی آوہُ جاہُ

(۱) آپ ہی انسان بوتا ہے اور آپ ہی کاٹتا ہے۔ جو بوتا ہے وہی کھاتا ہے۔ اے نانک خدا کے حکم سے انسان آتا ہے اور جاتا ہے۔

(۲) اے انسان! جو کچھ تو بوئے گا اُس کا ثمر تو خود ہی کھائے گا اور حکم الٰہی کے زیر آوا گون کے چکّر میں تو پڑا رہے گا۔

پوڑی - ۲۱

تیرتھُ تپُ دئیا دَتُ دانُ   جے کو پاوَے تِل کا مانُ

(۱) اگر انسان تیرتھوں پر جا کر زُہد کمائے اور خوب دان پُن کرے۔ مگر غرور کرنے کی وجہ سے تِل جتنی عزّت پاتا ہے۔

(۲) مقدس مقامات کی زیارت اور ریاضت، رحم و کرم اور سخاوت کے عوض اگر کوئی انسان عزّت حاصل کر بھی لے تو یہ کئے ہوئے اعمال پر غرور کرنے سے ایک تِل جتنی ہی ہے۔ بہت ہی معمولی عزّت ہو گی۔

سُنیا مِنیا مِن کیتا بھاوُ   انتر گت تیرتھِ مِل ناوُ

(۱) انسان جو کچھ سُنے اُسے مان کر دِل میں پیار سے دھیان لگائے تو وہ اپنے من کے تیرتھ میں مَل مَل کر اشنان کرے۔

(۲) دراصل جس انسان نے اسمِ الٰہی کو سُن کر دل کی لگن اُس میں لگا دی اور نام کو دِل میں پیار سے بسا لیا ہے اُس نے گویا من کے تیرتھ میں غسل کر کے من کی میل کو اُتار دیا (من کی تیرتھ یاترا بہتر ہے)۔

سبھ گُن تیرے مَے (میں) لَے ناہی کوئے   وِن گن کیتے بھگتِ نہ ہوئے

(۱) خُدایا تو وصفوں کا مالک ہے اور مجھ میں کوئی صفت بھی نہیں ہے جب تک دامن میں اوصاف نہ ہوں پھر بھگتی سے کچھ کام نہیں ہے۔

(۲) اے خدا مجھ میں کوئی وصف نہیں اِس لئے جب تک تو اپنے اوصاف مجھ میں پیدا نہیں کرے گا تب تک مجھ سے ریاضت عبادت نہ ہو سکے گی۔

سُاَستِ آتھِ بانی برماؤ   ستِ سُہانُ سدامن چاو

(۱) قدرت (مایہ) لفظ اور برہمانڈوں کا اے خدا تو خیر اندیش ہے تو ستِ چت آنند ہے تجھ کو پرنام ہو۔

(۲) اے خالق تجھے لاکھوں سلام۔ تو آپ ہی قدرت ہے۔ تو آپ ہی بانی (کلام) ہے اور تو آپ ہی برہما ہے۔ تو دائم ہے اور حسین ہے۔ تیرے من میں ہمیشہ مسرّت و خوشی رہتی ہے۔ تیرے حکم سے برہمانڈ پیدا ہوتے ہیں۔

کون سو ویلا وکھت کون کون تھِت کون وار
کو سُرتی ماہُ کونُ جت   ہو آ آکار

(۱) وہ کون سا وقت اور زمانہ تھا کون سا دِن اور تاریخ تھی۔ کون سا مہینہ اور موسم تھا جب اِس دُنیا کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔

(۲) وہ کون سا وقت اور زمانہ تھا اور کون سی وہ تاریخ تھی۔ کون سا موسم تھا اور کون سا وہ مہینہ تھا جب یہ عالم نیستی سے ہستی میں آیا؟

ویلھ نہ پائیا پنڈتی ج ہووے لیکھ پُران
وکھت نہ پائیو قادیا جے لکھن لیکھ قرآن

(۱) اگر پنڈت عالم کی پیدائش کا وقت جانتے تو وہ صاف پرانوں میں لکھتے۔ اگر قاضی دُنیا کی پیدائش کی ساعت جانتے تو قرآن میں وہ لکھ دیتے۔

(۲) کب یہ عالم وجود میں آیا؟ پنڈتوں کو اس حقیقت کا پتہ نہ چلا۔ اگر پتہ چل جاتا تو اس مضمون پر بھی ایک پُران لکھا جاتا۔ اُس وقت کا قاضیوں کو بھی پتہ نہ لگا نہیں تو جیسے اُنھوں نے جگہ جگہ سے آیتیں اکٹھی کر کے قرآن شریف کو ترتیب دیا تھا۔ بجینہ ہی اور آیتوں کو اکٹھا کر کے پیدائش عالم پر بھی ایک مضمون لکھ دیتے۔

تِھت وار نا جوگی جانے رُت ماہُ نہ کوئی

جا کرتا سرٹھی کو سَاجے آپے جانے سوئی

(۱) جوگی کو بھی عالم کی پیدائش کا دن، تاریخ اور موسم معلوم نہیں ہے جس خالق نے جہان آباد کئے ہیں وہی جانتا ہے کہ یہ دُنیا کب پیدا ہوئی۔

کِو کر آکھا کِو صالاحی کِو ورنی کِو جاناں۔ نانک آکھن سبھ کو آکھے اِک دو اک سیانا

(۱) میں کیوں کر تیری حمد اور شرح کروں گو اے نانک بہت سے عقل مند اپنی سمجھ کے مطابق حمد کر گئے ہیں۔

(۲) میں کیسے خدا کے اوصاف کی تعریف کروں کیسے اُس کی حمد کے گیت گاؤں۔ کس طرح بزرگی بیان کروں اور کیسے سمجھوں۔ اے نانک ہر ایک خود کو دوسرے سے زیادہ عقل مند سمجھ کر خدا کی بزرگی بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

وڈا صاحِب وڈی نائی کیتا جا کا ہووے

نانک جے کو آپو جانے آگے گیا نہ سوہے

(۱) وہ صاحب بڑی شان اور نام والا ہے جو چاہے سو ہو جاتا ہے۔ اے

نانک جو متکبر ہے وہ دربارِ الٰہی میں عزت نہیں پاتا۔

(۲) خدا بزرگ ترین ہے اُس کی شان و جلال سب سے بلند ہے۔ جو کچھ بھی دُنیا میں ہو رہا ہے اُسی کا کیا ہو رہا ہے۔ اگر کوئی انسان اپنی عقل اور فکر سے خدا کی بزرگی کی انتہا دیکھنا چاہے وہ دربارِ الٰہی میں کوئی عزت نہیں پاتا۔

پوڑی - ۲۲

پاتالا پاتال لکھ آگاسا آگاس

(۱) اس جہان میں لاکھوں پاتال ہیں اور پھر پاتالوں کے پاتال بھی ہیں۔ افلاک پر اور افلاک پھیلے ہوئے ہیں۔

(۲) وید مقدس یک زبان ہوکر کہہ رہے ہیں" پاتالوں کے نیچے اور پاتال بھی ہیں اور افلاک دیگر لاکھوں افلاک ہیں" (بے شمار عارف رشی اور منی ان کے آخر کی تلاش کرتے ہوئے تھک گئے ہیں مگر انتہا نہیں پا سکے)۔

اوڑک اوڑک بھال تھکے وید کہین اک وات
سہس اٹھارہ کہین کیتبا اُصلو اِک دھاتُ

(۱) وید بھی یہی بات بتاتے ہیں کہ ہم نے ڈھونڈا مگر بھید نہیں پا سکے۔ اب اٹھارہ ہزار کتابیں بھی تیری ایک اصل ذات بتاتی ہیں۔

(۲) (اسلام اور عیسائی مذہب) کی چاروں کتابیں (انجیل، زنبور، توریت اور قرآن) بتاتی ہیں کہ کل اٹھارہ ہزار علما ہیں جن کی اصل ذاتِ الٰہی ہے۔ اور چاروں وید (سام وید، یجروید، رگ وید، اتھروید) بھی یہ بتاتے ہیں کہ ہم تلاش کر چکے ہیں

مگر اس کی انتہا ہم نہیں پا سکے۔

لیکھا ہوئے تا لِکھیئے لیکھے ہوئے وِناس   نانک وڈا آکھیئے آپے جانے آپ

(۱) لکھنے والے لکھتے لکھتے خود مٹ جاتے ہیں پھر شرح نہیں لکھی جاتی۔ اے نانک وہ عالی شان رب خود ہی اس راز کو جانتا ہے۔

(۲) حق بات یہ ہے کہ اعداد ہزار یا لاکھ بھی قدرت کے راز کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال نہیں کئے جا سکتے۔ قادر کی قدرت کا لیکھا تبھی لکھا جا سکتا ہے اگر لیکھا ہو سکتا ہو۔ لکھنے والے خود ہی ختم ہو جاتے ہیں تو پھر شرح کیسے ہو۔ اے نانک وہ خدا جو دنیا میں بزرگ ترین ہے وہ خود ہی قدرت کی شرح کو جانتا ہے۔

پوڑی - ۲۳

صالاحی صالاح ایتی سُرت نہ پائیآ   ندیآ اَتے واہ پوہِ سمند نہ جانیئاہ

(۱) عارف و صادق اُس کی توصیف کرتے ہیں لیکن اُس سے آگاہ نہیں ہیں جیسے دریا سمندر میں گرتے ہیں مگر وہ تھاہ نہیں پاتے۔

(۲) قابلِ توصیف خُدا کی تعریف عارف و صادق کرتے ہیں مگر اُس کی تھاہ نہیں پاتے بلکہ فنا فی اللہ ہو جاتے ہیں جیسے دریا بحر میں گر جاتے ہیں اور بحر کی شکل اختیار کر لیتے ہیں مگر سمندر کی تھاہ نہیں پا سکتے۔

سمند ساہ سلطان گرہا سیتی مال دھن   کیڑی تُل نہ ہوونی جے تِس مَنہُ نہ وِسیرہِ

(۱) پہاڑ جتنے بڑے دولت کے انبار کا مالک ہو اور سمندر پر بھی حکومت ہو وہ سلطان اُس چیونٹی جتنی عزّت نہیں رکھتا جس کے دل میں یادِ خُدا ہے۔

(۲) سمندروں کے سلاطین جن کے خزائن پہاڑوں جیسے دولت کے انباروں سے پُر ہوں ایک عارف کی نظر میں ایک چینونٹی کی وقعت بھی نہیں رکھتا اگر یا خدایا تو اُس چینونٹی کے من میں بس رہا ہے۔ مُراد دولت مند ایک عارف کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔

پوڑی - ۲۴

انت نہ صِفتی کہن نہ انت انت نہ کرنے دین نہ انت

(۱) تیرے اوصاف لاانتہا ہیں تیری ثنا لامحدود ہے۔ تیری قدرت بے انتہا ہے۔ تیری عطا وبخشش بھی بے شمار ہے۔

(۲) خدا کے اوصاف لامحدود ہیں شمار کرنے سے گنتی نہیں کی جا سکتی۔ انہی عنایتوں اور بخششوں کا بھی شمار نہیں کیا جا سکتا۔

انت نہ وِیکھن سُنن نہ انت

انت نہ جاپَے کیا من منتُ

(۱) آوازوں کی کوئی حد نہیں اور نہ ہی نظاروں کی کوئی گنتی ہے اور الٰہی بھیدوں اور اسراروں کا بھی شمار نہیں ہے۔

(۲) دیکھنے اور سُننے سے اُس کے اوصاف کو معلوم نہیں کیا جا سکتا۔ الٰہی دِل میں کیا خیال ہے اس کا معلوم ہونا ناممکن ہے وہ خیال بھی لامحدود ہے۔

انتُ نہ جاپَے کیتا آکارُ انت نہ جاپَے پارا وارُ

(۱) یہ عالم اور اس میں پیدا شدہ خلقت بے شمار ہے اور تجھ بحر بیکراں کا کوئی ساحل نظر نہیں آتا۔

(۲) خدا نے اس عالم کو پیدا کیا ہے یہ بھی اتنا لامحدود ہے کہ اس کا آر اور پار نہیں دکھائی دیتا۔

انت کارنِ کیتے بِل لاہِ تا کے انت نہ پائے جاہِ

(۱) تیری انتہا دیکھنے کو بے شمار لوگ چلا رہے ہیں لاکھوں کوششیں کرتے ہیں مگر تیرا انت نہیں پا سکتے۔

(۲) بے شمار لوگ خدا کی انتہا دیکھنے کی سعی کر رہے ہیں مگر وہ اتنا بڑا ہے کہ کوئی حد نظر ہی نہیں آتی۔

ایہ انت نہ جانے کوئے بہتا کہیئے بہتا ہوئے

(۱) تیرے انت کو کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی کسی نے تیری تھاہ پائی ہے۔ جتنا وہ تجھے بزرگ کہتے ہیں اُتنا ہی تو اور زیادہ بزرگ ہوتا جاتا ہے۔

(۲) اللہ کے اوصاف حمیدہ جو لامحدود ہیں اور جن کی تلاش میں بے شمار لوگ ہیں کوئی بھی انتہا نہیں پا سکتا۔ ہم جتنا اُسے بزرگ کہتے ہیں یا جہاں تک سالک کی نظر پہنچتی ہے وہ اُس سے اور بزرگ تر دکھائی دینے لگ جاتا ہے۔

وڈا صاحبُ اوچا تھاؤَ اُوچے اُپر اُوچا ناؤَ

(۱) تیری بزرگی کو کوئی نہیں جانتا کیوں کہ یا رب تیرا مقام پاک اور عالی ہے اور تیرا نام ہر بلندی سے بالاتر ہے۔

(۲) خدا بزرگ ہے اس کا مقام عالی ہے۔ اُس کا نام بہت بڑا ہے اتنا بلند ہے کہ عقل و فکر میں آ ہی نہیں سکتا۔

ایوڈ اوچا ہووے کوئے تِس اوچے کو جانے سوئے

(۱) اتنا اونچا کون ہے جو اُس اونچے کو سمجھے جب انسان سب اونچوں سے اونچا ہو جائے گا تب اُس اونچے کو پہچانے گا۔ اگر کوئی اللہ جتنا بزرگ ہو وہی پھر اُسے دیکھ سکتا ہے۔ (اس لئے اس کی بزرگی کا پانا بہت مشکل ہے)

جے وڈ آپ جانے آپ آپ   نانک ندری کرمی داتِ

(۱) خُدا خود ہی اپنی بزرگی اور عظمت کو سمجھتا ہے۔ اے نانک اللہ کی چشمِ کرم سے مجھ پر بخشش اور رحمت ہو۔

(۲) اللہ اپنی بزرگی خود ہی جانتا ہے کہ وہ کتنا بڑا ہے۔ اے نانک ہر بخشش اُس پربھو کی نظرِ مہر سے حاصل ہوتی ہے۔

پوڑی - ۲۵

بہتا کرمُ لِکھتیا نہ جائے   وڈا داتا تِل نہ تمائے

(۱) یہ کون لکھ سکتا ہے کہ اس کی بخشش کتنی بڑی ہے۔ وہ رحیم بہت ہی عالی ہے۔ وہ حرص اور طمع سے بالاتر ہے۔

(۲) خدا عنایتیں اور بخششیں کرنے والا ہے اُسے اپنی ذات کے لئے کوئی طمع نہیں۔ اُس کی بخشش و رحمت اتنی بڑی ہے کہ تحریر میں آ نہیں سکتی۔

کیتے منگہِ جودھ اپار   کیتیا گنت نہی ویچار
کیتے کھپ تُٹہِ ویکار

(۱) بہت سے جنگجو بہادر درِ الٰہی سے بھیک مانگتے ہیں بے شمار بھیک منگے اُس در کے ہیں وہ گنتی میں نہیں آتے۔ جو لوگ بدکار و گنہگار ہیں وہ کتنے بدقسمت

ہیں - بدیوں میں گھل گھل کر زندگی سے لبریز ہیں -
(۲) بے شمار شیر بہادر اور اُن جیسے بہادر اور جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا الٰہی دربار سے بخشش مانگ رہے ہیں - کئی لوگ اُس کی بخششوں کو استعمال کر کے برباد ہو جاتے ہیں -

کیتے لے لے مکر پاہ کیتے مورکھ کھاہی کھاہے

(۱) کئی اُس سے مانگ کر لینے والے صاف مُکر جاتے ہیں - کتنے ہی مورکھ پیٹو کھاتے چلے جاتے ہیں -
(۲) بے شمار خلقت الٰہی در سے نعمتیں حاصل کر کے مکر جاتے ہیں یعنی کبھی اُس کی نعمتوں کا شکر تک بھی نہیں کرتے - بے شمار احمق الٰہی بخششوں کو لے کر کھا جاتے ہیں مگر اُس خدا کو یاد کبھی نہیں کرتے -

کیتیا دُوکھ بھُوکھ سد مار ایہہ بھ دات تیری داتار

(۱) بے شمار لوگ بھوکے مرتے ہیں اور دُکھوں سے جان گنواتے ہیں - اے میرے رحیم یہ بھی تیری ایک رحمت اور بخشش ہے -
(۲) بے شمار لوگوں کی قسمت میں ہمیشہ گرسنگی کی تکلیف ہی ملتی ہے - مگر اے میرے داتا ! یہ بھی ایک تیری بخشش ہی ہے (کیوں کہ تکالیف میں انسان تجھے یاد کرتا ہے اور تیری یاد ایک بہت بڑی بخشش ہے)

بند خلاصی بھانے ہوئے ہور آکھ نہ سکے کوئے

(۱) قید اور آزادی تیری مرضی پر مبنی ہیں - یہ بھلا کس کی طاقت ہے جو یہ کہے یہ مرضی میری مرضی ہے -

(۲) عیش و آرام اور بدیوں کی قید سے رضائے الٰہی کو تسلیم کرنے سے رہائی ملتی ہے۔ رضا کے علاوہ کوئی نیا ڈھنگ نہیں بتا سکتا۔ (حرص اور آز سے آزادی حاصل کرنے کا واحد ذریعہ رضائے الٰہی کو قبول کرنا ہے)

جے کو کھائیک آکھن پائے اوہ جانے جیتیا موہ کھائے

(۱) اگر کوئی احمق اور جاہل تیری باتوں میں کوئی نقص نکالتا ہے جب وہ منہ کی کھاتا ہے تو اس کے ہوش ٹھکانے آجاتے ہیں۔

(۲) اگر کوئی احمق مایہ اور موہ (حرص و آز) سے رہائی کا کوئی دوسرا طریقہ بتائے تو پھر وہی جانتا ہے کہ اس حماقت کے بدلے کتنی چوٹیں اُسے منہ پر کھانی پڑتی ہیں (رضا پر چلنے سے رہائی ملتی ہے۔ اک روز تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے)

آپے جانے آپے دیئے آکھے سے بھی کیئے

(۱) وہ داتا (رحیم) آپ ہی سب کچھ جانتا ہے اور آپ ہی بخشتا رہتا ہے۔ مگر یہ بات کوئی اپنے من سے کہتا ہے۔

(۲) تمام لوگ ناشکرے اور احسان فراموش نہیں ہیں بلکہ بے شمار شکر گذار یہ بات بھی کہتے ہیں کہ خدا خلقت کی ضروریات کو جانتا ہے اور پھر آپ ہی حاجات رفع کرنے کے لئے بخششیں دیتا ہے۔

جس نو بخشے صِفت صالاح نانک پات ساہی پات ساہ

(۱) اللہ جس انسان کو حمد کرنے کی طاقت بخشتا ہے وہ ذی جاہ ہو جاتا ہے۔ اے نانک وہ تو شاہوں کا شاہ بن جاتا ہے۔

(۲) اے نانک جس طالب کو خداوند کریم حمد و ثنا کرنے کی طاقت بخشتا ہے

وہ شہنشاہ بن جاتا ہے (یعنی سب سے بڑی عنایت ایزدی یہ ہے کہ بندہ اُس کی صفات کی تعریف کرنے میں مشغول ہو)

پوڑی - ۲۶

اَمُلَ گُن اَمُل واپار اَمُل واپاریے اَمُل بھنڈار

(۱) تیرے اوصاف بھی انمول ہیں اور تیرا بیوپار بھی انمول ہے۔ تیرے بیوپاری بھی انمول ہیں اور تیرا بھنڈار بھی انمول ہے۔

(۲) خُدا کے اوصاف بیش قیمت اور انمول ہیں اِن اوصاف کی تجارت کرنا بھی انمول ہے اور وہ عارف جو اِن اوصاف کی تجارت کرتے ہیں۔ انمول ہیں۔

اَمُل آوہِ اَمُل لَے جاہِ اَمُل بھائے اَمُلا سماہِ

(۱) انمول یہاں آتے ہیں۔ انمول یہاں لے جاتے ہیں۔ بھاؤ بھی انمول ہے اور وقت بھی انمول ہی پاتے ہیں۔

(۲) جو انسان اس دُنیا میں حمد وثنا اور خُدا کے اوصافِ حمیدہ کا بیوپار کرنے کے لئے پیدا ہوتے ہیں وہ بھی انمول ہیں۔ اور وہ بھی خوش قسمت ہیں جو اوصاف کا سودا خرید کر لے جاتے ہیں اور جو لوگ پربھو پیار میں غرق ہیں وہ بھی انمول ہیں۔

اَمُلُ دھرمُ اَمُلُ دیبان اَمُلُ تلُ اَمُلُ پروان

(۱) تیرا دھرم بھی انمول ہے تیرا دیوان بھی انمول ہے۔ تیرے باٹ بھی انمول ہیں تیری میزان بھی انمول ہے۔

(۲) دربارِ الٰہی اور قوانین الٰہی بھی انمول ہیں وہ باٹ اور میزان بھی انمول ہے جس

سے انسانوں کے نیک وبد اعمال تولے جاتے ہیں۔

اَمُلُ بخیس اَمُلُ نیسانُ اَمُلُ کرم اَمُلُ فرمان

(۱) تیرے رحم وکرم انمول ہیں تیرے فرمان انمول ہیں تیری بخشش بھی انمول ہے اور تیرے نشان کی موہر بھی انمول ہے۔

(۲) اُس کی رحمت اور نشانِ رحمت بھی انمول ہیں۔ خُدا کی بخشش اور حکم بھی انمول ہیں۔

اَملُو اَمُلُ آکھیا نہ جائے آکھ آکھ رہے لِو لائے

(۱) یارب تو کتنا انمول ہے اِس حقیقت کو کون بتا سکتا ہے؟ ساری دُنیا تیری باتیں کہہ کہہ کر تجھ میں دھیان لگاتی ہے۔

(۲) خدا سب قیاسات سے بالاتر ہے اُس کا اندازہ کوئی نہیں لگا سکتا جو انسان مراقبہ میں بیٹھ کر اُس کا اندازہ لگاتے ہیں آخر وہ بھی ہار جاتے ہیں (اندازہ کسی طرح نہیں لگتا)

آکھِ وید پاٹھ پُران آکھ پڑھے کرہہ وکھیان

(۱) ویدوں اور پُرانوں میں (رشی) تیری باتیں کہتے ہیں۔ وعظوں اور بیانوں میں بھی تیرا ہی ذکر ہے۔

(۲) ویدوں اور پُرانوں کے منتر خدا کے متعلق اندازہ لگاتے ہیں۔ واعظ بھی خُدا کا اندازہ لگاتا ہے جب وہ وعظ وتقریر کرتا ہے۔

آکھ برمے آکھِ اِندُ آکھ گوپی تے گووِند

(۱) برہما بھی تیری حمد کرتا ہے۔ اندر بھی تیری تعریف کرتا ہے ہر گوپی بھی تیری تعریف کرتی ہے اور کرشن بھی تیری توصیف کرتے ہیں۔

(۲) شوجی، سدھ۔ بودھ بھکشو سب تیری حمد وثنا کرتے ہیں۔

آکھہ دانو آکھہ دیو آکھہ سُر نرمُن جن سیو

(۱) دیوتے بھی تیری حمد گاتے ہیں اور جنّات بھی تیری ثنا کرتے ہیں۔سب دیوتے انسان،
مرتاض۔جنّات تیرے گُن گاتے ہیں۔

(۲) شِوجی، سِدھ، دیوتے، جنّات، رِشی مُنی۔بھگت و خدام سب تیرے اندازے لگاتے
ہیں اور تیری توصیف کرتے ہیں۔

کیتے آکھہ آکھن پاہِ کیتے کہہ کہہ اُٹھ اُٹھ جاہِ

(۱) تیری حمد گانے والے بہت سے آتے ہیں۔بہت ثنا خواں تیری تعریف کرکے اُٹھ جاتے
ہیں۔

(۲) بے شمار لوگ خدا کا اندازہ لگا رہے ہیں اور بے شمار اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے
ہیں اور بے شمار خلقت اندازہ لگا لگا کر دُنیا سے کوچ کر رہے ہیں۔

ایتے کیتے ہور کرہِ تا آکھ نہ سکیہ کئی کئے

(۱) تیری جتنی دُنیائیں ہیں اگر اُتنے اور جہاں بھی ہوں سب مِل کر بھی تیرے اوصاف کو بیان
کریں تو بھی مخلوق قاصر رہے گی۔

(۲) یارب سے بے شمار خلقت تو نے پیدا کی ہوئی ہے اگر اس سے اور بھی زیادہ خلقت پیدا
کر دے اور پھر یہ سب مِل کر تیرے اندازے لگائیں یا تعریف کریں تو یہ اندازے نہیں لگا سکتے۔

جے وَڈ بھاوَے تے وَڈ ہوئے نانک جانے ساچا سوئے

(۱) جتنا بھی وہ بڑا بننا چاہے اُتنی ہی اُس کی شان بڑھ جاتی ہے۔اے نانک وہی سچا
صاحب اپنی بڑائی کو جانتا ہے۔

(۲) اے نانک خُدا جتنا چاہتا ہے اُتنا ہی بڑا ہو جاتا ہے۔(اُس کی قدرت وسیع ہو جاتی

ہے) وہ ہمیشہ رہنے والا خود ہی جانتا ہے کہ وہ کِتنا بزرگ ہے۔

جے کو آکھے بولُ وِگاڑُ تا لِکھیئے سِر گا وارا گاوارُ

(۱) بدکار ہی اُس کی شان میں گُستاخی کرتا ہے۔ وہ شخص محض گنوار نہیں بلکہ گنواروں کا سردار ہے۔

(۲) اگر کوئی احمق یہ بتانا چاہے کہ خُدا اتنا بزرگ ہے وہ تو احمقوں کا احمق سردار ہے۔

پوڑی - ۲۷

سو در کیہا سو گھرُ کیہا جِت بہہ سرب سمالے
واجے ناد اَنیک اسنکھا کیتے واون ہارے

(۱) وہ گھر اور در کیسا ہے جس میں بیٹھ کر وہ کریم کام چلاتا ہے۔ اِس جگہ سنکھ و ناد، باجے اور ساز بجائے جا رہے ہیں۔

(۲) اے میرے خالق وہ گھر اور در بہت ہی حیران کُن ہے جہاں تو بیٹھ کر کُل مخلوقات کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔ تیرے اِس قدرتی کارخانہ میں بے شمار ساز اور راگ ہیں۔ بے شمار مخلوقات اُن کو بجا رہی ہے۔

کیتے راگ پری سیو کہی ان کیتے گاون ہارے
گاوہِ تہہ نو پون پانی بیستر گاوے راجا دھرم دُوالے

(۱) بے انت راگ اور راگنیاں ہیں اور بے شمار راگی اُن کو گا رہے ہیں۔ پانی، آگ اور یم راج تیرے در پر گا رہے ہیں۔

(۲) دُنیا میں بے شمار راگ اور راگنیاں ہیں اور بے شمار اِن راگوں کو گانے والے

ہیں۔ اے پربھو باد، آب اور (آتش۔ ہوا) تیری توصیف کر رہے ہیں۔ دھرم راج تیرے در پر کھڑا ہو کر تیری بزرگی کے گیت گا رہا ہے۔

گاوہِ چت گپت لِکھ جانہہ لِکھ لِکھ دھرم ویچارے
گاوہِ ایسر برما دیوی سوہن سدا سوارے

(۱) چیتر اور گپت بھی تجھے گاتے ہیں جن کا لکھا دھرم راج بچارتا ہے۔ شوجی، برہما اور دیوی بھی گاتے ہیں جن کا روپ تو خود سنوارتا ہے۔

(۲) کراماً و کاتباً جو خلقت کے بد و نیک اعمال لکھنا جانتے ہیں اور جن کے لکھے پر دھرم راج نظرِ ثانی کرتا ہے اور اُس اعمال نامہ کی بنا پر سزا یا جزا دیا جاتا ہے وہ بھی تیرے اوصاف و بزرگی کے گیت گا رہے ہیں۔ دیوتے، برہما اور شوجی جنھیں تم نے آراستہ پیراستہ کیا ہے وہ بھی تیرے گن گا رہے ہیں۔

گاوہِ اندا سن بیٹھے دیوتیا در نالے
گاوہِ سدھ سمادھی اندر گاوِن سادھ وچارے

(۱) تخت پر بیٹھا اندر گاتا ہے اور در پر دیوتے گاتے ہیں۔ سدھ سمادھی میں تیری توصیف کرتے ہیں اور سوچ میں سب سادھو گاتے ہیں۔

(۲) بے شمار اندر اپنے تخت پر بیٹھے مع دیگر دیوتاؤں کے تیرے دروازے پر تیری حمد و ثنا کے نغمات الاپ رہے ہیں۔ سدھ لوگ مراقبہ میں تیری تعریف کر رہے ہیں۔ سادھو ویچار کر کے تیری ثنا کر رہے ہیں۔

گاوِن جتی ستی سنتوکھی گاوہِ ویر کرارے
گاوِن پنڈت پڑھن رکھشیر جگ جگ ویدا نالے

(۱) جت ست والے صابر گاتے ہیں۔ طاقتور سورمے گاتے ہیں۔ رشی اور پنڈت گاتے ہیں جو ہمیشہ جُگ جُگ وید پڑھتے ہیں۔

(۲) جتی، سخی اور صابر تیری توصیف کر رہے ہیں اور بے شمار طاقتور بہادر تیری بزرگی کے گیت گا رہے ہیں۔ یا خُدایا، پنڈت اور رِشی جو ویدوں کا مطالعہ کرتے ہیں وہ مع ویدوں کے تیری تعریف کر رہے ہیں۔

گاوہ موہنیا مَن موہن سُرگا مچھ پیالے

گاوِن رتن اُپائے تیرے اٹھ سٹھ تیرتھ نالے

(۱) عرش، زمیں اور پاتالوں میں خوبصورت حوریں تیری حمد و ثنا گا رہی ہیں۔ اڑسٹھ تیرتھ، جواہرات، رتن اور ہیرے بھی گاتے ہیں۔

(۲) خوبصورت حوریں جو بہشت، زمین اور پاتال میں ہر جگہ انسان کے دل کو موہ لیتی ہیں تجھے اے خدا گا رہی ہیں۔ یا رب تیرے پیدا کئے ہوئے رتن مع اڑسٹھ تیرتھوں کے تیری توصیف کر رہے ہیں۔

گاوہِ جودھ مہابل سورگاوہِ کھانی چارے

گاوہِ کھنڈ منڈل ور بھنڈا کر کر رکھے دھارے

(۱) جنگی بیر بہادر بھی گاتے ہیں چاروکا ئیں بھی گا رہی ہیں تیرے تھامے قطعات و خطے منڈل اور دنیائیں بھی گاتی ہیں۔

(۲) طاقتور جنگجو اور شیر بہادر تیری صفت کر رہے ہیں۔ چاروں کانوں سے پیدا شدہ مخلوقات (انڈج، جیرج، سویج، اُت بھُج) تیری تعریف کر رہی ہے۔ کُل عالم اور قطعات، و گردش جنھیں تو نے پیدا کر کے ایک جگہ قائم کیا ہوا ہے تیری توصیف کر رہے ہیں۔

سیئی تدھ نوگا وہ جو تدھ بھاون رتے تیرے بھگت دسالے
ہور کیتے گادن سے مے جن چت نہ آون نانک کیا ویچارے

(۱) سب بھگت پریمی جو تیرے من کو بھاتے ہیں تیرے گن گا رہے ہیں۔ اے نانک اور بھی کئی گا دئیے ہیں جو یاد میں بھی نہیں آرہے ہیں۔

(۲) یارب در اصل وہی بھگت جو تیرے عشق میں غرقاب ہو چکے ہیں تیری تعریف کر رہے ہیں جو تجھے اچھے لگتے ہیں بے شمار دیگر لوگ بھی تیری تعریف کر رہے ہیں جنھیں میں شمار نہیں کر سکتا۔ بھلا نانک عاجز کیا سوچ سکتا ہے۔

سوئی سوئی سچ صاحب ساچا ساچی نائی
ہے بھی ہوسی جائے نہ جاسی رچنا جن رچائی

(۱) وہ صاحب ہر دم سچا ہے اور اُس کا نام ہی سچائی ہے وہ ہے اور ہو بھی جاتا ہے۔ گُم نہیں ہوتا جس نے یہ دُنیا پیدا کی ہے۔

(۲) جس خالق نے یہ خلقت پیدا کی ہے وہ حال میں موجود ہے۔ مستقبل میں ہمیشہ رہے گا نہ وہ پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ مرے گا۔ وہ ہمیشہ قائم ہے وہ مالک سچا ہے اور اُس کی بزرگی اٹل ہے۔

رنگی رنگی بھاتی کر کر جنسی مایا جن اُپائی
کر کر ویکھے کیتا آپنا جو تس دی وڈیائی

(۱) گوناگوں قدرت کو رنگا رنگ بنا کر آراستہ کیا ہے۔ آپ ہی بناتا ہے اور آپ ہی دیکھتا ہے یہ کتنی بڑی پربھو کی شان ہے۔

(۲) جس رب نے گوناگوں، رنگارنگ، انواع واقسام اور اجناس کی مایہ (قدرت)

پیدا کردی ہے اور وہ خود اپنی رضا سے اِس گوناگوں خلقت کی دیکھ بھال بھی کر رہا ہے۔
جو تِس بھاوے سوئی کرسی حُکم نہ کرنا جائی
سو پاتِ ساہ ساہاپات صاحب نانک رہن رجائی

(۱) جو وہ چاہتا ہے وہی کرتا ہے اُس کے روبرو کِسی کی کیا مجال۔ اے نانک اُس شہنشاہ کی خاص رضا پر رہنا چاہیئے۔

(۲) خُدا کو جو اچھا لگتا ہے وہی کرتا ہے۔ کوئی ذی روح اُس کے حُکم کو ٹال نہیں سکتا۔ خالق ہمارا بادشاہ بلکہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ اے نانک اُس کی رضا میں رہنا ہی زیب دیتا ہے۔

پوڑی - ۲۸

مُندرا سنتوکھ سرم پت جھولی دھیان کی کرہِ ببھوت

(۱) مندریں ریاضت و قناعت کی ہونی چاہئیں عزّت کی جھولی ہو۔ راکھ کے بدلے تن پر دھیان کی راکھ ہونی چاہیئے۔

(۲) اے جوگی! اگر تو صبر کو اپنی بالین بنائے اور محنت کو کاسۂ گدائی اور جھولی بنائے اور خدا کے دھیان کو جسم پر راکھ کی جگہ لگائے۔

کِنتھا کالُ کو آری کائیا جُگت ڈنڈا پرتیت

(۱) تن کنواری جیسا پاک ہو اور موت کی کفنی کو تو پہنے اور صِدق و یقین کا سونٹا لے کر دِل سے دوئی کو مار نکالے۔

(۲) خوفِ اجل تیری گدڑی ہو۔ جسم کو بدیوں سے محفوظ (دوشیزہ کی طرح) رکھنا

جوگ کی رسم ہو اور عقیدت کو عصائے گدائی بنائے (تب باطل کی دیوار ٹوٹ جائے گی اور باقی حقیقت رہ جائے گی)

آئی پنتھی سگل جماتی من جیتے جگ جیت

(۱) سب فرقوں کو ایک سمجھنا یہی آئی پنتھی کی ریت ہے۔ اگر تو نے من کو جیت لیا تو کُل عالم کو جیت لیا۔

(۲) جو انسان کُل مخلوقات کو اپنے دوست اور پیارے خیال کرتا ہے درا صل وہی آئی پنتھ کا رُکن ہے۔ اگر نفس امارہ پر جوگی غالب آگیا تو اُس نے کُل عالم کو فتح کر لیا۔

آدیس تسے آدیس آدا نیل انادِ اناہت جُگ جُگ ایکو ویس

(۱) اُسی ذات کو سلام اور دائمی سلام ہے جو ازل سے ہی پاک اور ہمیشہ یکساں رہنے والا ہے۔

(۲) باطل کے طلسم کو توڑنے کے لئے صرف اُسی ذات واحد کو سجدہ کرو جو سب کا منبع ہے جو اٹل ہے جو ہمیشہ یکساں حالت میں رہتا ہے۔

پوڑی - ۲۹

بُھگت گیانُ دیا بھنڈارِن گھٹِ گھٹِ واجہِ ناد

(۱) گیان کو اپنا بھوجن سمجھ اور رحم تیرا بھنڈاری ہو ہر من میں جو ناد بجتا ہو وہ ناد گویا تیری کلکاری ہو۔

(۲) اے جوگی اگر معرفتِ الٰہی تیری خوراک ہو۔ رحم اس خوراک کا تقسیم کرنے والا

ہو۔ ہر ذی روح میں جو زندگی کی رَو چل رہی ہے وہ تیری رَو ہو یا یہ تیرا ناد ہو۔

آپ ناتھ ناتھی سبھ جاکی رِدھ سِدھ اورا سَاد

(۱) جس ناتھ نے کُل مخلوقات کو ایک ناتھ میں ناتھا ہوا ہے وہ تیرا رہنما ناتھ ہو دنیوی امیر سے تیرا ساتھ فضول ہے۔ کشف و کرامات پھیکی ہیں۔

(۲) تیرا ناتھ (رہنما) خود خُدا ہو۔ جس کے تحت کل عالم ہے (اِس طرح جزو اور کُل کا حاصِل ہو جاتا ہے) ریاضت یا جوگ کی رسم سے حاصِل شدہ معجزات اور کشف و کرامات فضول ہیں۔ یہ ذائقے تو کسی دوسری طرف لے جانے والے ہیں۔

سنجوگ وِجوگُ دوِ کار چلاوہِ لیکھے آوہِ بھَاگ

(۱) وصل اور ہجر یہ دونوں دُنیا کا کام چلا رہے ہیں۔ قسمت میں لکھا حصّہ ہمیں مِل جاتا ہے۔

(۲) وصل اور فصل کی دو الٰہی طاقتیں کارخانۂ عالم کا کام چلا رہی ہیں (پیدائش اور موت) گذشتہ اعمال کی بنا پر رشتہ داریاں قائم ہو جاتی ہیں۔ اور پھر اپنی اپنی باری سے جُدا ہو جاتے ہیں۔ اعمال کی بنا پر انسان کی قِسمت بن جاتی ہے۔

آدیسُ تِسے آدیسُ آدِ انیل انادِ اناہت جُگ جُگ ایکو ویں

اُسی ذات واحد کو سلام ہے جو ازل سے پاک اور ہمیشہ یکساں حالت میں رہنے والا ہے۔

پوڑی ۔ ۳۰

ایکا مائی جُگت وِیائی تن چیلے پروان

(۱) کہا جاتا ہے کہ مایہ مائی (قدرت) خُدا کے پاس آئی تو اُس نے تین دیوتاؤں کو جنم دیا جن کے ہاتھ یہ خدائی ہے۔
(۲) اہل ہنود میں یہ روایت ہے کہ مایہ کا اجتماع ہوا اور ظاہر طور پر اُس کے تین فرزند پیدا ہوئے۔

اِک سنساری اِک بھنڈاری اِک لائے دیبان

(۱) ایک خلقت کو پیدائش دیتا ہے اور ایک روزی پہنچاتا ہے اور ایک جہان کے اعمال جانچنے کے لئے کچہری لگاتا ہے۔
(۲) (تینوں دیوتاؤں) اُن میں سے ایک برہما ہے جو خانہ داری میں مشغول ہوا (مخلوقات کی پیدائش کا باعث بنا) اور ایک وِشنو تھا جو رزاق مقرر ہوا (یعنی وِشنو خلقت میں روزی بانٹتا ہے) اور ایک شوجی ہوئے جو اہلِ جہاں کے اعمال جانچنے کے لئے دیوان (کچہری) لگاتا ہے (قیامت پیدا کرتا ہے)

جو تِسُ بھاوے تِوے چلاوے جِو ہووے فرمان

(۱) سچ بات یہ ہے کہ دُنیا خدا کے حکم سے چلتی ہے۔ جیسا اُس کا حُکم ہوتا ہے ویسے ہی جہاں کا کام چلتا ہے۔
(۲) جس طرح بھی خُدا چاہتا ہے اور جس طرح اُس کا حکم ہوتا ہے اُسی طرح اِس عالم کا نظام چلتا ہے۔ (برہما شِوا اور وِشنو تو محض اُس کی طاقتوں کے نام ہیں) یعنی مشیت ایزدی کے تحت سب کچھ ہو رہا ہے۔

اُوہ ویکھے اونا ندر نہ آوے بہتا ایہہ وِڈان

(۱) اللہ ہر دم سب کی دیکھ بھال کرتا ہے مگر یہ امر حیران کُن ہے کہ خود سب

کی آنکھوں سے اوجھل ہے۔
(۲) مگر یہ حیرانگی کی بات ہے کہ وہ خُدا سب کو دیکھ رہا ہے مگر مخلوقات کو وہ دکھائی نہیں دے رہا۔
آدیس تِسے آدیس آدا نیل انادا ناہت جُگ جُگ ایکو ویس
(۱) اُسی ذات کو سلام ہے جو ازلی اور ابدی ہے اور ہمیشہ وہ ذات پاک ایک ہی بھیس میں رہتی ہے۔

پوڑی - ۳۱

آسن لُوئے لُوئے بھنڈار جو کچھ پائیا سُ ایکا وار
(۱) ہر دُنیا میں اسی کا تخت ہے ہر عالم میں اُس کا ذخیرہ ہے جب بھی وہ رازق بھرتا ہے تو ایک بار ہی ذخیرہ پُر ہو جاتا ہے۔
(۲) پرماتما کے بھنڈارے ہر جہان میں موجود ہیں۔ جو کچھ بھی خُدا نے اُن میں ایک دفعہ ڈال دیا وہ متواتر بھر پور چلے آ رہے ہیں۔
کر کر ویکھے سِرجنہار نانک سچے کی ساچی کار
(۱) آپ ہی وہ بناتا ہے اور آپ ہی دیکھتا ہے سب کا وہ خالق ہے۔ اے نانک اُس کے سب کام سچے ہیں کیوں کہ وہ سچی سرکار ہے۔
(۲) خالق خلقت کو پیدا کر کے اُن کی دیکھ بھال (حفاظت) کر رہا ہے۔ اے نانک اُس سچی سرکار کے تمام کام سچے ہیں۔
آدیس تِسے آدیس آدا نیل انادا ناہت جُگ جُگ ایکو ویس

اُسی کو ہمیشہ آدیس ہے جو ہمیشہ یکساں حالت میں ہے اور ازلی و ابدی پاک مقدس ہستی ہے۔

پوڑی - ۳۲

اِکدُو جیبھو لکھ ہو۪ہِ لکھ ہووہِ لکھ وِیس

(۱) اگر میرے مُنھ میں ایک زبان کی بجائے لاکھوں زبانیں آجائیں اور پھر ایک ایک زبان میں بیس زبانیں ہو جائیں یوں بیس گنا ہو جائیں۔
(۲) اگر ایک زبان سے لاکھ زبانیں بن جائیں اور لاکھ زبان سے بیس لاکھ زبانیں پیدا ہو جائیں۔

لکھُ لکھُ گیڑا آکھی اِہ ایک نام جگدیس

ایت راہِ پت پوڑیا چڑھئے ہوئے اکیس

(۱) ان لاکھوں زبانوں پر جب میں خدا کا نام لاکھوں بار لوں اس طرح مالک کے زینہ پر چڑھ کر اُسی ذات میں مل کر ایک ہو جاؤں۔ پھر بھی وہ بیکراں ہے۔
(۲) اگر ان بیس لاکھ زبانوں پر خدا کے ایک نام کو ایک ایک لاکھ دفعہ پکاریں (ایسا عمل کرنے سے بھی اگر دل میں تکبّر ہے تو قرب حاصل نہیں ہو سکتا) رہِ طریقت میں الٰہی منزل تک پہنچانے کا صرف یہی ایک زینہ ہے اور وہ ہے خودی کا ترک کرنا۔ خودی ترک کر کے ہی زینہ الٰہی پر چڑھا جا سکتا ہے۔

سُنِ گلاّ آکاس کی کیٹا آئی ریس نانک ندری پائیے کوڑی کوڑے ٹھیس

(۱) اے نانک عرش کی باتیں سُن کر کیڑوں کو بھی ریس آجاتی ہے وہ بالغرور بکواسی اور جھوٹے ہیں خدا تو رحمت سے خود ملتا ہے۔

(۲) خودی ترک کرنے سے اور صرف ظاہرہ نام جپنے سے منزلِ الٰہی تک پہنچنا ایسا ہے۔ جیسے ایک کیڑا عرش پر پہنچنے کی ریس کرے۔

پوڑی ـ ۳۳

آکھن جورُ چپے نہ جورُ   جورُ نہ منگن دین نہ جورُ

(۱) نہ گفتار پر زور ہے اور نہ ہی خاموشی پر زور ہے۔ دینے پر کوئی زور نہیں اور نہ ہی نصیب لینے پر کوئی زور ہے۔

(۲) گفتار اور خاموشی پر ہمارا کوئی اختیار نہیں نہ ہی گدائی پر اور نہ ہی بخشش پر ہماری من مرضی چلتی ہے۔

جور نہ جیون مرنِ نہ جور   جورُ نہ راج مالِ منِ سور

(۱) زندگی اور موت پر بھی کوئی زور نہیں۔ دولت، حکومت۔ فرمان شاہی پر بھی کوئی زور نہیں۔

(۲) حیات اور اجل بھی ہمارے اختیار سے باہر ہیں۔ شاہی سلطنت اور منشور (شاہی فرمان) دولت و ثروت حاصل کرنے میں بھی ہمارا کوئی زور نہیں جس سلطنت کو اپنی خیال کر کے ہم متکبر ہو جاتے ہیں....

(وہ عنایت ایزدی ہے۔)

جوُر نہ سُرتی گیانِ ویچار   جور نہ جگتی چھٹے سنسار

(۱) سُرتی پر بھی کوئی دعویٰ نہیں۔ گیان دھیان پر بھی کوئی زور نہیں سنسار سے نجات حاصل کرنے اور عرفان پر بھی زور نہیں۔
(۲) روحانی بیداری، عرفان اور عقل وفکر پر ہمارا کوئی اختیار نہیں، اس رازِ پنہانی پر جس کی بدولت بحرِ عالم سے نجات حاصل ہوتی ہے ہمارا کوئی زور نہیں۔

جِس ہتھ جوُر کر ویکھے سوئے   نانک اُتم نیچ نہ کوئے

(۱) جس کے بازو میں زور ہو وہ طاقت لگا کر دیکھے۔ اے نانک زور سے اتم کون ہے اور زور سے بھلا کون نیچا ہے۔
(۲) وہ خدا جس کے ہاتھ میں سب طاقتیں اور اختیارات ہیں خود دنیا پیدا کر کے اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اے نانک! شخصی طور پر نہ ہی کوئی اعلیٰ ہے اور نہ ہی کوئی ادنیٰ ہے (اعلیٰ اور ادنیٰ اُسی کے بنائے ہوئے ہیں)

پوڑی ۔ ۳۴

راتی رُتی تھتی وار

اُس مالک نے رات اور موسم بنائے۔ چاند (قمری و شمسی) کی تاریخیں بنائیں۔ دن یوم اور وید پیدا کئے۔

پون پانی اگنی پاتال   تِس وِچ دھرتی تھاپ رکھی دھرم سال

(۱) زمین کے اندر پانی آگ، ہوا اور پاتال ہیں۔ ان سب کے اندر

دھرم سرا ہے اور یہ دھرتی کا مندر ہے۔

(۲) رات، موسم، تاریخ، دن۔ ہوا۔ آب، آتش اور پاتال ۔ اِن تمام کے اجتماع میں خالق نے زمین کو ایمان حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دیا ہے (زمین کو ذریعہ عناصر میں قائم کر کے ذریعہ نجات بنایا ہے)

تِس وِچ جِنہ جگت کے رنگ تِن کے نام اینک اننت

(۱) گوناگون خلقت ہے اور اس کے کاموں کا کوئی شمار نہیں رنگوں اور ناموں کا بھی کوئی انت نہیں ہے۔

(۲) اِس زمین پر انواع اقسام کی مخلوقات آباد ہے۔ جن کے بے شمار نام ہیں۔

کرمی کرمی ہوئے ویچار سچا آپ سچا دربار

(۱) جیسے کوئی کرم کمائے گا ویسا ہی پھل پائے گا۔ رب سچّا ہے اور اس کا دربار بھی سچا ہے جہاں اجر مِل جائے گا۔

(۲) گوناگوں خلقت کے اعمال کے مطابق دربارِ الٰہی میں انصاف ہوتا ہے کیوں کہ وہ خالق عادل اور سچّا ہے اور اُس کا دربار (عدالت) بھی سچّا ہے۔

تتھے سوہن پنچ پروان ندری کرم پوئے نیسان

(۱) دربارِ الٰہی میں مقبول خدا زیب دیتے ہیں اور اِن سب کو عزّت سے نوازا جاتا ہے الٰہی رحمت سے اُن کو خاص نشان مِلتا ہے۔

(۲) اُس دربار میں خُدا رسیدہ لوگ زیب دیتے ہیں۔ اُس رحیم کی بخشش سے اُن اہل اللہ کو عزّت کا نشان مِلتا ہے۔

کچ پکائی اوتھے پائے ۔ نانک گیا جاپے جائے

(۱) جب درگاہ میں انسان آئیں گے تو کچّے اور پکّے کی پرکھ ہوگی۔ اے نانک رب کے پاس پہنچ کر سب پہچانے جائیں گے۔

(۲) اِس دُنیا میں اعلیٰ اور ادنیٰ کہلانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ خامی اور پختگی دربارِ الٰہی میں پرکھی جاتی ہے۔ اے نانک خدا کے دربار میں ہی خام اور پختہ کا پتہ چلتا ہے۔

پوڑی - ۳۵

دھرم کھنڈ کا ایہو دھرم گیان کھنڈ کا آکھہُ کرم

(۱) دھرم کی منزل کا یہ دھرم تھا اور اب گیان کھنڈ کا حال کھول کر سُنایا جائے گا۔

(۲) خطۂ ایمان کا یہی فرض تھا (جو مذکورہ بالا ہے) اب علم معرفت کے خطہ کا حال سُنئے۔

کیتے پون پانی ویسنتر کیتے کان مہیس

کیتے برمے گھاڑت گھڑی اہ روپ رنگ کے ویس

(۱) بے شمار آگ، ہوائیں، کرشن اور مہیش اور بے شمار برہمے جو شکلیں، روپ اور بھیس ڈھالتے ہیں۔

(۲) خُدا کی دُنیا میں مختلف ہوائیں، پانی اور آگ وغیرہ میں بے شمار کرشن ہیں اور بے شمار شوجی ہیں۔ کئی برہمے ہیں جن کے کئی روپ، رنگ اور بھیس ہیں۔

کیتیا کرم بھُومی میر کیتے دُھو اُپدیس

کیتے اِندچند سور کیتے کیتے منڈل دیس

(۱) بے شمار اعمال کی دُنیائیں ہیں اور کئی سمیر پربت، دھرو اور اُپدیش ہیں۔ کتنے ہی اِندر، چاند، سورج، قطعات، طبقاتِ عرض ہیں۔

(۲) قادر کی قدرت کے زیر بے شمار زمینیں ہیں، بے شمار سمیر پربت، بے شمار دھرو بھگت (قطب) اور اُن کے پند ونصائح ہیں۔ بے شمار اِندر دیوتے، بے شمار چاند، بے انت سورج اور بے انت قطعاتِ ارض ہیں۔

کیتے سِدھ بُدھ ناتھ کیتے کیتے دیوی ویس
کیتے دیو دانو مُنِ کیتے کیتے رتن سمند

(۱) بے شمار دیویٔں، سِدھ، بودھ اور ناتھ اور بے شمار سمندر، لعل، جواہرات، جنّات اور فرشتے۔ مُنی ہیں

(۲) بے شمار سِدھ ہیں اور بے انت مہاتما بُدھ کے اوتار ہیں۔ بے شمار ناتھ اور دیوتوں کے لباس ہیں۔ بے شمار فرشتگاں اور جنّات ہیں۔ بے شمار رِشی مُنی ہیں۔ مختلف اقسام کے بے شمار جواہرات اور لعل ہیں۔ بے شمار ہی سمندر رہیں۔

کیتیا کھانی کیتا بانی کیتے پات نرِند کیتیا سُرتی سیوک کیتے نانک انت نہ انت

(۱) بے شمار کانیں اور زبانیں ہیں اور کتنے ہی بادشاہ گذر چکے ہیں۔ اے نانک بے شمار عارف ہو گذرے ہیں۔

(۲) بے شمار کانیں ہیں بے شمار زبانیں اور بولیاں ہیں۔ بے شمار سلاطین ہیں۔ بے شمار خدّام ہیں۔ اے نانک اس عالم کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

پوڑی - ۳۶

گیان کھنڈمہہ گیانُ پرچنڈ تتھے ناد بنود کو ڈانند

(۱) یہ گیان کی منزل تھی جو نورانی اور عرفانی ہے اس خطہ میں معرفت کے نغمے ہیں اور لاکھ طرح کی روحانی خوشی ہے۔

(۲) گیان کی منزل میں (حالتِ عرفانی میں) معرفت ہی طاقتور ہے۔ اِس حالت میں گویا سب قسم کے نغمات، رنگ تماشوں اور کراماتوں کا ذائقہ نصیب ہوتا ہے۔

سرم کھنڈ کی بانی روپ تتھے گھاڑت گھڑیئے بہت انوپ

(۱) جدّوجہد کی منزل وہ منزل ہے جس میں خوبصورت شکلیں ہیں جو شئے بھی اس میں گھڑی جاتی ہے وہ عجب روپ رکھتی ہے۔

(۲) منزلِ ریاضت کی بناوٹ خوبصورت ہے۔ اِس حالت میں دِل خوبصورتی سے سانچے میں ڈھالا جاتا ہے۔

تاکیا گلا کتھیا نہ جاہِ جے کو کہے پِچھے پچھتائے

(۱) جو کچھ اس میں ہوتا ہے وہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ جو اُسے بیان کرتا ہے آخر پچھتاتا ہے۔

(۲) اس حالت کی باتیں بتائی نہیں جا سکتیں۔ اگر کوئی عارف بیان کرتا ہے تو اپنی کمزوری کی وجہ سے شرم سار ہوتا ہے کیوں کہ اُس کا مقدور ہی نہیں کہ بیان کر سکے۔

تِتھے گھڑیئے سُرتِ مت مِن بُدھ تِتھے گھڑیئے سُرا سِدھا کی سُدھ

(۱) ہوش، عقل، دِل، دانش اِن کی شکل کو سنوارا جاتا ہے۔ اولیا اور فرشتوں کی عقل بھی سنواری جاتی ہے۔

(۲) جدّوجہد یا حالت ریاضت میں انسان کی عقل و فکر کو گھڑا جاتا ہے اور من میں بیداری پیدا ہوتی ہے۔ اس جدّوجہد کی منزل میں فرشتوں اور رِشیوں جیسی عقل بن جاتی ہے۔

پوڑی - ۳۷

کرم کھنڈ کی بانی جور   تِتھے ہور نہ کوئی ہور

(۱) کرم کی منزل میں ہر بات زور کی ہے۔ اس میں کوئی غیر نہیں پہنچ سکتا۔

(۲) سخاوت وعنایت کی حالت کی بناوٹ طاقت ہے (یعنی سالک کا دِل اتنا طاقت ور ہو جاتا ہے کہ بدیاں اُس پر اثر نہیں کر سکتیں) کیوں کہ اُس حالت میں سوائے اللہ کے کوئی دوسرا رہ ہی نہیں جاتا۔

تِتھے جودھ مہابل سور   تِن مہہ رامُ رہیا بھرپور

(۱) اِس منزل میں شہ زور اور شیر بہادر ہی پہنچیں گے جن میں رام کی قوت ہے اور اس سے بھرپور ہیں۔

(۲) اس حالت والے لوگ شہ زور ولی متصوّر ہیں اُن کے نس نس میں رام بھرپور ہے۔

تِتھے سیتو سیتا مہما ماہِ   تاکے رُوپ نہ کتھنے جاہِ

(۱) اس منزل میں سیتا ماتا عزّت سے رہتی ہیں جن کے روپ اور زینت کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) اس حالت رحمت میں انسان کا دِل الٰہی حمد میں پرویا جاتا ہے اور اُن کا روپ اتنا خوبصورت ہے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔

نا اوہِ مرہِ نہ ٹھاگے جاہِ   جن کے رام وسے مَن ماہِ

(۱) نہ اُنھیں موت مار سکتی ہے اور نہ ہی ٹھگے جاتے ہیں جن کے من میں رام رہتا

ہے اُنھیں کون تنگ کر سکتا ہے۔

(۲) جن کے دل میں یادِ اللہ ہے وہ روحانی موت نہیں مرتے اور مایہ (قدرت) اُن پر اثر نہیں کر سکتی۔

تِتھے بھگت وسہِ کے لوُ ۔ کرہِ انندُ سچّا مَنِ سوئے

(۱) اس منزل میں دُنیا کے سب نیک، بھگت خوش رہتے ہیں۔ سچے رب سے لَو لگا کر شاد رہتے ہیں۔

(۲) اس حالت میں مختلف قطعات ارض کے بھگت (مرتاض) رہتے ہیں جو ہمیشہ خوش رہتے ہیں۔ کیوں کہ وہ سچّا خُدا اُن کے من میں موجود ہے۔

سچ کھنڈ وَسَے نِرنکار ۔ کرِ کرِ دیکھے ندرِ نہال

سچ کی منزل میں نرنکار (لاشریک) بستا ہے۔ آپ ہی عالم کو بنا کر دیکھتا ہے اور رحمت سے خلقت کو خوشحال کرتا ہے۔

تِتھے کھنڈ منڈل وربھنڈ ۔ جے کو کتھے تہ انت نہ انت

(۱) سچ کی منزل میں لاکھوں خِطّے، گردشیں اور جہان ہیں۔ اِن کا ذِکر نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ یہ بے شمار ہیں۔

(۲) فنا فی اللہ ہونے کی حالت میں انسان کو بے شمار قطعاتِ ارض۔ بے شمار گردشیں بے شمار دُنیائیں نظر آتی ہیں۔ اگر کوئی انسان اُن کا بیان کرنا چاہے تو اُن کی انتہا کو نہیں پا سکتا۔

تِتھے لوُ لوُ آکار ۔ جِنوَ جِنوَ حُکمُ تِوئے کار

(۱) اس منزل میں بے شمار شکلیں ہیں اور بے شمار ہی جہان ہیں جیسے حکم الٰہی ہوتا ہے

ویسے یہ سب کام کرتے ہیں۔

(۲) اس حالت میں بے شمار جہان دکھائی دیتے ہیں۔ خدا کے حکم کے مطابق نظامِ عالم چل رہا ہے۔

ویکھے وِگسے کر وِیچارُ نانک کتھنا کرڑا سارُ

(۱) جو غور سے دیکھتا ہے وہ لُطف اندوز ہوتا ہے۔ اے نانک جو اظہار کرتا ہے وہ لوہے کے چنے چباتا ہے۔

(۲) خُدا بچار کرتا ہے اور دیکھ بھال کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ اے نانک اِس حالت کا بیان کرنا بہت ہی مشکل ہے۔

پوڑی - ۳۸

جت پاہارا دھیرج سُنیار اہرن مت وید ہتھیار

(۱) اے سالک تو تقویٰ کی بھٹی بنا اور استقلال کا سُنار بنا۔ عقل کو اہرن بنا کر، علم معرفت کو تو اوزار بنا۔

(۲) اگر تقویٰ کی دُکان ہو، استقلال زرگر بنے اور عقل اہرن ہو اور اُس اہرن پر معرفت کا ہتھوڑا لگے۔

بھَو کھلا اگن تپ تاو بھانڈا بھاو امرت تِت ڈھال

(۱) خدا کے خوف کی دھونکنی ہو۔ ریاضت کا تاو تپا من کے پریم کی کٹھالی میں رکھ کر ذرا آنچ کو بھڑکا

(۲) اگر خوفِ خُدا دھونکنی ہو۔ ریاضت کی آتش ہو۔ محبّت کی کٹھالی ہو۔ اُس

کٹھالی میں اللہ کا نام جو آب حیات ہے ڈالو۔

گھڑیئے سبد سچی ٹکسال

(۱) یہاں اِس ٹکسال میں سچے نام کی مہریں اے سالک! گھڑلے۔

(۲) اس سچی ٹکسال میں مرشد کی ہدایت کی مہر گھڑی جا سکتی ہے۔

جس کو ندر کرمُ تِن کار نانک ندری ندرِ نہال

(۱) جس پر مہر کی نظر ہو وہی طالب اِس ٹکسال کو قائم کرتا ہے۔ اے نانک جس پر مہر کی نظر ہو وہی نہال ہوتا ہے۔

(۲) یہ کام اُن عارفوں کا ہے جن پر نظر مہر ہوتی ہے اور رحمت ہوتی ہے۔ اے نانک! اِس قسم کے اہل اللہ خدا کی نظرِ مہر سے مقبول دو جہاں ہو جاتے ہیں۔

شلوک

پَون گرو پانی پتا ماتا دھرت مہت دِوس رات دوِ دائی دائیا کھیلے سگل جگت

(۱) پانی باپ، ہوا مرشد اور زمین ہماری مادر محترمہ ہے۔ رات دائی، دِن کِھلاوا ہے جن کی آغوش میں جہان کھیلتا ہے۔

چنگیائیا بُرئیائیا واچے دھرم ہدور کرمی آپو آپنی کے نیڑے کے دُور

یم راج دربارِ الہٰی میں مخلوقات کے نیک اور بداعمال کو بچارتا ہے۔ جیوا اپنے اعمال کے مطابق کوئی قربِ الہٰی پاتا ہے تو کوئی دور ہو جاتا ہے۔

جنِ نام دھیایا گئے مسقت گھال نانک تے مکھ اُجلے کیتی چھُٹی نال

اے نانک جن عارفوں نے خدا کی حمد و ثنا کی ہے اُن کی محنت و مشقت کامیاب ہے وہ سُرخ رو لوگ ہیں اُن کی صحبت میں اور لوگ بھی نجات پا گئے ہیں۔

فرہنگ

شلوک

اِک اونکار (س)۔ ੴ تلفظ کے وقت اِس کے تین حِصّے کئے جاتے ہیں، اک = واحد اُوں = اوم = کسی سوال یا جواب کی حالت میں "جی ہاں" کہنا یہاں اِس کے معنی ہیں وہ واحد ہستی جو لاشریک، بے مثال و بے عدیل ہے۔

ست نام (ہ) جس کا نام سچ ہے۔ لفظ ست سنسکرت کے "ستیہ" سے ماخوذ ہے۔ پُرکھ (ہ) = آتما۔ عالم۔ روح = وہ ہستی جو کُل عالم میں موجود ہے۔ اکال مورت (ہ) وہ ذات جو موت سے بالاتر ہے۔ اجونی (ہ) جُون کے بغیر۔ پیدائش سے بالاتر۔ آد (ہ) ابتدا سے سچ (ہ) (پراکرت) ہونیوالا۔ ہستی والا۔ جُگاد (ہ) ازلی نانک (ہ) اے نانک! ہوسی (ہ) ہوگا۔ رہے گا۔

پوڑی ۔ ۱

سوچے (اپ بھرنش۔ پاک رہنے والا۔ متقی۔ سوچ (اپ بھرنش) پاکیزگی، تقدس نہ ہووی (ہ) نہیں ہو سکتی۔ سوچی (اپ بھرنش) میں پاکیزگی رکھوں۔ چُپکے = (ہ) خاموش رہنے سے۔ چُپ (ہ) خاموشی، سکونِ قلب۔ لائے رہا (ہ) میں لگائے رکھوں۔

لوتار (ہ) لگاتار مراقبہ۔ بُھکھ (ب) بھوک، حرص و آز۔ نہ اُتری (ہ) دُور نہیں ہوسکتی۔ نبھا (ب) اگر باندھ لوں۔ پُری (ہ) طبقات ارض۔ شہر پُر یا بھار (پ) سب لوگوں کے بوجھ بھار (پ) بوجھ، دولتوں سے پُر خزائن سہس (اپ بھرنش) ہزاروں سیانپا (اپ بھرنش) (پ) چترائی۔ ہوشیاری۔ ہوہِ (اپ بھرنش) ہوں اِک (پ) ایک بھی عقل مندی کو (اپ بھرنش) کس طرح۔ ہوئی اے (پ) ہوسکتے ہیں۔ کوڑے پالِ (ہ) پردۂ باطل۔ باطل کی دیوار۔ سچیارا (اپ بھرنش) راستی کا مظہر، سچ کا گھر حُکمی (ف) حُکم میں رضائی۔ رضا میں یا رضا والا خُدا نال (پ) شروع سے۔

پوڑی۔ ۲

حُکمی حُکم میں، الٰہی حکم کے مطابق ہوون (پ) ہوتے ہیں۔ آکار (ہ) شکلیں۔ صورت۔ نہ کہیا جائی (پ) بیان نہیں کیا جاسکتا۔ جئی (پ) جیو، مخلوقات وڈیائی (پ) بزرگی۔ عزت۔ جلال اُتم (ہ) اچھا۔ عمدہ، نفیس لِکھ (پ) لکھ کر۔ تحریر کے مطابق پائی اِہ (پ) پاتے ہیں۔ اکنان (پ) کئی انسانوں کو بخشیں (ف) بخشش، رحمت اِکِ (پ) بہت سے لوگ بھوائی اِہ (ب) آواگون کے چکر میں ڈالے جاتے ہیں۔ حُکمے اندر (ف) رب کے حُکم کے زیر سبھ کو (پ) ہر ایک باہر حُکم (ف) حُکم سے خارج .... حُکمے (ف) حُکم کو بوجھے (پ) سمجھ لے۔ ہوے کہہ نہ (پ) میں! میں!! نہیں کہتا، غرور کی آواز نہیں نکالتا۔

پوڑی۔ ۳

کو (پ) کوئی شخص تان (پ) بل، طاقت کِسے (پ) جس کسی

شخص کو یا میں داتِ (ہ) بخشی ہوئی نعمتیں نیسان (ف) نشان، بخشس کا نشان۔ نشان
رحمت چار (پ) خوبصورت وِدیا (ہ) علم کی بدولت وِکھم (رب بھرنش) مشکل، کٹھن
ویچار (ہ) گیان، معرفت۔ فکر ساج (ہ) پیدا کر کے تنُ (پ) جسم کو کھیہ (پ) راکھ۔ خاک،
خاکستر جنی (پ) روح جیو آتما کے (پ) لیکر دیہہ (پ) دے دیتا ہے جاپئے (پ)
دکھائی دیتا ہے ہادر اہدور (ق) حاضر ناظر۔ سب جگہ حاضر کتھنا (پ) کہنا، بیان کرنا
توٹِ (پ) کمی کھتی کہہ کر۔ کتھِ کتھِ کتھی (ہ) کہہ کہہ کر کہا ہے۔ کوٹِ (ہ) کروڑ۔ دیندا (پ)
دہندہ، رب دے (پ) دیتا ہے لیندے (پ) لینے والے تھک پاہِ (ہ) تھک جاتے
ہیں۔ جُگا جُگنتر (ہ) ہمیشہ سے۔ ہر زمانہ میں کھاہی کھاہِ (پ) کھاتے ہی کھاتے ہیں استعمال
کئے چلے آرہے ہیں حُکمی (ف) خُدا حکمی حُکم (ف) حُکمِ الٰہی راہ (ف) راستہ، کارِجہان
وِگسے (ہ) کِھل رہا ہے۔ مسرور، خوش بے پرواہ (ف) بےفکر۔ غنی۔

پوڑی ۔ ۴

ساچا (ہ) ہمیشہ قائم رہنے والا نائے (ہ) انصاف۔ اصول۔ نام کے ذریعہ
بھاکھیا (ہ) بولی بھاو (پ) پریم، محبت۔ پیار اپار (ہ) بے انت۔ بےشمار آکھہہ (پ)
ہم کہتے ہیں منگہہ (پ) ہم مانگتے ہیں دیہہِ دیہہِ (پ) ہم پر بخشش کر۔ پھیر (پ) پھر۔ دوبارہ
کِ (پ) کیا، کون سی شے اگے (پ) خُدا کے حضور رکھیئے (پ) ہم رکھیں جِت —
(پ) جس نذرانہ کی بدولت دِسے (پ) دکھائی دے مُنہُ (پ) مُنہ سے کِ بولن (پ)
کون سا سخن جِت سُن (پ) جسے سُن کر دھرے (پ) کرے۔ جِتُ (پ) جس سخن کی بدولت
امرت (ہ) آبِ حیات امرت ویلا (پ) الصبح۔ نور کا تڑکا سچ (اپ بھرنش) ہمیشہ قائم
رہنے والا۔ ناؤ (پ) اسمِ خُدا وڈیائی ویچار (پ) بزرگیوں کی فکر سوچ۔ کرمی (ہ)

اللہ کی نظرِ مہر سے کرم (ف) بخشش۔ مہر۔ رحمت کپڑا (پ) پیار کا خلعت ندری (ف)
سب کی نظرِ مہر سے موکھ (پ) مکتی، نجات دُوآر (پ) درِ الٰہی ایوئے (پ) اس طرح
جانئے (پ) جان لیتے ہیں۔ سبھُ = سب جگہ سچیار (اپ بھرنش) راستی کا گھر۔

پوڑی - ۵

تھاپیانہ جائے (ہ) قائم نہیں کیا جاسکتا۔ کیتانہ ہوئے (ہ) کسی دوسری طاقت سے
بنایا نہیں بنتا۔ نہ ہوئے (ہ) ہستی میں نہیں آتا آپے آپ (پ) خود بخود سوئے (پ) وہ خدا
نرنجن (ہ) مایہ کے بغیر۔ قدرت سے بالاتر جن (ب) جس انسان نے تن (پ) اُس شخص
نے مان (ہ) عزت۔ تعظیم وتکریم گنی ندھان (ہ) اوصاف کے خزانہ کو گاوے = توصیف
کریں منی (ہ) من میں۔ دل میں رکھیئے (پ) جگہ دیں۔ دِل میں بٹھائیں بھاو (ہ) عشقِ
الٰہی ربّی پیار دُکھ پرہر (ہ) دُکھ کو دور کرکے گھر (پ) گھر میں۔ دِل میں لے جاتے (پ)
لے جاتا ہے۔ فائدہ اُٹھاتا ہے گورمکھ (پ) گورو یعنی مُرشد کے ذریعہ۔ وہ مُرید جو مُرشد کے
حضور سرِ تسلیم خم رکھتا ہے۔ نادنگ (س) آواز۔ زندگی کی رَو۔ نام ویدنگ (س) علم
معرفت۔ گیان۔ رہیا سمائی (ہ) سب جگہ موجود ہے ایسر شوجی، مہادیو، رُدر برہما برہما۔
اُس الٰہی طاقت کا نام جو پیدائش عالم کا باعث ہے۔ پاربتی مائی (ہ) ماتا پاربتی۔ شوجی کی
اردھنگنی۔ اماں ہوا (EVE) ہو (ہ) میں جاناں (پ) سمجھ لوں۔ احساس
کرلوں آکھاناہی (پ) میں اُس کا بیان نہیں کرسکتا ہوں۔ کہنا کٹھن نہ جائی (ہ) کہا نہیں
جاسکتا۔ گورا (پ) اے میرے ہادی! اِک بُجھائی (پ) ایک سمجھ اِک داتا (پ) خُدا
ہی واحد سخی ہے۔ وِسر نہ جائی (پ) بھول نہ جائے۔

پوڑی - ۶

تیرتھ (ہ) تیرتھ پر - مقدّس مقام پر - زیارت گاہ پر ناوا (پ) میں اشنان کروں تِسُ (ہ) اُس خدا کو - بھاوا (پ) میں اچھا لگوں - وِن بھانے (پ) خدا کی قبولیت کے بغیر کہ نائے کری (ہ) اشنان کرکے کیا کروں جیتی (پ) جتنی سِرٹھی (اپ بھرنش) دُنیا - عالم اُپائی (ہ) پیدا کی ہوئی ویکھا (ہ) میں دیکھتا ہوں وِن کرما (ف) اللہ کی نظرِ مہر کے بغیر مت وِچ (پ) انسان کی عقل میں ہی مانک (ہ) موتی - جواہرات لعل - اِک سِکھ (ہ) ایک نصیحت سُنی (پ) سنیں - سُنی جائے - گورا (پ) اے مُرشد!

پوڑی - ۷

جُگ چارے (پ) چار جُگوں جتنی آرجا (پ) عمر و سونی (پ) دس گنا - نواکھنڈا وِچ (پ) کُل عالم میں - نو قطعات ارض ہیں جانئے جاناجائے ظاہر ہو جائے سبھ کوئے (پ) ہر ایک شخص نال چلے (پ) طرف داری کرے - ہمراہ چلے - جس (پ) عزّت کرتی (ا) عزّت - شہرت جگ (پ) دُنیا میں - لئے (ب) حاصل کرے تِسُ (پ) اُس خدا کی ندری (ع) نظرِ عنایت میں نہ آوتی (پ) نہیں آسکتا وات (پ) خبر نہ پُچھے کے (پ) کوئی نہیں پوچھتا - کیٹ (ب) کیڑا کری (ہ) کرکے دوس دھرے (پ) الزام لگاتا ہے - کیٹا اندر کیٹ و (پ) کیڑوں میں ایک کیڑا - معمولی کیڑا یا چیونٹی - نِرگُنی (ہ) بغیر اوصاف کے شخص میں - گُن ونتیا (ہ) ہنرمندوں کو - اہل ہنر کو کرے (ہ) پیدا کرتا ہے - دے (ہ) دیتا ہے - تیہا (پ) اُس جیسا - خدا جیسا نہ سُجھی (پ) معلوم نہیں ہوتا جہ (پ) جونسا تِسُ - خدا کو -

پوڑی - ۸

سُنتے (پ) سُننے سے۔ سماعت سے۔ سِدھ (ہ) خدا رسیدہ سُر (ہ) دیوتے۔
فرشتگاں دھول (ہ پ) بیل دیپ (ہ) برِ اعظم۔ لوُ (پ) لوک۔ قطعاتِ ارض پوہِ نہ
سکے (پ) ڈرا نہیں سکتا۔ اثر نہیں کر سکتا۔ وِگاس (ہ) خوشی۔

پوڑی - ۹

ایسر (پ) ایشور۔ شوجی۔ اِند (ب) اِندر دیوتا مکِھ (ہ) مُنہ سے صالاحن (ع)
حمد و ثنا۔ توصیف مندُ (ہ) بُرا شخص۔ بد انسان جوگ جُگتی (ہ) ریاضت کا طریقہ۔ تن
(ہ پ) جسم کے بھید (ہ) پوشیدہ راز۔ اسرارِ نہانی۔

پوڑی - ۱۰

ست سنتوکھ (ہ۔پ) سخاوت و صبر۔ اٹھ سٹھ (پ) اڑسٹھ۔ ہندوؤں کے
اڑسٹھ مقدس مقامات پڑپڑ (پ) علم کی تحصیل کر کے پاوہِ (پ) پاتے ہیں سہج (پ)
سکونِ قلب۔ دھیان (پ) لو۔ لگن گیان (ہ) عرفان۔ معرفت۔ علم الٰہی۔

پوڑی - ۱۱

سراگُنا کے (ہ) اوصاف کے تالابوں کے۔ دریائے اوصاف کے۔ گاہ (پ)
واقف کار راہ رُ راستہ اسگاہ (ہ) کم گہرا۔ مُراد دُنیا۔ ہاتھ (پ ہ) تھا ہاتھ ہوئے
(پ) گہرائی یعنی اصلیت کا علم ہو جاتا ہے۔

پوڑی - ۱۲

منے کی۔ (پ) فرمانبرداری کی گتی (ہ) حالت کہے (پ) بیان کرے۔ منے کا ویچار
(ب) عقیدت مند کی بزرگی کا قیاس بہہ کرنِ (پ) بیٹھ کر کرتے ہیں ایسا (ہ) اتنا ممتاز

ہوتے (ہ) ہَے مِن (ب) لگن لگاکر۔ مِن جانَے (پ) یقین کرکے دیکھیے منی (ب) من میں۔ دِل میں کاگدِ (ع) کاغذ پر قلم (ع) خامہ سے۔

پوڑی - ۱۳

مَنے (پ) قبول کرنے سے سُرت ہووے (پ) سُرتی (فکر) اور تخیل بلند ہوجاتا ہے۔ منی (پ) من میں بُدھ (ہ) بیداری۔ روحانی بیداری۔ شُدھِ (ہ) خبر موہِ (ہ) مُنہ پر چوٹا (پ) ضربات جم کے ساتھ (ہ) یم راج کے ہمراہ۔

پوڑی - ۱۴

مارگِ (ہ) راستہ میں ٹھاک (پ) رُکاوٹ ٹھاکِ نہ پائے (پ) رُکاوٹ نہیں ہوتی۔ پت سیو (ہ پ) عزت سے۔ پرگٹ (پ) ظاہر۔ عیاں۔ مشہور ہوکر۔ مگ (اپ بھرنش) راستہ پنتھ (پ ہ) راستہ سیتی (پ) ساتھ سنبندھ (ہ) رشتہ۔

پوڑی - ۱۵

پاوہ (پ) معلوم کر لیتے ہیں موکھُ دوآر (پ) مکتی کا دروازہ۔ درنجات۔ پروارے (پ) قبیلہ۔ خویش وقبیلہ کو۔ عزیز واقارب کو سُدھار (پ) دُرست کرتا ہے۔ ترے گورر (پ) مُرشد خود نجات حاصل کرتا ہے۔ سِکھ (پ) مریدوں کو۔

پوڑی - ۱۶

پنچ۔ مقبولِ درگاہ پروان (پ) مقبول۔ سُرخ رو۔ پردھان (ہ) رہنما۔ ہادی۔ پنچِ (پ) اہل اللہ ہی درگلہ (ف) دربارِ الٰہی میں مانُ (ہ) عزت سوہے (پ) زیب دیتے ہیں درِ (ف) دروازہ پر گُرُ ایک (ہ) صرف گورو (مُرشد) ہی دھیانُ (ہ) آماجگاہِ تخیل۔ کہے (پ) بیان کرے ویچار (پ) قدرت کا اندازہ کرنے کے کرنے

(ہ ۔ پ) قادر و قدرت کے کام شمار (ف) شمار ۔ حساب ۔ تحریر ۔ دھول (ہ ۔ پ) بیل ۔ ۔ ۔ ۔ دنیا کا پوت (ہ) رحم کا بیٹا ۔ سنتو کھ (ہ) صبر کو تھاپ رکھیا (ہ ۔ پ) قائم کیا جن (پ) جس دھرم نے ۔ جس الٰہی طاقت نے دھرم (ہ) الٰہی قانون یا اصول سوت (ہ) قاعدہ میں بجھے (پ) سمجھ لے ۔ سچیار (اپ بھرنش) سچ کا گھر کیتا بھار (پ) بے شمار بوجھ دھرتی ہور (پ) زمین کے نیچے اور بیل ۔ پرے (پ) اُس سے آگے ۔ تس تے (پ) اُس بیل پر تلے (ہ) اُس بیل کے زیر ۔ کون جور (ہ ۔ ف) کون سا سہارا اور زور جیئ (پ) مخلوقات کے ناو (پ) مختلف ناموں کے وُڑی (پ) چلتی ہے ۔ کلام (ع) قلم ۔ وڑی کلام (پ ۔ ع) چلتی قلم سے ۔ لِکھ جانے (پ) لِکھا جاتا ہے ۔ کوتے (پ) کوتی ایک لیکھا لکھیا (پ) لِکھا ہوا لیکھا (حساب) کیتا ہوئے (ہ) کتنا بڑا ہو جائے ۔ پساو (پ) پھیلاو وسعت ۔ دُنیا ۔ کواو (اپ بھرنش) حکم ۔ اِس تے (ہ ۔ پ) اُس حکم سے ہوئے (ہ) بن گئے ۔ لکھ دریاؤ (پ) لاکھوں دریا ۔ سوآلیو (اپ بھرنش) خوبصورت ۔ کُوت (ہ ۔ پ) اندازہ ۔ قیاس قدرت (ع) طاقت ۔ کون (پ) کون سی کہا (پ) میں کہوں ۔ کہا ویچار (پ ۔ ہ) میں سوچ سکوں ۔ واریا نہ جاوا (پ) جان فِدا نہیں کر سکتا ۔ سائی کار (پ ۔ ف) وہی کام سلامت (ع) اٹل ۔ نرنکار (س) شکل و صورت سے بالاتر خُدا ۔ اے خُدا ۔

پوڑی ۔ ۱۷

اسنکھ (ہ) بے شمار ۔ بھاو (پ) پیار ۔ تپ تاو (ہ) ریاضت و عبادت ۔ مُکھ (ہ) مُنہ سے گرنتھ وید پاٹھ (ہ ۔ پ) ویدوں اور دیگر مقدس کُتب کا مطالعہ جوگ (ہ) ریاضت مِن (ہ) دِل میں ۔ رہے اُداس (پ ۔ ہ) دُنیا کو ترک کر دیتے ہیں ۔ تارک دُنیا ۔ گُن ویچار (ہ پ) خُدا کے اوصاف کا اندازہ ۔ گیان ویچار (ہ ۔ پ) علم الٰہی کا

قیاس ستی (ہ) سچائی پر مر مٹنے والے۔ مرتاض۔ داتار (پ) بخشش کرنے والے۔ شور (ہ) شیر بہادر ۔ موڑہ (پ) مُنہ پر بھکھ سار (ہ) لوہا کھانے والے۔ ہتھیاروں کا وار برداشت کرنے والے۔ مونی۔ خاموش رہنے والے۔ لولائے تار (ہ) لگاتار لگن لگا کر۔

پوڑی ۔ ۱۸

مُورکھ اندھ گھور (پ) احمق۔ جاہل۔ حرام خور (ع) (ف) پرایا مال کھانے امراف (حکم۔ جور (ف) زور، جبر۔ کر جاہے (پ) کر کے چلے جاتے ہیں۔ گل وڈھ (پ) قاتل۔ خونی۔ ہتیا کما ہے (ہ۔ پ) قتل کر کے گناہ کرتے ہیں۔ پاپ کر جاہِ گناہ کر کے دُنیا سے کوچ کر جاتے ہیں۔ کوڑیار (پ) باطل گو۔ دروغ گو۔ کوڑے (پ) باطل میں۔ پھراہِ (پ) پھرتے ہیں۔ گھومتے ہیں۔ ملیچھ (اپ بھرنش) جاہل۔ غافل۔ میلی بدھی والے۔ کھاہِ (پ) کھاتے ہیں۔ بھکھ کھاہِ (ہ۔ پ) لالچیوں کی طرح کھاتے ہیں۔ سِر (پ۔ ف) سر پر۔ سر کرہِ بھار (پ) سر پر بوجھ اُٹھاتے ہیں۔ نانک نیچ۔ عاجز نانک۔

پوڑی ۔ ۱۹

ناو (پ) قدرت کے بے شمار جیوں کے نام۔ اگم (ہ) دسترس سے باہر۔ لوَ (پ) لوک۔ اسنکھ لوَ (ہ۔ پ) بے شمار جہان۔ کہے (پ) کہتے ہیں۔ سِر (پ) اُن کے سر پر ہوئے (ہ) ہوتا ہے۔ اکھرّی (پ) بذریعہ حروف۔ صالاح (ع) صفت۔ گن گاہ (پ۔ ہ) اوصاف سے واقف کار۔ بانی لکھن (پ) بولی کا لکھنا۔ بانی (پ) بولی۔ زبان۔ سخن۔ بانی بولنُ (ہ۔ پ) زبان کا بولنا۔ اکھرا = حروف کے ذریعہ سنجوگ (ہ) وصل۔ قِسمت۔ وکھان (پ) بیان کیا جا سکتا ہے۔ جن (پ) جس خدا نے۔ ایہہ (پ) قسمت کے یہ حروف۔ تِسُ سِرِ (پ) اُس خدا کی پیشانی پر۔ ناہِ (پ)

کوئی نوشت نہیں۔ جو (پ) جس طرح۔ فرمائے (ف۔ ہ۔ ا) خُدا حکم کرتا ہے۔ تو تو (پ) اُسی طرح۔ پاوہ (پ) پاتے ہیں۔ جیتا (پ) جتنا۔ کیتا (پ) پیدا شدہ۔ جیتا کیتا (پ) یہ عالم جسے خُدا نے پیدا کیا ہے۔ تیتا (پ) وہ سب ناؤ (پ) نام۔

پوڑی ۔ ۲۰

بھریئے۔ (پ) میلا ہو جائے۔ آلودہ ہو جائے۔ پُر ہو جائے۔ تنُ (ہ۔ پ) جسم۔ بدن۔ دیہہ (پ) جسم۔ پانی دھوتے (پ) پانی سے دھوکر۔ اُترس (پ) (میل) دور ہو جاتا ہے۔ اُتر جاتا ہے۔ کھیہ (پ) خاک۔ دھول۔ مٹی۔ موت (پ) پیشاب۔ پلیتی (ع۔ پ) پلید۔ گندا۔ کپڑو (پ) کپڑا۔ دے صابون (پ۔ ع) صابن لگا کر لئیے (پ) لیتے ہیں۔ اوہ (پ) وہ پلید کپڑا۔ لیئے دھوئے (پ) دھو لیتے ہیں — صاف کر لیتے ہیں۔ بھریے (پ) اگر پُر ہو جائے۔ مت (ہ۔ پ) عقل۔ پاپاں کے سنگ (پ۔ ہ) گناہوں کے ساتھ۔ اُوہ (پ) نہیں ہے۔ کر کر کرنا (پ) جیسے اعمال کروگے۔ لکھ (پ) لکھ کر۔ لے جاہُ لے جاوگے۔ آپے (پ) خود ہی۔ بیج (پ) بوکر حکمی (ف) الٰہی حکم سے۔ آوہ جاوہ آواگون میں پڑے رہوگے۔

پوڑی ۔ ۲۱

تپ (ہ) ریاضت۔ دت (پ) بخشش۔ تل کا (ہ) تل جتنا معمولی۔ مانُ (ہ) عزّت۔ سُنیا (پ) جس نے نام سُن لیا ہے۔ منیا (پ) جس نے قبول و تسلیم کر لیا ہے۔ منی (پ) من میں۔ بھاو کیتا (پ) پیار کیا ہے۔ انتر گت (ہ) باطنی۔ تیرتھ (پ) تیرتھ پر۔ انتر گت تیرتھ (ہ۔ پ) باطنی تیرتھ پر۔ مل (پ) مل کر۔ ناؤ (پ) اشنان سبھ (پ) سارے میں ناہی کوئے (پ) میں کوئی نہیں ہوں۔ میری کچھ ہستی نہیں۔ وِن گن کیتے

(پ) اوصاف پیدا کئے بغیر۔ نہ ہوئے (پ) نہیں ہو سکتی۔ سُو است تیری فتح ہو۔ برماؤ۔
برہما۔ ستِ (ہ) ہمیشہ قائم۔ سُہان (پ) خوبصورت۔ مِن چاؤ (پ) دل میں مسرّت۔
ویلا (پ) وقت، زمانہ۔ وار (پ) دن۔ یوم۔ تھتِ وار (ہ۔پ) قمری تاریخ
کونِ سُ رُتی (پ) وہ کون سا موسم تھا؟ ماہ (ف) مہینہ کَون (پ) کون سا۔ جِتُ
(پ) جس میں ہو آ (پ) ہوا۔ آکار (ہ) شکل وصورت مُراد دُنیا۔ ویل (پ) وقت
پائیا (پ) معلوم کیا۔ ویلا نہ پائیا (پ) وقت معلوم نہ ہوا۔ پنڈتی (پ) پنڈتوں نے۔
ج (پ) نہیں تو ہووے پ ہوتا۔ لیکھُ (پ) مضمون۔ لیکھ پُران (پ) اس مضمون کا
پران۔ وکھت (ف) وقت۔ نہ پائیو (پ) نہ معلوم کر سکے۔ قادیا (ع) قاضی لوگ۔
اہلِ ظاہر۔ ج (پ) نہیں تو۔ لکھنِ (پ) لکھ دیتے۔ لیکھ قرآن۔ قرآن کی آیتوں کے
مطابق مضمون۔ جا کرتا (پ) وہ خالق۔ سِرٹھی کو (پ) عالم کو۔ سلج (پ) پیدا
کرتا ہے۔ آپے سوئی۔ (پ) وہ خود ہی۔ کِوکرِ (پ) کیوں کر آکھا (پ) میں کہوں۔
صالاحی (ع) میں توصیف کروں۔ کیو (پ) کس طرح۔ ورنی (پ) میں بیان کروں۔
سبھ کو (پ) ہر ایک۔ آکھن آکھے (پ) کہنے کی کوشش کرتا ہے۔ اِک دُو اِک سیانا
(پ) ایک دوسرے سے خود کو عقل مند سمجھ کر کہتا ہے۔ صاحبُ (ع) مالک، خالق۔
تائی (پ) بزرگی۔ جاکا (پ) جس اللہ کا۔ کیتا جا کا ہووئے (پ) جس خالق کا کیا
سب ہوتا ہے۔ جے کو (پ) اگر کوئی انسان۔ آپو جانے یہ وہم اُسے ہو جائے کہ میں بھی
جانتا ہوں۔ نہ سوہے (پ) زیب نہیں دیتا۔ اگے گیا دربارِ الہٰی میں جاکر۔

پوڑی ۔ ۲۲

پاتالا پاتال (ہ۔پ) پاتالوں کے نیچے پاتال۔ آگاساں آگاس (پ)

عرشوں کے اوپر عرش۔ اوڑک (پ) آخر۔ بھال تھکے (پ) تلاش کرتے تھک گئے تحقیق کرتے تھک گئے۔ کہن (پ) کہتے ہیں۔ اِک وات (پ) ایک بات۔ یک زبان ہوکر سہس اٹھارہ (ہ۔پ) اٹھارہ ہزار (علما)۔ کہن کیتا (پ۔ف) کتابیں کہتی ہیں۔ اصلُو (ع) ابتدا۔ منبع۔ اِکُ دھاتُ (پ) ایک اللہ۔ لیکھا ہوئے (پ) اگر لکھا جاسکے۔ حساب کیا جاسکے۔ شمار کیا جاسکے۔ لکھیئے (پ) لکھ سکتے ہیں۔ لیکھے وِناس (پ۔ہ) تحریر ختم ہوجاتی ہے۔ آکھیئے (پ) کہا جاتا ہے۔ آپے (پ) خود خدا جانے (پ) جانتا ہے۔ آپُ (ہ) خودکو۔

پوڑی۔ ۲۳

صالاحی (ع) قابلِ توصیف۔ صالاحِ (ع) تعریف کرکے۔ اینی سُرتِ (پ۔ہ) اتنی سمجھ۔ نہ پائیا (پ) کسی نے نہیں پائی۔ واہ (پ) نالے۔ ندی۔ پوہِ (پ) گرتے ہیں۔ سمندِ (پ) سمندر میں۔ نہ جانی اہِ (پ) نہیں جانے جاتے۔ سمند ساہ سلطان (پ۔ف۔ع) بحر پر قابض سلاطین۔ گرِہا سبتی (ہ۔پ) پہاڑ جتنے بڑے۔ تُلِ (پ) برابر۔ نہ ہووئی (پ) نہیں ہوتے۔ تِس مَنہُ (پ) اُس چیونٹی کے من میں سے۔ جے نہ ویسرے (ہ۔پ) اے خدا! اگر تو بھول نہ جائے۔

پوڑی۔ ۲۴

صِفتی (ف) اوصاف کا۔ کہن (ب) کہنے سے۔ کرنے (پ) پیدا شدہ قدرت کا۔ دینِ (ب) بخشش کرنے سے۔ ویکھنِ (پ) دیکھنے سے۔ نہ جاپے (پ) دکھائی نہیں دیتا۔ منِ (پ) الہٰی من میں منتُ (ہ) صلاح مشورہ۔ کیتا (پ) پیدا کردہ۔ آکار (ہ) شکل وصورت مُراد جہان جو دکھائی دے رہا ہے۔ پاراوار

(پ) دریاکے دونوں ساحل اِس طرف اور اُس طرف کا کنارہ۔ انت۔ انت کارن (ہ۔پ) حدود معلوم کرنے کے لئے۔ کیتے (پ) کئی لوگ۔ بِل لاہے۔ (پ) آہ و بکا کرتے ہیں۔ تاکے اَنت (پ۔ہ) الٰہی انتہا۔ ترپاہ جاہ (پ) معلوم نہیں کیا جا سکتا۔ ایہہ انت (پ۔ہ) یہ حد بندی۔ بہتا کہیے۔ (پ) جوں جوں اللہ کو بزرگ کہیں۔ بہتا ہوئے۔ (ہ۔پ) وہ اُتنا اور زیادہ بڑا ہو جاتا ہے۔ تھاؤ (پ) تختِ الٰہی۔ جگہ اوچے اوپر اوچا (پ) بہت اونچا۔ ایوڈ (پ) اِتنا۔ ہووے کوئے (پ) کوئی شخص ہو۔ تِسُ اوچے کو (پ) اُس عرشِ خدا کو۔ سوئے۔ (پ) وہ شخص جیوڈ (پ) جتنا بڑا۔ جانے (ب) جانتا ہے۔ آپے آپ (پ) صرف آپ ہی۔ ندری (ع) مہر کی نظر کرنے والا خدا۔ کرمی (ف) بخشش سے۔ داتِ (ب) بخشش۔

پوڑی ۔ ۲۵

کرم (ف) بخشش۔ تِلُ (ہ۔پ) تِل جتنی۔ تمائے (ع) طمع۔ داتا (پ) سخی۔ فیاض۔ کیتے (پ) کئی۔ بے شمار بہادر۔ منگہیہ (پ) مانگتے ہیں۔ گنت (پ) گنتی شمار۔ کیتیا۔ بہت لوگوں کی۔ ویکار (پ) بیدی۔ کھپ تُھٹیہ (پ) برباد ہو جاتے ہیں۔ کیتے (پ) بے شمار ٹکر پاہِ (پ) ٹکر جاتے ہیں۔ کھاہی کھاہِ (پ) کھائے جاتے ہیں۔ کیتیا (پ) بے شمار مخلوقات کو دُوکھ (پ) تکالیف۔ بھوکھ (ہ۔پ) بھوک سَد (پ) ہمیشہ۔ داتِ (پ) بخشش۔ داتار (پ) بخشنے والا۔ اے میرے کرم فرما۔ بند (ف) قید سے۔ خلاصی (ف) رہائی۔ بھانے (پ) رضائے الٰہی پر چلتے ہوئے۔ ہوئے (پ) ہوتا ہے۔ ہور (پ) رضا کے علاوہ کوئی دیگر طریقہ۔ کوئے (پ) کوئی انسان۔ کھایک (ہ) جاہل۔ احمق۔ آکھن پاہ (پ) کہنے کی کوشش کرتا ہے۔ اوہ

(پ) وہ احمق۔ جیتیا (پ) جتنی چوٹیں موہِ (پ) مُنہ پر۔ کھائے (ہ) کھاتا ہے۔
رے (پ) دیتا ہے۔ آکھے (پ) کہتے ہیں۔ سِن بھی (پ) یہ بات بھی کیئی کے (پ)
بہت اشخاص۔ جِس نو (پ) جس سالک کو نانک (پ) اے نانک! پات ساہی
پات ساہ (ف) شہنشاہ۔

پوڑی - ۲۶

اُمل (پ) انمول گُنُ (ہ) اوصاف الٰہی۔ واپاریئے (پ) الٰہی اوصاف
کی تجارت کرنے والے بیوپاری۔ بھنڈار (ہ۔پ) خزاین۔ آوہِ (پ) آتے ہیں۔
پیدا ہوتے ہیں۔ لَے جاہ (پ) نام کا سودا خرید کر لے جاتے ہیں۔ بھائے (پ) پیار
سے۔ سمائے (پ) فنا فی اللہ ہیں۔ دھرم (ہ) اصول۔ آئین۔ قانون۔ دیبان۔
(ف) دیوان۔ عدالت کچہری۔ تُل (پ) تول۔ ترازو۔ میزان۔ پرمان (ہ) باٹ
بخسیس (ف) بخشش۔ رحمت۔ نیسان (ف) نشان۔ علامت۔ کرم (ف) بخشش۔
رحم۔ فُرمان (ف) حکم۔ امولُ املُ (پ) انمول۔ عجیب و غریب۔ آکھ آکھ (پ)
اندازہ لگا کر۔ رہِ۔ (پ) عاجز آگئے ہیں۔ لِولائے (پ) لو لگا کر۔ آکھہہ (پ)
کہہ رہے ہیں۔ وید پاٹھ (پ) ویدوں کے منتر۔ ویدوں کا مطالعہ۔ بڑہِ (پ)
تعلیم یافتہ۔ کرہِ وکھیان (پ۔ہ) وعظ و تقریر کرتے ہیں۔ برمے (پ) کئی برہمے
اندر (پ۔ہ) اندر دیوتے۔ گووِند (پ) کئی کرشن۔ ایسر (پ) ایشور۔
شوجی۔ کیتے پ بے انت۔ کیتے (پ) خدا نے پیدا کئے۔ بدھ (پ) مہاتما
بدُھ۔ دانو (ہ) جنات۔ دیو (ہ۔پ) دیوتے۔ فرشتے۔ سُرنر (ہ) فرشتہ
خصلت انسان۔ منی جن (ہ) رشی مُنی عابد و مرتاض۔ سیو (پ) خُدام۔

کیتے (پ) کتی جیو جنتو۔ آکھن پاہ (پ) اندازہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہہ۔ کہہ (پ) کہہ کر۔ اُٹھ اُٹھ جاہ (پ) دُنیا سے کوچ کر جاتے ہیں۔ ایتے کیتے (پ) بے شمار خلقت پیدا کی ہوئی ہے۔ ہور (پ) اور ذی روح۔ کریہہ (پ) اگر تو پیدا کر دے۔ تا (پ) تو بھی۔ نہ کیئی کے۔ کوئی شخص بھی نہیں۔ آکھ سکھ (پ) کہہ سکتے ہیں۔ جیوڈ جتنا بڑا بھارے (پ) چاہتا ہے۔ تیوڈ (پ) اُتنا بڑا۔ ساچا سوئے (پ) وہ ہمیشہ قائم رہنے والا خدا۔ بول وِگاڑ (پ) بکواسی۔ لِکھیئے (پ) لکھا جاتا ہے۔ سِر گوارا گاوار (پ) بیوقوفوں کا سردار۔

پوڑی۔ ۲۷

کیہا (پ) کیسا۔ در (ف) دروازہ۔ جِت (پ) جہاں۔ جس جگہ۔ بہہ (پ) بیٹھ کر۔ سرب (ہ) سب کو۔ واون ہارے (پ) بجانے والے۔ پری (ہ) راگنی۔ سیو (پ) ساتھ۔ مع۔ کہین (پ) کہے جاتے ہیں۔ تہہ نو (پ) تجھ کو۔ راجا دھرم۔ دھرم راج۔ یم راج۔ دُوارے (پ) تیرے دروازے پر۔ چِت گُپت (پ) چِتر گُپت۔ کراماً کاتباً۔ دھرم (پ) دھرم راج۔ لِکھ لِکھ (پ) لِکھ کر۔ بیسنتر (پ) اگنی دیوتا۔ آتش۔ ایسر (پ) شوجی۔ برما (پ) برہما۔ سوہن (پ) زیب دیتے ہیں۔ سوارے (پ) آراستہ۔ اِند (پ) اِندر۔ انداسن (پ) تختِ اندر پر۔ در (ف) تیرے دروازے پر۔ دیوتیاں نالے۔ مع دیوتوں کے۔ سمادھی اندر (پ) مراقبہ میں۔ سِدھ (پ) خُدا رسیدہ۔ وِچارے (پ) سوچ کر۔ ستی (پ) دائی۔ ویر کرارے (پ) شیر بہادر۔ پڑھن (پ) پڑھتے ہیں۔ دکھیسر (پ) رِشی۔ عابد۔ جُگ جُگ (پ) ہر عہد میں۔ ویدا نالے (پ) مع ویدوں کے۔ موہنیاں (پ) حوریں۔ من موہن۔ دل رُبا۔

سُرگا (پ) بہشت میں۔ مچھ (پ) مات لوک۔ پیالے (پ) پاتال میں۔ اُپائے تیرے (پ) تیرے پیدا کئے ہوئے۔ اٹھ سٹھ (ہ) اڑسٹھ۔ تیرتھ نالے (پ) تیرتھوں کے ساتھ جودھ (پ) بہادر۔ مہابل (پ۔ہ) طاقتور۔ سورا (پ) سورے جنگجو۔ کھانی چارے (پ) چار کانیں۔ کھنڈ۔ (پ) قطعہ۔ منڈل (پ) چکر۔ گردش۔ وربھنڈا (پ) کُل عالم۔ کرکر (پ) بنا کر۔ دھارے (پ) رکھے ہوئے ہیں۔ سیئی (پ) وہ لوگ تدُھ بھاون (پ) جو تجھے اچھے لگتے ہیں۔ رتے (پ) رنگے ہوئے۔ رسالے (پ) رسیلے۔ ہور کیتے (ہ) اور بے شمار۔ میں چتِ نہ آون (پ) میرے دِل میں نہیں آتے۔ میں شمار نہیں کر سکتا۔ کیا ویچارے (پ) کیا سوچے۔ سچ (پ) اٹل۔ نائی (پ) بزرگی۔ ہوسی (پ) ہوگا۔ جائے نہ (پ) پیدا نہیں ہوتا۔ نہ جاسی (پ) مرے گا نہیں۔ رنگی رنگی (پ) گوناگوں۔ بھاتی (ہ۔پ) انواع واقسام۔ کرکرِ (پ) پیدا کر کے۔ جنسی (پ) مختلف اجناس۔ جِن (پ) جس خُدا نے۔ ویکھے (پ) دیکھ بھال کرتا ہے۔ کیتا آپنا (پ) اپنا پیدا کیا ہوا عالم۔ جِو (پ) جس طرح۔ وڈیائی (پ) بزرگی۔ رضا۔ کرسی۔ (پ) کرے گا۔ نہ کرنا جائی (پ) نہیں کیا جا سکتا۔ ساہا پاتِ صاحب (ف) شہنشاہ۔ رہنا (پ) رہنا زیب دیتا ہے۔ رجائی (ع) رضائے الٰہی میں۔

پوڑی۔ ۲۸

مُندا (پ) مُندریں۔ ناتھوں کی بالیاں۔ سرم (ہ) محنت۔ پت (پ) کاسۂ گدائی۔ کرہ (پ) اگر تو بنائے۔ بھوت (پ) راکھ، خاکستر۔ کِھنتھا (پ) گدڑی۔ کالُ (پ) موت۔ کوآری کایا۔ (پ) دوشیزہ کی طرح گناہوں سے پاکِ جسم جگتِ۔ رسمِ جوگ۔ پرتیت (پ) یقین۔ عقیدت۔ آئی پنتھ (پ) جوگیوں کا ایک

فرقہ۔ آئی پنتھی (پ) آئی پنتھ کا رُکن۔ سگل (پ) کل خلقت۔ جماتی (ف) ہم جماعت۔ من جیتے (پ) نفس امارہ پر غالب آنے سے۔ آدیس (ہ) سلام۔ سِتِسے (پ) اُس خدا کو۔ آدِ (ہ) ازلی۔ اینل (ہ) الزام سے بری۔ پاک۔ انادی (پ) ابتدا سے بالاتر۔ اناہت (ہ) موت سے بالاتر۔ جُگ جُگ (ہ) ہر زمانہ میں۔ ویس (پ) بھیس۔ روپ۔ شکل۔

پوڑی ۔ ۲۹

بُھگتِ (ہ۔پ) چورما۔ غذا۔ خوراک۔ بھنڈارن (پ) غذا تقسیم کرنے والی۔ رزق بانٹنے والی۔ گھٹِ گھٹِ (پ) ہر جسم میں۔ واجہہ (پ) بج رہے ہیں ناد (ہ) آواز۔ آپ (پ) خود خدا۔ ناتھی (پ) ایک دھاگا میں پروئی ہوئی۔ قابو میں کی ہوئی۔ سبھ (پ) کُل خلقت۔ رِدھی (ہ۔پ) کرامات۔ بزرگی۔ سِدھی (ہ۔پ) کرامات۔ بزرگی۔ جوگیوں میں آٹھ قسم کی رِدھیں اور سِدھیں مانی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں — اَنِ ما۔ لِگھما، پراپتی، پراکامیہ، مہما! اِشِتو۔ وشِتو۔ کاما وسائیتا — اِن کراماتوں کی صفت درج ذیل ہے ؎

اَنِما ذرّہ برابر چھوٹا بننا۔ لگھیا بہت ہی ہلکا وزن کرلینا۔ پراپتی ہر شے حاصل کرنے کی طاقت۔ پراکامیہ آزاد مُرضی رہنا۔ مہما خود کو مرضی کے مطابق بڑا بنانا۔ ایشتو بزرگی۔ وشِتو۔ دوسرے پر قابو پانا۔ کاماوسائیتا۔ قوتِ شہوی اور نفس امارہ پر قابو پانے کی طاقت اُورا (پ) اور ساد (پ) ذائقہ۔ سنجوگ (پ۔ہ) وصل۔ وِجوگ (ہ۔پ) ہجر۔ دوئے (پ) دونوں۔ وصل اور ہجر۔ کار (ف) کارِ جہان۔ دُنیا کے کام کاج۔ چلادہِ (پ) چلا رہے ہیں۔ لیکھے (پ) اعمال کی نوشت کے مطابق۔ آدہِ

آتے ہیں - بھاگ (پ) قسمت، نصیب۔

پوڑی - ۳۰

ایکا (پ) اکیلی - ماتی (پ) مایہ، قدرت - فطرت - ماتا - جگتی (پ) طریقے سے
ویائی (ہ - پ) حاملہ ہوتی - اجتماع ہوا - تن (پ) اُس نے پروان (پ) منظور، ظاہر
سنساری (پ) خانہ دار - گرہستی - بھنڈاری (پ) رازق - لائے (پ) لگاتا ہے۔
دیبان (ف) دیوان - عدالت کچہری - جو (پ) جس طرح تِس (پ) خدا کو چلاوے
(پ) چلاتا ہے - فرمان (ف) حکم - اوہ (پ) خدا اونا (پ) خلقت کو نذر (ع)
نظر وِڈان (ہ - پ) حیرانگی۔

پوڑی - ۳۱

آسن (ہ - پ) تخت - گدی - لوئے (ہ - پ) لوک میں - دُنیا میں - لوئے
لوئے (پ) ہر خطے میں آسن بھنڈار (پ) ذخیرہ کی جگہ - پائیا (پ) خدا نے اُن ذخیروں
میں ڈالا ہے - کرکرِ (خلقت پیدا کر کے - ویکھے (پ) دیکھتا ہے - حفاظت کرتا ہے۔
سرجنہار (ہ - پ) خالق - ساچی (پ) ہمیشہ قائم رہنے والی۔

پوڑی - ۳۲

اِکدو (پ) ایک سے جیبھو (پ) ایک زبان سے - ہوہے (پ) ہو جائیں
لکھ (پ) لاکھ زبانیں - لکھ ہووہے - لاکھوں زبانوں سے ہو جائیں - لکھ دیں
(پ) بیس لاکھ - گیڑا (پ) چکر - آکھیہ (پ) کہہ جائیں - بولے جائیں - ایک
نام جگدیس (ہ) جہاں کے مالک کا ایک نام - جگدیس (ہ - پ) دنیا کا مالک -
خالق دو جہان - ایت راہ (پ) اس رہ میں - پت پوڑیا (پ) خاوند کا

زینہ - خاوند تک پہنچنے کا زینہ یا ذریعہ - چڑھئے - (پ) چڑھ سکتے ہیں - ہوے اکیس (پ) ایک روپ ہوکر - فانی اللہ ہوکر - سُن (پ) سُن کر - کیٹا (پ) کیڑوں کو - ندری (ع) خدا کی نظرِ مہر - پائیے (پ) پایا جاتا ہے - کوڑے (پ) جھوٹے انسان کی - کوڑی ٹھٹیں (پ) جھوٹی گپ - اپنی جھوٹی تعریف۔

پوڑی - ۳۳

آکھن (پ) گفتار میں - چُپے (پ) خاموشی میں - جور (ف) اختیار - زور - جبر - منگن (پ) مانگنے میں - دین (پ) دینے میں - جیون (ہ - پ) زندگی میں - مرن (پ) اجل میں - راج مال (پ) سلطنت وجاہ و حشم کے حصول میں - سور (ف) شور و غوغہ - خرتی (پ) دانش میں - روحانی بیداری میں - گیان (پ - ہ) حصولِ معرفت میں - ویچار (پ) فکر کرنے میں جگتی (پ) ذریعہ میں - چھُٹے (پ) رہا ہوتا ہے - نجات پاتا ہے - جس ہتھ (پ) جس خدا کے ہاتھ میں - کر دیکھے (پ) عالم کو پیدا کر کے حفاظت کر رہا ہے - سوئے (پ) وہی خالق - سنسار و (پ) عالم - جہان - آواگون - اجل و پیدائش - جنم مرن -

پوڑی - ۳۴

راتی (پ) راتیں - رُتی (پ) موسم - تھتی (ہ) تاریخیں - قمری تاریخ - وار (پ) دن - پون (پ) ہوا - باد - پاتال (ہ - پ) زمین کے پست قطعات - سب پاتال - تس وچ (پ) اس تمام کے مجموعہ میں - تھاپ رکھی (پ) پیدا کر کے رکھ دیا ہے - دھرم سال (پ) جائے ایمان

دھرم کمانے کی جگہ۔ تِسُ وِچ (پ) اُس زمین میں یا پر۔ جیّ (پ) خلقت
جیّ جگتِ (پ) خلقت کی رہائش کا طریقہ۔ کے رنگ (پ۔ ف) گونا
گوں۔ تِن کے (پ) اُس خلقت کے۔ انت (ہ) بے شمار۔ کرمی کرمی (پ)
اعمال کے مطابق۔ تِتھے (پ) اُس جگہ دربار الٰہی میں۔ سوہن (پ) زیب
دیتے ہیں۔ پروان (ہ) ظاہرہ طور پہ۔ ندری (ع) مہر کی نظر کرنے والا خدا
کرمی (ہ) عمل کے ذریعہ۔ ندری کرم (ع۔ ف) خدا کی بخشش سے۔ پونے
نیسانِ۔ نشان پڑ جاتا ہے۔ بزرگی کی علامت پیدا ہو جاتی ہے۔ کچ
(پ) خامی۔ پکائی (پ) پختگی۔ اُوتھے (پ) اُس جگہ۔ دربار الٰہی میں
پائے (پ) پائی جاتی ہے۔ گئیا (پ) جا کر۔ جاپے جائے (پ) جانا جاتا
ہے۔ خبر پڑتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔

پوڑی ۔ ۳۵

دھرم (ہ) فرض۔ ایمان۔ دلی منشا۔ آکھہُ (پ) تباد۔ کرم
(ہ) کام عمل۔ ایہو (پ) مذکورہ بالا۔ تہی۔ کیتے (پ) بے شمار۔ ویسنتر
(پ۔ ہ) آتش۔ بہیں (ہ۔ پ) شِوجی۔ برمے (ہ۔ پ) برہمے۔ گھاڑت
گھڑیئے۔ (پ) پیدا کئے جا رہے ہیں۔ گھڑے جا رہے ہیں۔ کے ویس۔
(پ) مختلف اشکال کے۔ کیتیا (پ) کئی۔ بے انت۔ کرم بھومی (پ۔ ہ)
میدانِ عمل۔ میر (پ) سمیر پربت۔ دھو (پ) دھرو بھگت۔ قطب۔ اُپدیس
(ہ۔ پ) اُن دھرو بھگتوں کے پند و نصائح۔ اند (پ) اندر دیوتا۔ چند
(پ) چاند، قمر۔ ماہتاب۔ سور (پ) سورج۔ آفتاب۔ خورشید۔ مہر

منڈل دیس (پ) گردشِ افلاک۔ گردشِ جہان۔ بدھ (پ) مہاتما بدھ۔ دیوی ویس (پ) دیویوں کا پہروادا یا پوشاک۔ دانو (ہ) جنات۔ مُنی (ہ) خاموشی اختیار رکھنے والے رشی۔ رتن سمند (پ) جواہرات وبحر۔ پات (ف) بادشاہ۔ نرند۔ (پ) ترا اندر۔ راجہ۔ سُرتی (پ) من کی لگن۔

پوڑی ۔ ۳۶

ہر (پ) میں پرچنڈ (ہ) تیز۔ طاقتور۔ تیتھے (پ) خطہ معرفت میں۔ منزل معرفت میں۔ اُس جگہ۔ ناد۔ (پ) نغمات الٰہی نبود (ہ) تماشہ۔ کوڈ (ہ۔پ) تماشہ۔ کروڑ۔ انند (پ) روحانی مسرت۔ وجد۔ سرم (ہ) محنت ومشقت۔ سرم کھنڈکی۔ (ہ۔پ) محنت کی منزل کی حالت۔ منزل محنت۔ منزل محن کی بانی (پ) ساخت۔ روپ (ہ۔پ) حُسن خوبصورتی تتھے (پ) منزل محن میں اُس جگہ۔ گھاڑت گھڑیئے (پ) بنایا جاتا ہے۔ بہت انوپ (ہ) بہت خوبصورت۔ تاکیا (پ) اس منزل کی۔ کتھیا نہ جاہ (پ) کہا نہیں جا سکتا۔ کوُ (پ) کوئی شخص۔ کہے (پ) بیان کرے۔ پچھے (پ) بتانے کے بعد۔ پچھتائے (پ) پچھتاتا ہے۔ تتھے (پ) اُس منزلِ محن میں گھڑیئے (پ) گھڑی جاتی ہے۔ مَن بدھ (ہ) دل میں روحانی بیداری۔ سُرا کی سُدھ (پ) فرشتوں جیسی دانشمند۔ سِدھا کی سُدھ رشیوں کی سی عقل۔

پوڑی ۔ ۳۷

کرم (ف) بخشش۔ بانی (پ) بناوٹ۔ جور (پ۔ف) زور۔ طاقت۔ دوجا ہور (پ) اور دوسرا۔ ہور۔ ہور (پ) اللہ کے بغیر کوئی

دوسرا نہیں ہے۔ جودھ (پ) جنگجو شیر بہادر۔ مہابل (پ) طاقتور سُور (پ) بہادر مِہہ (پ) اُن میں۔ رامُ (ہ) ذاتِ واحد۔ رہیا بھرپور (پ) لبریز ہے۔ پُر ہو رہا ہے۔ سب میں موجود ہے۔ سیتو سیتا (ہ۔پ) سیتا ماتائیں۔ مکمل طور پر پرویا ہوا۔ مہما (ہ) تعریف۔ حمد و ثنا۔ ماہی (ہ) میں تاکے (پ) اُن لوگوں کے روپ (ہ) حُسن نہ کھتنے بہاہِ (پ) کہے نہیں جا سکتے۔ اوہِ (پ) وہی شخص۔ نا مرہِ (پ) روحانی موت نہیں مرتے۔ روحانی قتل نہیں ہوتا۔ نہ ٹھاگے (پ) فریب میں نہیں آتے۔ نہ ٹھاگے جاہِ (پ) دنیوی عیش عشرت اُن پر اثر نہیں کرتا۔ وسے (پ) آباد ہیں۔ لو (پ) جہان۔ کے لُو (پ) کئی طبقات کے۔ کرہ انند (ہ۔پ) ہمیشہ وجد کی حالت میں رہتے ہیں۔ آنند مناتے ہیں۔ سچا سوئے (پ) وہ سچا پرمھو۔ مِن دل میں۔ ہے۔ ریچ (پ) سچ میں۔ سچ کھنڈ (پ) طبقہ راستی میں دربار الٰہی میں کر کر (پ) دُنیا پیدا کر کے۔ ویکھے (پ) دیکھتا ہے۔ حفاظت کرتا ہے۔ در بھنڈ (ہ۔پ) برہمنڈ دُنیا۔ جہان۔ طبقہ ارض۔ کو (پ) کوئی شخص۔ کتھے (پ) بیان کرے۔ نہ انت نہ انت (پ۔ہ) اِن طبقات کا کوئی شمار نہیں آتا۔ لُو لُو (پ) کئی طبقات۔ وِگسے (پ) خوش ہوتا ہے۔ کرِ ویچار (پ) سوچ کر۔ کتھنا (پ) بیان کرنا۔ سار (پ) لوہا۔ کرڑا سار (پ) آہن کا سا سخت۔

پوڑی ۔۔ ۳۸

جت (پ) نفس امارہ پر قابو۔ پاہارا (پ) سُنار کی دُکان۔ سنیار (پ) زرگر۔ مت (ہ) عقل و دانش۔ ویدر (ہ) گیان۔ علمِ الٰہی۔ ہتھیار (ہ۔پ) ہتھوڑا۔ بھُو (پ) خوفِ خدا۔ کھلا (پ) دھونکنی۔ تپ تاو (پ) ریاضت۔

بھانڈا (پ) کٹھالی - برتن - بھاؤ (پ) پریم - امرت (ہ - پ) خُدا نام جو امرت یعنی آبِ حیات کی مانند ہے - آبِ حیات - تِت (پ) اُس برتن میں - اُس کٹھالی میں - گھڑیے - (پ) گھڑا جاتا ہے - بنایا جاتا ہے - گھڑیئے سبد (ہ - پ) شبد ہدایتِ مرشد کو گھڑا جاتا ہے - سچی ٹکسال (پ) مذکورہ بالا ٹکسال میں - جن کو (پ) جن لوگوں پر ندری (پ - ف) نظرِ مہر کرم (ف) بخشش - تِن کار - اُن شخصوں کا یہ کام ہے - نہال (پ) خوش ندری (پ ع) مہر کی نظر کرنے والا خُدا -

شلوک

پَون (پ - ہ) ہوا - باد، سانس یِفنس مہت (ہ - پ) بہت بڑی - بزرگوار - دوس (پ) دِن دوئے (پ) دونوں - دِوس دایا (پ) دِن کھلاوہ ہے - رات دائی (پ) رات دایہ ہے - سگل (ہ - پ) تمام - واچے (ہ) پڑھتا ہے - پرکھ کرتا ہے تحقیق و تفتیش کرتا ہے - ہدور - حضوری میں دربارِ الٰہی کی حضوری میں - کرمی (ہ - پ) عمل کے مطابق - کے - (پ) کئی لوگ تیر طے (ب) نزدیک - قربِ الٰہی - جِنی (پ) جن عارفوں اور صادقوں نے - تے (پ) وہ عارف - دھیایا (پ) یاد کیا ہے - مسقت (ع) محنت اور مشقت گھال (پ) کامیاب بنا کر مکھ اُجلے - سرخ رو - کیتی (پ) کئی لوگ چھُٹی مکت ہوگئی - نجات حاصل کرلی - نال (پ) اِن عارفوں کی صحبت میں یا صحبت کے ساتھ -

ضمیمہ - ۱

(لِسانیاتی جائزہ)

جپ جی صاحب گورونانک دیوجی کے عرفانی کلام کے مطالعہ سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ بابا نانک اپنے عہد کے عالم باعمل تھے - باکمال شاعر تھے اور ماہر لسانیات بھی اعلیٰ پایہ کے تھے - جپ جی میں سنسکرت، پراکرت - اپ بھرنش، لہندی، کھڑی بولی ہندی و اُردو، فارسی اور عربی وغیرہ زبانوں کے الفاظ کا گلدستہ نظر آتا ہے - حرکات ثلاثہ عموماً اپ بھرنش کی صرف ونحو کے اصولوں پر مبنی ہیں - عربی وفارسی الفاظ بھی کثرت سے مستعمل ہیں جو عُلما اُردو کو ہریانی یا دہلوی زبان سے ماخوذ بتاتے ہیں وہ دیکھیں کہ ماجھی بولی جپ جی صاحب میں جہاں بھی نمایاں ہے وہ اُردو وہندی کے زیادہ قریب ہے - خاص کر ابتدائی اُردو اور پنجابی ایک ہی زبان سے ماخوذ دکھائی دیتی ہیں - جپ جی صاحب میں جگہ جگہ اردو کی علامات نمایاں ہیں - تاریخی شواہد کی بنا پر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ۱۲۰۷ء سے لاہور اور ملتان کے درمیانی علاقہ کی بولی اوّل فارسی اور عربی الفاظ سے مخلوط ہوئی - پھر غزنوی عہد میں لاہوری زبان ہندؤوں اور مسلمانوں کے تبادلہ خیالات کا ذریعہ بنی - اور پھر خاندان غلاماں کے عہد میں یہی بولی دہلوی بولی میں امتزاج پاتی ہے جو بعد ازاں پڑی بولی سے کھڑی بولی کے نام سے موسوم ہوئی - وقت

کے دھارے میں بہتی ہوئی یہی ہندوستانی زبان اُردو اور ہندی میں بٹ گئی۔ اب ہم یہاں جپ جی صاحب میں مستعمل عربی اور فارسی الفاظ کی تفصیل دیتے ہیں۔

پوڑی۔ ۱۔ حکم۔ رجائی (رضا) پوڑی۔ ۲۔ حکمی (حکم سے) حکم۔ حکمے۔ ۔ ۔ ۔ پوڑی۔ ۳۔ نیسان (نشان)۔ دور۔ ہادرا (حاضر) ہدور (حضور) حکمی۔ حکم۔ راہ (رہ) پوڑی۔ ۴۔ صاحب، کہ، ندری (نظر) پوڑی۔ ۷۔ اندر پوڑی۔ ۸۔ پیر۔ پوڑی۔ ۹۔ صالاحن۔ پوڑی۔ ۱۱۔ سیخ (شیخ)۔ پیر۔ پات ساہ (پادشاہ) راہ (رہ) ہاتھ۔ پوڑی۔ ۱۲۔ کاگد (کاغذ)۔ قلم۔ پوڑی۔ ۱۳ نام۔ پوڑی۔ ۱۴ نام پوڑی۔ ۱۵۔ نام۔ پوڑی۔ ۱۶۔ درگیہ (درگاہ)۔ در۔ سماز (شمار)۔ جور (زور) رنگا (رنگ) کلام۔ ایکور (ایک)۔ دریاو (دریا)۔ قدرت۔ کار۔ سلامت۔ پوڑی۔ ۱۷۔ قدرت۔ سلامت۔ پوڑی۔ ۱۸۔ ہرام کھور (حرام خور) امر۔ جور (زور) سلامت۔ کار پوڑی۔ ۱۹۔ نام۔ صالاح (صلاح) قدرت سلامت۔ کار۔ پوڑی۔ ۲۰۔ پلیتی (پلید) صابون (صابن)۔ حکمی۔ پوڑی ۲۱ وکھت (وقت)۔ ماہ۔ قادیا (قاضی)۔ قرآن۔ صالاحی۔ پوڑی۔ ۲۲۔ صالاحی۔ صالاح۔ ساہ (شاہ)۔ سلطان۔ پوڑی۔ ۲۳۔ صفتی (صفت) ندری (نظر) کرم (کرم) پوڑی۔ ۲۴۔ کرم۔ تمائے (طمع)۔ بند۔ خلاصی۔ صفت۔ صالاح پات ساہی (پادشاہی)۔ پات ساہ (پادشاہاں) پوڑی۔ ۲۵۔ بخیس (بخشش) نیسان (نشان) کرم۔ فرمان۔ پوڑی۔ ۲۶۔ در۔ رنگی رنگی (رنگا رنگ) حکم پات ساہا۔ پات صاحب۔ پوڑی۔ ۲۷ اورا (اور)۔ کار۔ پوڑی۔ ۲۸۔ دیبان (دیوان) فرمان۔ ندر (نظر) پوڑی۔ ۳۱ کار۔ پوڑی۔ ۳۲۔ نام۔

پوڑی۔ ۳۳۔ جور (زور)۔ من سور (منشور) رنگ۔ پوڑی۔ ۳۴۔ نام۔
دربار۔ ندری (نظر) کرم۔ نیسان (نشان) پوڑی۔ ۳۵۔ رنگ۔ پوڑی۔ ۳۷
جور (زور) ندر (نظر) حکم۔ کار۔ پوڑی۔ ۳۸۔ ہتھیار (ٹکسال) کار۔
ندری۔ ندر (نظر)۔ شلوک۔ ہدور (حضور) دور۔ مسکت (مشقت)۔

علاماتِ زبانِ اُردو

پوڑی۔ ۴ کرے۔ پوڑی۔ ۵ جائے۔ پوڑی۔ ۶ جائے۔ پوڑی۔ ۷
چلے۔ کرے۔ دے۔ پوڑی۔ ۸ سکے۔ کا (پاپ کا) پوڑی۔ ۱۱ کے (گناہ کے)
کا (پاپ کا ناس) پوڑی۔ ۱۲ کی (منے کی)۔ کا (منے کا) پوڑی۔ ۱۳ کی (بھون کی)
نہ کھاتے۔ کے (جم کے) نہ جائے۔ پوڑی۔ ۱۶ کا (پنچا کا) (دتیا کا)۔ کے (رنگ کے)
پوڑی۔ ۱۹ فرمائے۔ پوڑی۔ ۲۱۔ کا (تِل کا) (جا کا)۔ گیا۔ پوڑی۔ ۲۴
کے (تالے)۔ پوڑی۔ ۲۵ بخشے۔ پوڑی۔ ۲۶۔ کیا (کیا ویچارے) پوڑی ۲۹
کی (جائی) پوڑی ۳۴ کے (جگت کے) پوڑی۔ ۳۵ کا (دھرم کا) (گیان کا)
پوڑی۔ ۳۶ کی (سرم کھنڈ کی) پوڑی۔ ۳۷ کی (کرم کھنڈ کی) چوں کہ پنجابی
زبان زندگی کی تمام علامتیں رکھتی ہے۔ اس لئے اس نے دیگر زبانوں کے الفاظ
کو اپنانا تو اپنی ابتدائی حالت (رِگ ویدک عہد سے) سے ہی شروع کر دیا تھا۔
مگر اسلامی حملہ کے بعد پنجابی زبان نے ایک نئی صورت اختیار کرنا شروع کی
جو موجودہ پنجابی کی شکل میں رونما ہوئی۔

ضمیمہ - ۲

بھائی گورداس کی گورونانک دیو کے متعلق رائے

بھائی گورداس تیسرے گورو امرداس صاحب کے معاصرین میں سے تھے۔ بابانانک کی وفات کے بعد جلد ہی آپ کی پیدائش ہوئی تھی۔ بھائی جی کا کلام گرنتھ صاحب کی کلید کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ آپ نے جو رائے بابانانک کے متعلق قائم کی ہے وہ تمام مورخین و محققین سے زیادہ وزنی اور پائیدار خیال کی جاتی ہے۔ ہم یہاں بھائی گورداس کی رائے کو درج کرتے ہیں۔

ست گرُنانک پرگٹیا مٹی دھند جگ چانن ہوا

جیوں کر سوُرج نِکلیا تارے چھُپے اندھیر پلویا

سنگھ بُکے مرگاولی بھجی جائے نہ دھیر وہرو آ

جتھے بابا پیر دھرے پوجا آسن تھاپن سو آ

سِدھ آسن جگت دے نانک آد مِتے جے کوُآ

گھر گھر اندر دھرم سال ہووے کیرتن سدا دسوآ

بابے تارے چار چک نو کھنڈ پرتھمی سچا ڈھوآ

گور مکھ کل وچ پرگٹ ہوآ

ترجمہ : جب بابا نانک پیدا ہوئے تو دُنیا میں سے جہالت و غفلت کی تاریکی دُور ہو گئی اور علم الہٰی و توحید کا نور چاروں طرف پھیل گیا۔ جیسے سورج کے طلوع سے ستارے چھُپ جاتے ہیں اور اندھیرا دُور ہو جاتا ہے اسی طرح راستی کی ضیا پھیل گئی۔ جس طرح جنگل میں شیر کی گرج سے ہرن وغیرہ دوڑ جاتے ہیں۔ بعینہٖ ظاہردار لوگ بھاگ گئے۔ جس جگہ بھی بابا نانک نے اپنا پاؤں رکھا ہے اُسی جگہ کی پرستش کرنا زیب دیتا ہے۔ دیگر جوگیوں کے ناموں کی جگہیں... بابا نانک کے نام پر منتقل ہو گئیں۔ گھر گھر جائے ایمان بن گیا گویا ہر گھر میں کیرتن یا سماع کی وجہ سے بیساکھی کا منظر نظر آیا۔ کل جگ میں بابا نانک پیدا ہوئے جس نے کل جہانوں کو خدا کے نام میں لگن لگا دی ہے۔

کتابیات

نام کتاب	مصنّف	مطبع
ہندی کتب		
۱- ہندی ساہتیہ کا اتہاس	رام چندر شُکل	ناگری پرچارنی سبھا کاشی سمت ۲۰۰۲ بکرمی
۲- ہندی ساہتیہ کا آلوچناتمک اتہاس	ڈاکٹر رام کمار ورما	رام نرائن پبلشرز بھنڈ بک سیلر الہ آباد ۱۹۵۸ء
۳- ہندی بھاشا اور ساہتیہ کا اتہاس	ایودھیا سنگھ اُپادھیہ	پستک بھنڈار پٹنہ
۴- بالمیک رامائن	مترجم دوار کا پرشاد شرما	رام نراین لعل الہ آباد ۱۹۴۶ء
۵- ہندی ساہتیہ کی بھومکا	ڈاکٹر ہزاری پرشاد	ہندی گرنتھ رتناکر کاریالیہ بمبئی ۱۹۵۴ء
۶- شری رام چرت مانس	مترجم ہنومان پرساد پودار	گیتا پریس گورکھپور سمت ۲۰۰۳ بکرمی
۷- سکھ اتہاس	ٹھاکر دیس راج	گرام اُتتھان ودیا پیٹھ سنگریاں سمت ۲۰۱۱
۸- شری مدبھگوت گیتا	نامعلوم	گیتا پریس گورکھپور سمت ۱۹۹۱
۹- گورمت سدھانت سار	سادھو گوردت سنگھ جی	لوپور ستھ بمبئی مشن پریس ۱۹۳۰ء
۱۰- مہابھارت	نامعلوم	گیتا پریس

نام کتاب	مصنف	مطبع
پنجابی کتب		
۱- پنجابی ادب دی تاریخ	ڈاکٹر موہن سنگھ	پریس نامعلوم ۱۹۴۸ء
۲- پنجابی دا اتہاس	ڈاکٹر گوپال سنگھ دردی	،، ۱۹۴۷ء
۳- پنجابی ساہتیہ دی اُت پتی تے وکاس	پروفیسر ریندر سنگھ کرپال سنگھ	لاہور بک شاپ لدھیانہ ۱۹۵۲ء
۴- جنم ساکھی	بالا والی	قدیم ایڈیشن تاریخ نامعلوم
۵- پراتن جنم ساکھی	مولفہ بھائی ویر سنگھ	۱۹۵۲ء
۶- پنجابی ساہتیہ دا اتہاس	ڈاکٹر سریندر سنگھ کوہلی	۱۹۵۰ء - لاہور بک شاپ
۷- ہنس جوگ	بابا بدھ سنگھ	لاہور بک شاپ لدھیانہ ۱۹۵۰ء
۸- پنج گرنتھی سٹیک	مترجم بھائی ویر سنگھ	خالصہ سماچار ہال بازار امرتسر
۹- گورمت سرینہ	بھائی جودھ سنگھ ایم اے	لاہور بک شاپ لدھیانہ ساتواں ایڈیشن
۱۰- سکھ اتہاس	جوزف ڈیوڈ کننگھم مترجم گوربخش	لاہور بک شاپ لدھیانہ ۱۹۵۱ء
۱۱- نانک چمتکار	بھائی ویر سنگھ	
۱۲- مہان کوش	بھائی کاہن سنگھ	۱۹۳۰ء
۱۳- واراں سٹیک بھائی گورداس	مترجم پنڈت نرائن سنگھ	بھائی لکھا سنگھ اینڈ سنز ۱۹۵۰ء
۱۴- سورج پرکاش	بھائی سنتوکھ سنگھ	
۱۵- جپ جی سٹیک	پروفیسر صاحب سنگھ بی اے	لاہور بک شاپ ۱۹۴۹ء

نام کتاب	مصنّف	مطبع
اُردو کتب		
۱- پنجاب میں اُردو	پروفیسر حافظ محمود شیرانی	مکتبہ معین الادب اُردو بازار لاہور ۱۹۴۹ء
۲- بالمیکی رامائن	مترجم دوارکا پرشاد اُفق	۱۹۰۶ء
۳- اُردو کی ابتدائی نشوونما		۱۹۵۳ء پاکستانی ایڈیشن
۴- الہند	لیرونی	انجمن ترقی اُردو
۵- فرہنگِ آصفیہ	مولوی سید احمد	دفتر فرہنگ آصفیہ دہلی گلی شاہ تارا ۱۹۰۸ء
۶- نور اللغات	مولوی نور الحسن	نیر پریس لکھنؤ ۱۹۲۲ء، ۱۹۳۱ء
۷- جامع اللغات	خواجہ عبد المجید	جامع اللغات کمپنی
۸- جپ جی اور سکھمنی صاحب	خواجہ دل محمد ایم اے	خواجہ بک ڈپو موہن لعل روڈ لاہور ۱۹۴۵ء
۹- خطبہ کتاب حقایق الہٰی	منشی فضل رسول	مطبع شگوفہ - میرٹھ
۱۰- تاریخ مشایخ چشتیہ	خلیق احمد صاحب نظامی	ندوۃ المصنفین اُردو بازار دہلی ۱۹۵۳ء
انگریزی کتب		
۱- اے ہسٹری آف پنجابی لٹریچر	ڈاکٹر موہن سنگھ	۱۹۳۳ء ایڈیشن
۲- ہسٹری آف دی پنجاب	محمد لطیف	خالصہ کالج لائبریری دہلی
۳- اے شارٹ ہسٹری آف مسلم رول آن انڈیا	انسپوری پرشاد	انڈین پریس لمٹڈ الہ آباد ۱۹۳۹ء
۴- دی رائیز اینڈ پھال آف محمد تغلق	آغا مہدی حسن	۱۹۳۸ء (آگرہ)
۵- اکبر دی گریٹ مغل	وی - اے سمتھ	ایس چاند کمپنی دہلی

نام کتاب	مصنّف	مطبع
۶- سِکھ ٹرانس فارمیشن	گوکل چند نارنگ	
فارسی کتب		
۱- تاریخ فروزشاہی	عفیف	ہارڈنگ لائبریری ۱۸۹۲ء
۲- تاریخ فروزشاہی	ضیاء الدین برنی	ایضاً
۳- سکندر نامہ	نظامی گنجوی	در مطبع قیومی کان پور ۱۹۵۷ء
۴- شیخ سعدی کا پند نامہ	مترجم سید مظہر الحسن	جی۔اے۔اصغر اینڈ کمپنی ۱۹۱۱ء
۵- تاریخ بیہقی	خواجہ ابوالفضل بیہقی	۱۳۹۹ھ دہلی یونیورسٹی لائبریری
۶- طبقات ناصری	منہاج سراج	۱۸۶۴ء ایضاً
طبقات اکبری	نظام الدین	۱۹۲۷ء ایضاً
مثنوی مولانا روم دفتر اول	مولانا روم	پاکستانی ایڈیشن

نوٹ: مذکورہ بالا کتب کے علاوہ، دیوانِ غالب۔ دیوان میر درد، دیوان حسرت۔ بانگ درا، ہندی بھاشا کا وِکاس مصنفہ دھریندر ورما، عرب و ہند کے تعلقات۔ مصنفہ سید سلیمان ندوی۔ ہندی ادب کی تاریخ مصنفہ ڈاکٹر محمد حسن، گلستان و بوستان ۔ قانونِ عشق، بلھے شاہ کی کافیاں۔ دیوانِ میر تقی میر وغیرہ کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔